بنام تاجدار جہان آفرین!
جویائے حق مکمل
مصنفہ مولانا شرر
ملنے کا پتہ
شیخ محمد حسین غلام حسین تاجران کتب
لاہور بازار کشمیری

مولینا شرر کا معرکتہ الآرا اسلامی تاریخی ناول

جویائے حق

مُصنّفہ

مولینا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی

حسب فرمایش

شیخ محمد حسین غلام حسین تاجران کتب کشمیری بازار

لاہور

(حجازی پریس لاہور باہتمام حافظ محمد اسمعیل پرنٹر چھپا اور محمد حسین غلام حسین پبلشرز نے چھپوایا)

ضروری اطّلاع
بے مثال لاجواب تواریخی ناول
فلپانا
مصنّفہ
مولینا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی
معزز حضرات جو کہ مدّت مدید سے زیر طبع تھا
چھپ کر تیار ہو گیا ہے فوراً خرید فرماویں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہر بُصریٰ

شمالی صحرائے عرب کا قدیم شہر بُصریٰ جو ارض فلسطین کے جنوب مشرق میں ان دنوں اجاڑ اور سنسان پڑا ہوا ہے ۶۱۱ء میں ایسا نہ تھا یہ شہر جیسا آج کل ویران ہے ویسا ہی ان دنوں جبکہ ہم اپنے دوستوں کو اس کی سیر کرانا چاہتے ہیں آباد اور بارونق تھا۔

یہ تاریخی شہر وادی طغیل کی سب سے جنوبی شاخ کے کنارے جو اکثر خشک پڑی رہتی ہے اور بحر لوط کے جنوبی ساحل سے پندرہ بیس کوس کی مسافت پر علاقہ ادوم اور ارض بنی مواب کے درمیان کوہستان سعیر کے مشرقی دامن سے پانچ چھ میل ہٹا ہوا واقع ہے۔

آنے جانے والوں کی کثرت سے اس کی آبادی میں ہر وقت ایک شور و ہنگامہ بپا رہتا ہے اور ایسی چہل پہل نظر آتی ہے۔ جو عرب کے کسی صحرائی شہر میں نہیں دیکھی گئی اگرچہ بصریٰ کسی سلطنت کا مستقر نہیں ہے۔ اور نہ کسی حکومت کا مرکز مانا جاتا ہے۔ مگر تجارت نے اس میں شاہانہ عظمت و جبروت کا سماں پیدا کر دیا ہے۔ جدھر دیکھئے دولتمند امراء کے قصر و ایوان اور بڑے بڑے تاجروں کے عالیشان محل نظر آتے ہیں سر بفلک کنیسوں اور گرجوں کے درمیان میں ہر وقت ہزارہا اونٹوں کی قطاریں گزرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اور اونٹوں کے بلبلانے اور ساربانوں کے چیخنے چلانے کے ناگوار شور میں ملی ہوئی قریب قریب تمام مختلف اللسان ملکوں اور قوموں کی آوازیں سنی جاتی ہیں۔

• کاروان سرائیں قافلوں اور ملکوں ملکوں کے مال تجارت سے بھری پڑی

ہیں۔ دولتمندی و حوصلہ مندی کے ٹھاٹھ ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں۔ اور شہر بصری بہت ہی عجب و تمکنت سے اپنی اقبال مندی و خوش حالی پر ناز کر رہا ہے۔

ایک تاجرانہ شہر میں ایسی شان و شکوہ اور عظمت و جبروت پیدا ہو جانے کی زیادہ تر وجہ یہ ہے۔ کہ اس زمانے تک تمدنی کاروبار اور تجارت کے درآمد برآمد کا چارج بحری مراکب (جہازوں) نے خشکی کے جہازوں (یعنی اونٹوں) سے نہیں لیا ہے۔ اور ان بری جہازوں کے زبردست بیڑے یعنی بڑے بڑے قافلے مشرقی مال تجارت کو اور اس کے ساتھ وہاں کے صدہا جہاں گرد سیاحوں کو مغرب میں اور مغربی پیداوار اور ممالک عرب کے مسافروں کو مشرق میں پہونچاتے ہیں۔ جنوبی شہروں کی برکتوں کو شمال میں اور شمالی ملکوں کی نعمتوں کو جنوب میں لیجاتے ہیں۔ اور اس قسم کی تمام کارروائیں علی العموم اسی بارونق شہر بصری میں سے ہو کے گزرتی ہیں۔ تجار مہینوں قیام کر کے مال تجارت کا مبادلہ کرتے اور جیسے لدے پھندے آئے تھے۔ ویسے ہی نئی چیزوں اور نئے مال سے بھرے پُرے واپس جاتے ہیں۔ جن کی برکت سے بصریٰ میں ہمیشہ خرید و فروخت کا بازار گرم نظر آتا ہے۔ اور لین دین کا کارخانہ ہر وقت اور ہر موسم میں جاری رہتا ہے۔

مشرق سے یہاں ایران و عراق کے قافلے آتے ہیں۔ جن کے ساتھ بابل و فارس اور شمالی ہندوستان اور خطا و ختن کی نادر روزگار چیزیں ہوتی ہیں۔ جنوب سے عربوں کے قافلے آتے ہیں جو یمن۔ حضرموت۔ عمان اور بحرین کی پیداوار کے ساتھ جنوبی ہند اور چین و ماچین کے عام پسند سامان تجارت سے بھرے پُرے ہوتے ہیں۔ مغرب سے مصر و افریقہ کے قافلے وہاں کی مشہور چیزوں کو لاتے ہیں۔ اور شمال سے دمشق و روم کا مال آتا ہے غرض کوئی گھڑی نہیں گزرتی۔ جبکہ بصریٰ میں جرس کاروان کی آواز نہ سنی جاتی ہو۔ اور شتربانوں کی حدی خوانی کا نغمہ گرد کے دشت و جبل میں نہ گونج رہا ہو۔

اونٹوں کی گلے کی گھنٹیوں کے ساتھ وقتاً فوقتاً کنیسوں کے گھنٹوں کا شور بھی

بلند ہونے لگتا ہے۔ اسلئے کہ یہاں عیسائیوں کی کثرت ہے اور اس پر شور زمانے میں جبکہ دین مسیحی میں بیسیوں جھگڑے پڑے ہوئے تھے اور صدہا فرقے پیدا ہو گئے تھے بصریٰ ان تمام فرقوں کا مامن بنا ہوا تھا۔ جن پر رومی سلطنت جو کونسل نقیہ کے مسلمہ عقائد یعنی کیتھولک مسیحیت کی حامی تھی طرح طرح کے مظالم کر رہی تھی لیجریٰ عرب کا سرحدی شہر ہونے کی وجہ سے اپنی عربی آزادی کو عزت و آبرو کے ساتھ بچائے ہوئے تھا۔ اور ایسی قابل اطمینان جائے پناہ قرار پا گیا تھا۔ جس میں ہر دنیا کے ستائے ہوئے کو پناہ مل جاتی تھی۔ اور اسی آزادی کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے نصاریٰ کے ہر فرقے کے اسقف و راہب یہاں آ کے سکونت پذیر ہو گئے تھے اور ان کے بڑے بڑے کنیسے اور عالیشان خانقاہیں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔

عیسائیوں اور سلطنت، روم کے ستائے ہوئے صدہا یہودی خاندان بھی یہاں آ بسے تھے۔ قطع نظر اس کے آرمینیہ اور دیار بکر کے علاقے دولت روم اور دولت ساسانی کی جنگ و پیکار کے میدان بنے ہوئے تھے جن میں سلطنت ساسانی و رومی کے زیر علم مجوسیت اور نصرانیت میں بھی سخت مقابلہ ہو رہا تھا وہاں کی حکومت روز بدلتی تھی۔ کبھی ساسانی قابض ہو جاتے اور کبھی رومی۔ جس کی وجہ سے دونوں مذاہب کے پیروؤں کو ہمیشہ موت کا خطرہ لگا رہتا۔ نتیجہ یہ تھا کہ مذکورہ ممالک کے صدہا عیسائی اور مجوسی خاندان بھی وطن کو خیرباد کہہ کے یہاں آئے اور سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

غرض اس تاجرانہ شہر میں کوئی مذہب نہ تھا۔ جس کے پیرو موجود نہ ہوں اور جس کے معابد اور عزلت کدے عرب کے اس شمالی شہر میں تعمیر نہ ہو گئے ہوں یہودی۔ مجوسی۔ صابئی۔ بت پرست۔ عیسائی اور پھر عیسائیوں کے بیسیوں فرقوں کے پیرو آپس میں ملے جلے رہتے اور آزادی کی زندگی بسر کرتے۔

ان مختلف مذہبوں کے طرفداروں میں اکثر مناظرے کا سلسلہ بھی جاری رہتا اور سچ یہ ہے کہ تحقیق مذہب اور جستجوئے حق کا بازار جس قدر یہاں گرم تھا۔ شاید دنیا کے کسی شہر میں نہ ہوگا۔ عیسائیوں میں سب سے بڑا اور غالب گروہ یہاں

مانی۔ آریوس اور نسطوریوس کے پیروؤں کہا تھا۔ مانی نے تیسری صدی مسیحی کے وسط میں مجوسیت اور مسیحیت کو ملا کے ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا۔ وہ توراۃ اور انبیائے سلف کی توہین و تحقیر کرتا۔ اپنے آپ کو حضرت مسیح کا فارقلیط موعود بتاتا۔ اور اپنی تصویردار کتاب ارتنگ کو آسمانی کتاب کی حیثیت سے پیش کر کے اس پر ایمان لانے کی دعوت کرتا۔ آخر وہ ۳۴۹ قبل محمدؐ میں مجوسی تاجدار عجم کے حکم سے قتل ہوا۔ مگر اس کا مذہب اس زمانے تک جب کہ ہمارا یہ ناول شروع ہوا ہے۔ نہایت ہی زور و شور سے پھیلا ہوا تھا۔ اور اس کے صدہا معتقدین جو ایران و روم دونوں سلطنتوں کے مجرم تھے۔ بصری میں امن و امان کی زندگی بسر کرتے تھے۔

آریوس پکا مسیحی اور حضرت مسیح کے احکام کا سچا پیرو تھا۔ اسے تثلیث کے ماننے سے انکار تھا اور توحید کا زبردست حامی تھا۔ مگر نیقیہ کی کونسل نے تثلیث کو مسلّم عقیدۂ مسیحیت قرار دے کے اسے ۲۴۷ قبل محمدؐ میں ملحد و بے دین بتایا۔ اور جلاوطن کیا گیا۔ جلاوطنی میں وہ اسی شہر بصری میں آ کے رہا تھا۔ قسطنطین نے اگرچہ چند روز بعد اس کا قصور معاف کر کے اس کی طرفداری شروع کر دی تھی۔ مگر تثلیث پرست عیسائیوں کے شور و غل میں اس کی توحید کی آواز نہ سنی گئی۔ اس کے پیرو ہر جگہ ستائے جانے لگے۔ اور آخر آریوس کے ہم خیالوں کے لئے بھی بصری سے زیادہ کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو سکتی تھی۔

نسطوریوس اتنا پکا موحد تو نہ تھا جیسا کہ آریوس تھا۔ مگر وہ بھی مسیح کو انسانی جسم اور جسمانی کاموں کے ساتھ خدا نہیں مانتا تھا۔ اور اس کو بھی جائز نہیں رکھتا تھا کہ حضرت مریم کو خدا کی ماں کہا جائے۔ تیسری مسیحی کونسل نے جو ۔۔۔ قبل محمدؐ میں شہر افسوس میں منعقد ہوئی تھی۔ اسے بھی بے دین و ملحد قرار دیا۔ اور آخر اسے اور اسکے پیرو نسطوری مسیحیوں کو بھی بصری ہی میں آزادی سے رہنے کیلئے پناہ مل سکی۔

نسطوریوس کے خارج از دین کئے جانے کو پوری صدی نہیں ہوئی تھی کہ مانطنوس نام ایک مسیحی نے فارقلیط ہونیکا دعویٰ کر کے دو حسین پری جمال اور لائق و جادو بیان عورتوں کو پیغمبریاں بتا کے ساتھ لیا۔ اور ایک نئے مذہب کی دعوت شروع کی جس کا دعویٰ تھا۔ کہ "مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کا زمانہ شروع ہونے والا ہے۔" اس کی

اور اس کے ساتھ والی جادو نگاہ سحر بیانوں کی کوشش سے مانطنی مذہب نے بھی دنیا میں قدم جمالیا اور اگرچہ سنہ ۲۴۲ء قبل محمدؐ میں عام حکم جاری ہوگیا کہ جو کوئی اس مذہب کا پیرو ہو مجرم ہے۔ اور توبہ نہ کرے تو واجب القتل مگر یہ فرقہ اسوقت تک نہ دبا تھا اور اس کے معتقدین بھی بُصریٰ میں موجود تھے۔

الغرض بُصریٰ دنیا کے سارے مذہبوں کا مامن اور مختلف عقاید کی بحثوں کا دنگل بنا ہوا تھا۔ ان مباحث اور رات دن کے جھگڑوں نے بہت سے صاحب علم اور ذی ہوش لوگوں کو مذہب اور نجات کے مسئلہ میں مشتبہ کردیا تھا۔ نہ کسی عقیدے پر ان کا دل جمتا۔ اور نہ کسی مذہب کی روحانی تعلیموں سے ان کے دل کو تسلی ہوتی۔ اور بصریٰ ہی پر موقوف نہیں ساری دنیا ان دنوں اسی تذبذب و تردد میں پڑی ہوئی تھی۔ کہ سچا دین کون ہے۔ اور حق کی تلاش کی جائے تو کہاں ملے گا۔ اور چونکہ تمام مختلف گروہوں کی جائے پناہ بُصریٰ تھا۔ لہذا یہ شکوک و شبہات یہاں سب جگہوں سے زیادہ نمایاں ہوتے تھے۔ یہ حالت تھی بُصریٰ کی جبکہ ہم اپنے ناظرین کو اس کی سواد میں لائے ہیں۔ تجارت و مذہب نے ہم آغوش ہو کے جو دھوم دھام یہاں پیدا کر رکھی ہے۔ اس کی سیر کراتے ہوئے ہم انہیں آباد اور مختلف المذاق لوگوں سے بھری سڑکوں پر لئے جاتے ہیں۔ آخر جاتے جاتے ہم شہر کے مغربی پھاٹک سے باہر نکل کے دیکھتے ہیں۔ کہ دیوار شہر سے دو تین میل کی مسافت پر کوہستان سعیر کی ایک بلند پہاڑی کے دامن میں ایک سرسبز و شاداب خطۂ زمین پر نہایت ہی تکلف اور محنت سے ایک خوش سواد باغ لگایا گیا ہے۔ جس میں بڑے بڑے گھنے درخت سایہ کئے ہوئے ہیں۔ نونہالان چمن جو نہایت ہی شگفتہ معلوم ہوتے ہیں۔ بادنسیم کے جھونکوں سے جھوم رہے ہیں۔ جدھر نظر جاتی ہے۔ طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اس ریگستانی خشک زمین میں اس سرسبزی کی اصلی وجہ یہ ہے کہ کوہستان سعیر سے کئی چشمے اتر کے آئے ہیں۔ جو اسی باغ کی آبیاری کی نذر ہوگئے ہیں۔ ہزارہا طیور نے دور دور سے آکے ان درختوں میں آشیانہ بنا لیا ہے۔ جن کا ہنگامہ صبح و شام کے اوقات میں بڑے زور و شور پر ہوتا ہے۔

اس باغ میں گھنے اور گنجان درختوں کے اندر سے ایک عظیم الشان گرجا اپنے بلند

کنگرے باہر نکلے ہوئے ہے۔ اور اس سے ملا ہوا ایک دیر ہے جس کے حجروں میں بہت سے راہب عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے ہیں راتوں کو یہ تارک الدنیا طالبان حق شب زندہ داری کرتے۔ نمازیں پڑھتے اور زور و شور سے ضربیں لگاتے ہیں اور دن کو اپنے اس نزہت بخش باغ کی خدمت اور درختوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے ہیں۔ باغبانی کے علاوہ یہی راہب وارد و صادر کی خدمت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ معتقدوں اور اور جویائے حق سیاحوں کی کوئی نہ کوئی جماعت ہر زمانے میں یہاں موجود رہتی ہے۔ جو لوگ ذوق و شوق اور دلی عقیدت سے آکے ان نیک نفس و پاک باطن بزرگوں کی قدمبوسی کرتے اور واپس چلے جاتے ہیں۔

ان مذہبی سیاحوں کی اقامت کیلئے خانقاہ سے ملا ہوا ایک مہمان خانہ ہے۔ جس میں ٹھہرنے والوں کو بے نفس میزبانوں کی بے ریا مہمان نوازی سے بڑا آرام ملتا ہے۔ اور گو کہ ان لوگوں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے لذائذ دنیوی اپنے اوپر حرام کر لئے ہیں۔ مگر پھر بھی ان کی آزادانہ زندگی اور دنیوی شور و شر سے علیحدگی میں کچھ ایسی دلکشی ہے۔ کہ جو آتا ہے۔ اس کا جی چاہتا ہے یہیں کا ہو جائے اور انہیں نفس کش لوگوں میں رہنے لگے۔

طالب صادق

یوں تو اس مہمان خانے میں ہمیشہ اور ہر زمانے میں تھوڑے بہت مہمان ضرور ٹھہرے رہتے ہیں مگر آج کل مسافروں کی بہت کثرت ہے۔ کئی سو آدمی اس میں ٹھہرے ہیں۔ جو اکثر اوقات باغ کے اطراف میں پھیلے رہتے ہیں اور سایہ دار درختوں کی چھاؤں میں جابجا یہ کیفیت نظر آتی ہے کہ دو دو چار چار آدمیوں کی ٹکڑیاں بیٹھی ہیں اور مبادلۂ خیالات میں مصروف ہیں۔

اس وقت دوپہر کا وقت ہے آفتاب سمت الراس پر ہے اور دھوپ کی تپش سے کوہ و صحرا میں ایک آگ سی لگی ہوئی ہے۔ جس کی لپک یہاں تک پہونچتے پہونچتے تر و تازہ درختوں کی ٹھنڈک سے بہت کچھ دھیمی ہو جاتی ہے۔

اتنے میں ایک نیا شخص جو کہیں دور کے سفر سے گرمی کا مارا اور لو کے لوکوں سے جھلسا ہوا چلا آتا ہے ایک خرجین کندھے پر ڈالے ہانپتا اور پسینہ پونچھتا ہوا اس باغ میں داخل ہوا۔ جس نے گرجے اور خانقاہ کے درمیان میں ٹھہر کے چاروں طرف نظر دوڑائی اور جب کسی کو نہ پایا تو ایک طرف ذرا فاصلے پر ایک بڑے بھاری زیتون کے درخت کے نیچے جھک کے خرجین کندھے سے اتار کے زمین پر رکھی کر کے ایک کمل کھول کے بچھایا نعلین یعنی چمڑے کے تلے جو کھڑاؤں کی طرح تسموں کے ذریعہ سے پاؤں میں اٹکائے جاتے تھے۔ اتار کے اور جھاڑ کے درخت کی جڑ میں رکھ دئے۔ اور کمل پر خاموش بیٹھ گیا۔

یہ ایک بہت ہی سن رسیدہ اور معمر شخص ہے۔ سفید گھنی ڈاڑھی ناف تک پہونچی ہوئی ہے جس نے چہرے کی سفید کھلتی رنگت میں غیر معمولی نورانیت پیدا کر دی ہے۔ اپنے بڑے سفید بالوں کو اس نے جوگیوں کی طرح لپیٹ کے اور بل دے کے ان سے چندیا پر ایک جوڑا سا بنا لیا ہے۔ اور پھر اس جوڑے کو ایک سیاہ عمامے میں چھپا لیا ہے۔ جس کے نیچے سیاہ اور چمکنے والی آنکھیں اس کی روحانی قوت اور سچی جستجو کا ثبوت دے رہی ہیں۔ گلے میں انطاکیہ کے دبیز گاڑھے کا ڈھیلا ڈھالا زرد کرتا ہے اور پاؤں میں دمشقی ٹاپٹی کا تہمت۔

اس کے چہرے سے ریاضت کے جلال کے ساتھ بلا کی متانت ظاہر ہوتی ہے۔ ادھر ادھر بہت کم نظر دوڑاتا ہے۔ مگر جس چیز کو دیکھتا ہے۔ نہائت ہی غور و خوض کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اور دیر تک دیکھتا رہتا ہے۔ یہاں بیٹھتے ہی اس نے سارے گرد و پیش کے منظر پر ایک اجمالی نظر دوڑائی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جن آنکھوں سے ہم دیکھتے ہیں۔ ان سے نہیں بلکہ اس نے کسی اور ہی نگاہ سے ان سب چیزوں کو دیکھا اور دم بھر میں دیکھ لیا۔

اتنے میں اس خانقاہ کے ایک راہب کی جو یہاں سے فاصلے پر تھا اس سن رسیدہ نووارد پر نظر پڑ گئی۔ فوراً دوڑ کے قریب آیا۔ اور ٹھہر کے منتظر ہوا کہ یہ نیا مسافر جس بات کی خواہش کرے اسے پورا کر دوں۔ مگر قانع و بے نیاز مسافر نے اس پر ایک نگاہ غلط انداز تو ڈالی۔ اور پھر جو اپنے اندرونی خیالات کے متلاطم سمندر میں غوطہ لگایا۔ تو خبر ہی نہ تھی۔ کہ کون پاس کھڑا ہے۔ اور کیوں

آیا ہے۔ آخر راہب نے اپنے انتظار میں تھک کے خود ہی سوال کیا، "کیا آپ یہاں ٹھہریں گے ؟"

جواب۔ (ذرا تامل سے) "ہاں جہاں ٹھہرنا تھا ٹھہر گیا۔"

راہب:۔ "یہ تو ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے مہمان خانہ میں چل کر ٹھہریئے۔"

جواب:۔ "کیا یہاں ٹھہرنے کی ممانعت ہے ؟"

راہب:۔ "ممانعت تو نہیں ہے مگر آپ کو یہاں تکلیف ہوگی۔"

جواب:۔ "مجھے تکلیف نہ ہوگی۔"

راہب:۔ "اچھا تو کھانے پانی یا جس چیز کی ضرورت ہو یہیں حاضر کروں ؟"

جواب:۔ "کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

اب راہب لاجواب تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ کسطرح اس محترم مہمان کی خدمت کروں ؟ اور کیونکر اسے مہمان خانے کے اندر لیجا کے ٹھہراؤں ؟ مگر تقریب گفتگو کی کوئی صورت نہ بنتی تھی۔ پوچھا "آپ کا وطن کہاں ہے ؟"

جواب۔ (کمال لاپروائی سے) "یاد نہیں۔"

سوال:۔ "اور ارادہ کہاں کا ہے ؟"

جواب:۔ "معلوم نہیں۔"

اب راہب اپنی دوسری کوشش میں بھی عاجز تھا اور گویا اپنی ہی طرف خطاب کر کے کہنے لگا:۔ "جو مسافر یہاں آتے ہیں مہمان خانے میں ٹھہرتے ہیں" اور جب نو وارد شخص نے اس کا کچھ جواب نہ دیا تو کہا "ہمارے راہب اعظم کی تاکید ہے۔ کہ جو مہمان یہاں آ کے فروکش ہو اسے کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائے۔"

نو وارد بوڑھا:۔ "تو مجھے اس بات کی تکلیف ہے کہ ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

راہب:۔ "آپکو زیادہ انتظار کرنا نہ پڑیگا۔ وہ سال میں صرف ایک بار لوگوں سے ملتے ہیں۔ اور وہ کل کا دن ہے۔ اسی شوق میں باہر کے صدہا معتقدین آئے ہوئے ہیں۔ اور کل صبح کو آپ دیکھیں گے کہ بصریٰ کی کس قدر خلقت آ کے جمع ہوتی ہے ؟ اور یہاں کتنا بڑا میلا لگ جاتا ہے ؟"

نو وارد:۔ "مگر میں میلا دیکھنے نہیں آیا ہوں۔"

راہب: "مجبوری یہ ہے کہ انہیں عبادت و ریاضت سے فرصت ہی نہیں ملتی دنیا کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔ برس میں صرف ایک دن اس بات کا رکھا ہے کہ اپنی ایک نظر کو آسمان سے ہٹا کے دنیا کی طرف متوجہ کریں اسکے سوا اور کسی دن کوئی ان سے نہیں مل سکتا۔"

نووارد: "اور ملے کس سے؟ وہ دنیا میں ہوتے ہی نہیں یہاں کے خادموں اور راہبوں میں سے بھی کوئی ان کے پاس نہیں جاتا؟"

راہب: "ہم سب کو بھی ان کی زیارت برس میں ایک ہی بار ہوتی ہے۔ صرف ان کے ایک خاص مرید ہیں جو پچاس سال سے ان کی خدمت کر رہے ہیں۔ وہی ان کے خلیفہ و جانشین ہونے والے ہیں۔ نائب الشیخ کہلاتے ہیں۔ اور ان کے پاس آتے جاتے ہیں انہیں کے ذریعہ سے ہمیں ان حضرت اقدس کے احکام مل جاتے ہیں۔"

نووارد: "تو ان نائب الشیخ صاحب ہی کے ذریعہ سے مقدس مرشد اعظم بحیرا کے پاس اتنا کہلا بھیجئے کہ انطاکیہ کی خانقاہ کے مرشد توفی فیس نے اپنے ایک مرید کو حضور کی خدمت میں بھیجا ہے۔ جو حاضر ہوا اور قدمبوسی کا امیدوار ہے۔"

راہب: "یہ پیام آج ہی پہنچ جائیگا لیکن یہاں درخت کے نیچے آپکو تکلیف ہوگی میں مہمانخانے کا اچھا حجرہ خالی کرائے دیتا ہوں آپ اس میں چل کے ٹھہریں۔"

بوڑھے کہن سال نے اسکے جواب کی طرف توجہ نہ کی۔ مگر جب دیکھا کہ راہب جواب کا منتظر کھڑا ہے۔ جاتا ہی نہیں تو ایک لاپروائی کی وضع سے کہا: "جس بات کا جواب مل چکا ہے اس کے متعلق دوسرے جواب کا انتظار نہ کیجئے میں جہاں ٹھہرنا تھا ٹھہر چکا اور یہیں اچھا ہوں۔"

راہب نے اس غیر متوقع جواب کو ناگواری کیساتھ سُنا اور واپس چلا گیا۔ اب اس نووارد بڈھے نے اٹھ کے خرجین سے ایک لوٹا نکالا۔ اسے لیکے درختوں کے سائے ہی سائے اس چشمہ کے کنارے گیا جو کوہستان سعیر سے آیا ہے۔ اور اس کا پانی محفوظ کرنے کیلئے گرجے اور خانقاہ کے درمیان میں ایک بڑا حوض بنا دیا گیا ہے جس سے مختلف نالیوں اور نہروں کے ذریعہ سے پائیں گرد کے چمنوں اور درختوں کی جڑوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس حوض کے کنارے بیٹھ کے اس نے منہ اور ہاتھ پاؤں دھوئے

پھر لوٹا بھر کے اپنی اقامت گاہ میں واپس آیا۔ خرجین سے چند خشک چھوہارے نکال
کے کھائے سیر ہو کے پانی پیا۔ اور پھر سب چیزوں کو اسی خرجین میں رکھ کے خرجین کو
کھینچ کے کمل کے قریب کیا۔ اور اس پر بڑے اطمینان کے ساتھ سر رکھ کے سو گیا۔"

آنکھ لگتے ہی زیتون کا درخت اپنی ٹہنیوں اور پتیوں سے پنکھا جھلنے لگا۔ گرد کی
جھاڑیاں خس کی ٹٹیاں بن گئیں۔ جن میں سے چھن کے وہی لو وہ جس کے جھکوڑے باغ
کے باہر صحیح جہنم تھے۔ یہاں اس کے حق میں نسیم سحر کے مہمان نواز جھونکے بن گئے۔ خدا
جانے کب کا تھکا ماندہ تھا کہ سویا تو ایسا سویا کہ مغرب کا وقت ہو گیا۔ گرجے میں عبادت
کے لئے گھنٹہ بجنے لگا۔ تمام راہب خانقاہ سے۔ اور مسافر مہمان خانے سے نکل نکل
کے عبادت کے لئے گرجے کی طرف چلے اور وہ غافل پڑا سو رہا ہے۔ آخر وہی
راہب جس نے پہلے پہل اس سے گفتگو کی تھی اس کے قریب آیا اور پاؤں کے پاس
کھڑے ہو کے سوچنے لگا کہ جگاؤں یا نہ جگاؤں! بوڑھے نووارد کی خشک مزاجی و متانت
کی وجہ سے جگانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ڈرتا تھا کہ برہم و برافروختہ نہ ہو جائے مگر جگانا بھی کچھ
ایسی شدید ضرورت تھی کہ دل مضبوط کر کے کئی بار پکارا۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ تب جھک کے آہستہ
سے اس کا پاؤں دبایا۔ درشت مزاج بوڑھے نے چونک کے آنکھ کھولی اور پوچھا
"کیا ہے؟"

راہب: "شام ہو گئی۔ اور عبادت کا وقت آگیا۔ گرجے میں تشریف لے چل کے
شریک عبادت ہو جئے۔"

اس کے جواب میں تازہ وارد بوڑھے نے آہستہ سے کہا: "عبادت! آہ عبادت!
کاش اس میں مزہ آتا۔ اور اس سے دل کو اطمینان ہوتا۔ جھٹ پٹ اٹھ کے بغیر اس کے
کہ راہب سے کوئی بات کہے خرجین اور کمل کو بے پروائی سے وہیں چھوڑ کے نعلین پہنی
وہی حوض جس سے پانی لایا تھا۔ اس پر جا کے پھر ہاتھ منہ دھوئے اور گرجے میں داخل
ہوا۔ جہاں محراب قربان گاہ کے سامنے ٹاٹ کے فرش پر تمام لوگ صفیں باندھیں
مذہبی آداب سے دو زانو بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بائیں جانب عورتوں کی صفیں
تھیں۔ جن میں سے اکثر تو وہ ننیں تھیں جو گرجے کی پشت پر زنانی خانقاہ میں رہتی
اور مصروف عبادت و ریاضت رہا کرتی تھیں۔ اور کچھ وہ عورتیں تھیں۔ جو

بصریٰ کے نامی گرامی مقتداؤں کی زیارت کے شوق میں نزدیک و دور کے گاؤں سے آئی تھیں اور مہمان خانے کے زنانے حصہ میں ٹھہری ہوئی تھیں۔

وہ راہب جو اس بوڑھے مہمان کو جگا کے لایا تھا۔ اُسے شہ نشین سے چوتھی صف میں ایک کونے پر بٹھا کے خود رہبان خانقاہ کی صفوں میں جا رہا تھا۔ کہ گھنٹہ بجنا موقوف ہوا۔ کئی خادم راہبوں نے آ کے قربان گاہ پر کی لمبی شمعیں روشن کر دیں۔ درمیان میں جو بڑی بڑی نقرئی قندیلیں لٹک رہی تھیں ان میں زیتون کے تیل کے چراغ لا کے رکھے۔ چاندی کی انگیٹھی جو قربان گاہ پر رکھی تھی۔ اس میں کوئلے دہکا کے ان پر لوبان۔ مُر کی۔ اور عود قماری ڈال کے سارے گرجے کو خوشبو سے مہکا دیا۔

جب یہ سب کام انجام پا چکے تو شہ نشین پر داہنی جانب کی ایک کھڑکی کھلی۔ اور اس میں سے ایک معمر با وقار راہب نکل کے آیا جو اونٹوں کے بالوں کا شتری کرتا پہنے تھا۔ اس کے سر پر بہت لمبے کھچڑی بال تھے۔ جو تیل میں ڈوبے اور شانوں اور پیٹھ پر بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے کا حصۂ زیریں جو ہر کے بالوں کی دست بُرد سے باہر تھا اسے چوڑی ابلق ڈاڑھی جو سینے پر ایک بغل سے دوسری بغل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اپنے متانت و تقدس کے آغوش میں لئے تھی۔ ڈاڑھی کے نیچے سے زیتون کی لکڑی کی ایک بڑی بھاری سیاہ چوبی صلیب نکلی ہوئی تھی۔ اور قلب کے اوپر اس طرح قائم تھی۔ کہ راہب مذکور ہزار ہلے ڈلے وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتی۔ صلیب کے اوپر یہ مقدس راہب زیتون کے بڑے بڑے دانوں کی تسبیح گلے میں ڈالے تھا۔ پاؤں میں دمشقی سوتی کپڑے کا سیاہ تہمت تھا۔ اور ان سب کپڑوں پر وہ ایک خاکستری رنگ کا کمل اوڑھے تھا جس کے آنچل سنبھالے نہ سنبھلتے تھے۔

اس راہب نے آتے ہی تھوڑا سا لوبان آگ پر ڈالا۔ اور حاضرین کی طرف رُخ کر کے بہت ہی خضوع و خشوع کے لہجے اور رقت قلب کی آواز میں کہا۔ پاک و مبارک ہے باپ! پاک و مبارک ہے بیٹا! اور پاک و مبارک ہے روح القدس باپ جو ازلی خدا ہے۔ بیٹا جو جسمانی صورت دنیوی افعال اور مریم عذرا کا بیٹا ہونے سے منزہ و پاک ہے۔

عہ یہ نسطوری عقیدے کے مسیحی تھے جن کا عقیدہ تھا۔ کہ جسمانی مسیح اور مریم عذرا کا بیٹا خدا اور خدا کا بیٹا نہ تھا۔ بلکہ ابن اللہ جسم و جسمانی امور سے منزہ تھا۔

جو خالص رُوح - بے عیب نُور اور سارے گنہگاروں کا نجات دہندہ ہے۔ روح القدس جو ہمارے پاس علم اور ہدایت کی برکتیں لاتا ہے۔ اور ہر لغزش کے وقت ہمارا ہادی و رہبر رہتا ہے۔ آمین!"

ساتھ ہی تمام حاضرین نے آمین کہی اس کے بعد اس نے درد اور سوز وگداز کی آواز میں زبور کی ایک معرفت کی غزل گائی۔ اور سجدے میں گر پڑا۔ اُس کے ساتھ ہی تمام عبادت گزار حاضرین بھی سجدے میں گرے اور راہب نے سجدے میں یہ دعا پڑھی:-

"اے عظمت و طاقت اور جلال و کمال کے خدا! خداوند آسمان و زمین! ہم تیرے آگے زمین بوس ہیں! سربسجدہ ہیں! اور سجدے میں تیری حمد کرتے ہیں! صدق دل سے تیری نعمت و ہدایت کا شکر بجالاتے ہیں! ہم تیرے فرزند مسیح کی تعریف کے گیت گاتے ہیں! مگر وہ مسیح نہیں جو جسم تھا۔ جو انسانوں میں آتا۔ اور اٹھتا بیٹھتا تھا۔ جو مریم عذرا سے پیدا ہوا تھا۔ بلکہ وہ روحانی مسیح جو عالم کا نور ہے۔ جو ہمارا ہادی اور نجات دہندہ ہے۔ جو دنیوی کثافت اور مخلوقیت کے تعلقات سے منزہ و مبرا ہے۔ ہم تیرے مقدس رسول وہادی نسطوریوس کو سچا مانتے ہیں۔ تجھے اور تیرے بیٹے اور روح القدس کو اسی کی نظر سے دیکھتے اور اسی کی ہدایت کے موافق مانتے ہیں۔ ہمیں برکت دے! ہمیں دنیا کی آلائش سے پاک کر! ہمیں دولت مندی و حکومت کی لغزشوں سے بچا! آمین!"

سب نے باآواز بلند آمین کہی اور اٹھ بیٹھے۔ اسی کارروائی پر عبادت ختم ہو گئی اور سوا چند ریاضت کیش عابدوں کے جو بڑی بڑی تسبیحیں نکال کے وظیفوں میں مشغول ہو گئے۔ سب اُٹھ اُٹھ کے باہر جانے لگے۔ مگر وہ مقتدا جس نے نماز پڑھائی اپنی جگہ پر خاموش کھڑا تھا۔ لوگوں کا ہجوم کم ہو رہا تھا۔ کہ وہی راہب جو کہن سال تازہ وارد کو جگا کے لایا تھا۔ اس امام عبادت کے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔ گویا کسی حکم کا منتظر تھا۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد اُس کا اشارہ پا کے دوڑتا ہوا اُس بوڑھے مہمان کے پاس آیا۔ اور کہا "ہمارے نائب الشیخ مقدس وی استفانوس آپ کو بلاتے ہیں۔" بوڑھا راہب یہ

مژدہ سنتے ہی اپنے معمولی سکون و متانت کے ساتھ استفانوس کے قریب گیا۔ سکے آگے سجدہ کیا اور ادب سے دست بستہ شہ نشین کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ استفانوس اتر کے اس کے پاس آیا۔ اسکے سر اور پیٹھ پر اپنا برکت کا ہاتھ پھیر کے کہا "آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ حضرت اقدس بحیرا اپنے مقررہ یوم ظہور کے علاوہ سال بھر میں کبھی کسی دن کسی شخص سے نہیں ملتے۔ آپ کو بلا رہے ہیں۔ اور آج ہی غروب آفتاب کے وظیفوں کے بعد آپ سے ملیں گے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ آپ کو طالب صادق بتاتے ہیں

نو وارد "مجھے اس خوش قسمتی پر فخر ہے"

استفانوس "حقیقت آگاہ دلی بونی فیس سے جدا ہوئے آپ کو کے دن ہوئے؟"

نو وارد "میں حضرت بونی فیس کو دفن کر کے اور آغوش لحد کے سپرد کر کے انکی آخری وصیت کے مطابق اس روحانی دربار میں حاضر ہوا ہوں۔ ان کی وفات کو تین ہفتہ ہو گئے"

استفانوس (نہایت متاثر ہو کے) "آہ! وہ مسیح کے جوار رحمت میں گئے اور اب مسیح کی بادشاہت میں ہیں۔ اہاہ! میں اب سمجھا۔ مقدس بحیرا نے اسی لئے آپ کا نام سنتے ہی فرمایا وہ بونی فیس کا ایلچی نہیں خود بونی فیس اور اُن کا قائم مقام ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی نورانی آنکھوں سے انہوں نے انطاکیہ کے اس عظیم الشان سانحے کو دیکھ لیا!"

یہ فقرہ سن کے تمام خوش عقیدہ حاضرین نہایت ہی جوش عقیدت سے چلا اٹھے "بے شک ہمارے مقدس مقتدا بحیرا ولی کامل ہیں اور یہ ان کی کرامت ہے"

استفانوس "ان کی ولایت میں کیا شک ہے؟ انہیں تمام مخفی باتوں کی خبر ہو جاتی ہے دیکھو یہاں ابھی تک کسی کو خبر نہیں ہے۔ مگر انہیں حضرت دلی بونی فیس کے سفر آخرت کی خبر ہو گئی"

ایک راہب "کیوں نہ خبر ہوتی؟ ساری دنیا میں اب ان سے بڑا کوئی ولی نہیں ہے"

اس کے بعد استفانوس نے اس راہب کی طرف دیکھ کے جو تازہ وارد مہمان کو بلا لایا تھا کہا "انوسنٹ۔ حضرت اقدس ایک گھنٹہ میں اپنے وظیفے سے فارغ ہو جائیں گے۔ اس وقت تم اِن بزرگ کو لے کے میرے حجرے میں حاضر ہو جانا"

انوسنٹ۔ (ادب سے سینہ پر ہاتھ رکھ کے اور جھک کے) "جو ارشاد ہوا!"

یہ کہہ کے استفانوس شہ نشین پر گیا۔ اور جس کھڑکی سے آیا تھا۔ اسی کو کھول کے واپس چلا گیا اور اسکے جانیکے بعد وہ کہن سال مہمان اپنے رفیق انوسنٹ کے ساتھ

اسی زیتون کے درخت کے نیچے آیا جہاں اسکی کملی بچھی ہوئی تھی۔ لیکن اس خبر کے مشہور ہوجانے سے کہ اس خانقاہ کے مقتدائے اعظم اور دنیا کے سب سے بڑے ولی کامل بحیرا نے اس تازہ وارد بوڑھے راہب کو "طالب صادق" بتایا اور اپنی وضع کے خلاف آج رات کو اسے زیارت وقدمبوسی کی عزت دی تھی ہر شخص کا خیال اس بوڑھے کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ اس پر ادب وعظمت کی نگاہیں پڑتیں لوگ دور ہی دور سے کھڑے ہو کے اس کی زیارت کرتے اور اسے انسانیت کے درجے سے مافوق خیال کرتے۔ مگر وہ بے پرواہ۔ بے فکر۔ بے اندیشہ اور خاموش اپنی خرجین کے پاس بیٹھا تھا۔

زیارت

اگرچہ اس وقت ادھ کٹا چاند افق مشرق سے بلندی پر چمک رہا تھا۔ اور اس کی روشنی نے زیتون کی پتیوں میں سے چھن چھن کے زمین پر ایک نورانی مشجر کا قالین بچھا دیا تھا۔ مگر پھر بھی اندھیرا تھا۔ جسے دیکھ کے انوسنٹ نے پھر ایک بار اس بات کی کوشش کی کہ بوڑھے مہمان کا بچھونا یہاں سے اٹھا کے اپنے مہمان خانے یا خانقاہ کے کسی حجرے میں بچھا دے۔ اور کہا "اب رات کو یہاں سونا مناسب نہیں۔ کیڑے مکوڑوں کا ڈر ہے۔ یہاں سردی بھی زیادہ ہوگی۔ اور آپ کے ایسے طالب صادق کا یہاں رہنا ہمارے اور ہماری خانقاہ کے حق میں باعث بدنامی ہوگا۔ لوگ کہیں گے کہ ایسے محترم بزرگ کی خدمت نہ کر سکے"۔

مہمان۔ (تامل کے بعد اور ناگواری کی آواز میں) "مجھے نہ کسی چیز کا اندیشہ ہے اور نہ کسی بات کی تکلیف اور جب میں اپنی خوشی سے یہاں رہوں گا تو خانقاہ کی بھی بدنامی نہیں"۔

یہ جواب ایسی ناگواری کے ساتھ دیا گیا تھا کہ انوسنٹ کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ خاموش واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اس شخص نے خرجین کھول کے چار خرمے کھائے۔ لوٹے سے پانی پیا۔ اور دو زانو بیٹھ کے عبادت و روحانی ریاضت میں مشغول ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد اس نے آہستہ آہستہ "او مسیحا" کی ضربیں لگانی شروع

کی تھیں کہ انوسنٹ نے آکے کہا "ایک گھنٹہ ہو گیا۔ ولی استفانوس کے پاس تشریف لے چلیے"۔

بوڑھے طالب صادق نے اس کا جواب تو کچھ نہیں دیا۔ مگر چند منٹ میں سلسلہ عبادت کو ختم کر کے خاموشی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور انوسنٹ کے ہمراہ چاند کی روشنی میں خانقاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی عالیشان سہ منزلی عمارت گرجے کے پاس ہی تھی۔ قریب پہونچا تو اس میں سے مختلف قسم کی ریاضتوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بعض راہبوں کی وظیفہ خوانی سے شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے کی سی دھیمی اور مسلسل آوازیں آرہی تھیں۔ بعض زبور کی مناجاتیں بلند آواز سے گا رہے تھے بعض بڑے زور و شور سے "حضرت مسیح" "روح القدس" اور دیگر حواریوں اور ولیوں کے ناموں کی ضربیں لگا رہے تھے۔ ان آوازوں کو سن کے جہان دیدہ بوڑھے نے دل میں کہا "یہ علم روحانی اور خداشناسی کی اچھی تعلیم گاہ معلوم ہوتی ہے۔ بیشک اب اگر کچھ حق پرست ہیں تو انہیں نسطوریوں میں ہیں۔ باقی سارے مسیحی تو ریاکار اور ہوا و ہوس کے بندے نظر آئے۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں جس چشمۂ ہدایت کی جستجو میں مارا مارا پھرتا ہوں وہ مجھے یہاں مل جاتا۔ لیکن امید تو قوی ہے کہ ابدی زندگی بخشنے والے آبحیات کا چشمہ یہیں ملے گا۔ اور ولی بونی فیس کا کہنا اگر پورا ہوا تو میں محروم نہ رہوں گا"۔

دل سے اتنی باتیں کہنے پایا تھا کہ خانقاہ کے پہلو میں ایک دروازے پر رک کے انوسنٹ نے کہا "ادھر چلیے۔ یہ زینہ ہے۔ جو خانقاہ کے عام حجروں سے الگ ہی الگ سیدھا اوپر تک چلا گیا ہے۔ دوسری منزل پر نائب الشیخ استفانوس کا حجرہ ہے اور تیسری منزل پر ہمارے حضرت اقدس تشریف رکھتے ہیں میں آپ کو نائب الشیخ کی خدمت میں پہونچائے دیتا ہوں۔ وہ جب مناسب سمجھیں گے۔ آپ کو اوپر حضرت شیخ کی درگاہ میں لیجائیں گے۔ مگر مجھے اپنی آنکھوں اور پیشانی کا ایک بوسہ لے لینے دیجئے۔ اس لئے کہ یہ مبارک آنکھیں حضرت اقدس کا جمال اطہر دیکھیں گی۔ اور یہ خوش نصیب پیشانی ان کی چوکھٹ کو مس کرے گی"۔ یہ کہتے ہی بلا انتظار جواب اس نے اپنے بوڑھے ساتھی کی آنکھیں اور پیشانی چوم لیں۔

اور اسے لے کے زینے پر چڑھنے لگا۔

پہلی منزل پر نائب الشیخ دی استفانوس سے ملاقات ہوئی۔ جو اسکے منتظر ہی تھے۔ بڈھے سیاح نے قدمبوسی کا ارادہ کیا تو استفانوس نے پکڑ لیا اور اس کا جھریوں بھرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کے کہا۔" خود مجھے آپکے قدم چومنے چاہئیے اور مجھے اس بات کا فخر ہے کہ ان آنکھوں کو ایک ایسے جویائے حق کی زیارت ہوئی۔ جسے ہمارے حقیقت شناس مرشد" طالب صادق" فرماتے ہیں بس اب دیر نہ کرنی چاہیئے۔ حضرت اقدس آپکے منتظر ہیں" یہ کہہ کے اس نے خادم راہب انوسنٹ سے کہا۔" تم یہیں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں"۔ اور بوڑھے جویائے حقیقت کیساتھ اپنے حجرے سے نکل کے زینے پر چڑھنے لگا۔ دس بارہ زینے طے ہوئے تھے کہ ٹھہر گیا اور بوڑھے ہمراہی کے کان میں کہا" آپ یہاں ذرا توقف فرمائیں میں دیکھ آؤں کہ حضرت اقدس کیا کر رہے ہیں"۔ پھر جوتیاں اتار کے نہایت آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا دو زینے اوپر چڑھا اور داہنی طرف ایک چھوٹی سی کھڑکی میں غائب ہوگیا۔ دو تین منٹ کے بعد اسیطرح آہستہ آہستہ واپس آیا اور بوڑھے نووارد کے کان میں کہا" تشریف لے چلئے مگر اس کا خیال رہے کہ عبادت و ریاضت اور خلوص و تنہائی نے حضرت مرشد کو نہایت ہی نازک دماغ بنا دیا ہے۔ بلند آواز کی ذرا بھی تاب نہیں لاسکتے۔ چلنے میں احتیاط رکھیے گا کہ پاؤں کی چاپ نہ سنی جائے اور گفتگو بھی بہت آہستہ کیجیے گا"۔

نووارد۔ (اسی طرح کان میں)" مجھے خود ہی اس کا خیال ہے"۔ اب اس نئے مشتاق زیارت نے بھی نعلین اتار ڈالیں اور دونوں ننگے پاؤں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اس کھڑکی میں داخل ہوئے۔ جہاں ہمارے طالب صادق نے شوق و اضطراب کی نگاہوں سے دیکھا کہ ایک وسیع حجرہ ہے جسکی چاروں دیواروں میں چار بڑی بڑی سیاہ صلیبیں بنی ہوئی ہیں اور ان کی گہری چمکتی ہوئی سیاہی ایک مہیب اثر کے ساتھ آنکھوں سے گھس کے دل و دماغ پر چھائی جاتی ہے۔ کھونٹی پر ایک بڑی موٹے موٹے دانوں کی تسبیح لٹک رہی ہے جس میں دانوں کے مناسب مقدار کی ایک چوبی صلیب ہے۔ زمین پر کھجور کی چٹائی کا فرش ہے۔ اور اس پر ایک جانب ایک سیاہ کملی پر ایک نہایت ہی بوڑھا پیر فانی اپنے لمبے لمبے سفید بالوں

کے غلاف میں لپٹا ہوا اسی طرف رخ کئے بیٹھا ہے۔ اور اس کی تیز اور نورانی آنکھیں چنگاریوں کی طرح چمک رہی ہیں۔ گویا کسی شعلۂ وحدت میں جلے ہوئے کی راکھ کا ڈھیر ہے۔ جس پر عرفان کی دو شمعیں چمک رہی ہیں۔ سر برہنہ ہے اونٹ کے بالوں کا ایک خاکستری کرتا جسم میں ہے اور ایک سیاہ لنگی پاؤں میں لپٹی ہوئی ہے۔ نووارد پیر کہن سال کے دل پر اس مقدس و محترم صورت کا جو نور تقدس سے ایک خیالی پیکر نور معلوم ہوتی تھی۔ بڑا اثر پڑا اور بے اختیاری کے جوش سے اس کے سامنے زمین پر گر کے سجدہ کرنے لگا۔ اس پیر فانی نے جو کہ اس عہد کا مشہور ولی بحیرا تھا اس کی اس حرکت کو ناگواری کی نظر سے دیکھ کے کہا "مخلوق کا سجدہ نہ کرو! اور آگے آؤ" اب مشتاق زیارت نے آگے بڑھ کے اس کے خشک اور سوکھے ہوئے قدم چومے۔ ادب سے سر جھکا کے دو زانو بیٹھ گیا۔ اور پھر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ نائب الشیخ استفانوس اُسے اس نازک اور خوفناک مقام میں تنہا چھوڑ کے چلا گیا ہے۔

نووارد مہمان کو خاموش دیکھ کے بحیرا نے کہا "مجھے تمہارے مرشد بونی فیس کے وصال کی خبر سن کے بڑا افسوس ہوا۔ وہ دنیا میں غنیمت تھے۔ اور اس پر فتن زمانے میں پھر ایسے ولی کے پیدا ہونے کی امید نہیں"۔

مہمان: "میں تو اُن کا ایک ادنےٰ خادم تھا۔ خدا نے ایسی حقیقت بین نظر ہی نہیں دی ہے کہ عالم معرفت میں ان کا درجہ دیکھ سکوں حضرت ہی ان کا اصلی مرتبہ اور درجہ جان سکتے ہیں۔ ع۔ ولی را ولی می شناسد"۔

بحیرا: "وہ میرے دوست تھے۔ مدرسۂ حقیقت شناسی میں ہم دونوں ایک ساتھ شریک ہوئے تھے اور دونوں کا مذاق ایک ہی ساتھا"۔ اتنا کہہ کے بحیرا رک گیا۔ اس لئے کہ ضعف نے زبان روک دی اور وہ سستانے پر مجبور تھا۔ جب ذرا سکون ہو لیا تو کہا "خیر اب بتاؤ کہ بونی فیس نے تمہیں کس لئے میرے پاس بھیجا ہے؟"

مہمان: "حق کی جستجو اور اس قلب غیر مطمئن کو اطمینان دلانے کیلئے میں نے دس سال تک ان کی خدمت کی۔ وہ مجھے اپنے تمام مریدوں سے زیادہ عزیز رکھتے

تھے اور مجھے سچا جویائے حقیقت جانتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میری آرزو ان کی خدمت میں بھی پوری نہ ہوئی تو اپنے وصال سے ایک مہینہ پہلے مجھے حکم دیا کہ اب تو بُصرے کے شیخ طریقت بحیرا کے پاس جا۔ اس لئے کہ آج کل کی ساری دنیا ظلمات ہے۔ اور اس ظلمات میں جس شمع کی روشنی میں تجھے نجات کے آبحیات کا چشمہ مل سکتا ہے وہ بُصریٰ میں روشن ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ آپ کو ان کا سلام پہونچا دوں۔

بحیرا۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "خیر۔ ان کے سلام کے جواب میں تو میں ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ مگر تم اپنی کیفیت بیان کرو کہ کون ہو؟ کیونکر اور کس بات کی آرزو دل میں لئے ہوئے ان کے پاس آئے تھے؛ اور وہ کون سی تمنا تھی جس میں ناکام رہے؟"

کہن سال مہمان۔ "حضرت اس غلام کی سرگزشت بہت ہی لمبی اور ناکامیوں اور نامرادیوں کا بے لطف و بے نتیجہ طومار ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حضور اُسے سُن کے پریشان ہوں۔"

بحیرا۔ "نہیں میں شوق سے سنوں گا۔ تم بیان کرو۔"

جویائے حق

دنیا کے اتنے بڑے مقتدا اور ولی کامل کو اپنے حال پر مہربان اور اپنی پُر اسرار زندگی کا جویا دیکھ کے کہن سال بوڑھے نے اپنی سرگزشت بیان کرنا شروع کی کہ:۔

"حضور میں علاقہ رام ہرمز کے شہر جیز کا (جو موجودہ اصفہان کے قریب تھا) رہنے والا ایک پارسی نژاد شخص ہوں۔ میرا اصلی نام "ماہ بہ" ہے اور میرے والد کا نام بودخشان تھا جو اپنے گاؤں کے دہقان (سردار) تھے اور اپنے آپ کو آل ساسان میں سے اور موجودہ تاجدار فارس کا رشتہ دار بتاتے تھے۔ عقیدے اور مذہب کے اعتبار سے اپنی قوم اور اپنے وطن کے تمام لوگوں کی طرح وہ مجوسی تھے اور اپنے دین کا اس قدر پاس و لحاظ تھا کہ باوجود گاؤں کی حکومت سے بے پرواہ ہو کے شہر جیز کے مشہور پرانے آتش کدے کی خدمت کرنا اپنا فرض قرار دے لیا تھا۔

اور نہایت ہی اہتمام پابندی اور جوش عقیدت کے ساتھ آگ اور اجرام فلکی کی پرستش کیا کرتے۔

میں ان کا اکلوتا ناز پروردہ بیٹا تھا۔ مجھے بہت ہی عزیز رکھتے اور اس کو بھی گوارا نہ کرتے کہ مجھے باہر کی ہوا لگے۔ چنانچہ مجھے انہوں نے لڑکیوں کی طرح گھر میں بٹھا کے پالا۔ نہ کہیں آنے جانے دیتے اور نہ کسی سے ملنے جلنے دیتے گھر کے اندر ہی میں نے زبان فارسی حاصل کی اور اپنے خاندانی مذہب زرتشتی کے عقائد کی تعلیم پائی۔ اور اپنے باپ کے ساتھ میں بھی آتش کدے میں جا کے اُس آگ کی پرستش کیا کرتا جو کبھی نہ بجھتی تھی اور ہمیشہ روشن رہا کرتی۔ یہانتک کہ میں آگ کا اچھا پوجاری ہو گیا۔ اور اس قابل ہوا کہ اپنے باپ کے بعد میں ہی آتشکدے کا خادم منتخب کیا جاؤں۔

والد نے اپنے خاندان کی خبرگیری کے لئے تھوڑی سی کھیتی کر رکھی تھی جس کی دیکھ بھال کے لئے انہیں اکثر آنا جانا پڑتا۔ اتفاقاً انہوں نے ایک مکان بنوانا شروع کیا اور اب اس زیر تعمیر مکان کی مرمت کی نگرانی بھی کرنا پڑی جس کی وجہ سے کھیتوں کی دیکھ بھال میں کمی ہوئی اور اندیشہ ہوا کہ بے پروائی سے کھیتوں کی فصل خراب نہ ہو جائے۔ پہلے تو وہ اس دشواری کو خاموشی سے ٹالتے رہے۔ لیکن آخر معلوم ہوا کہ اگر اور چند روز کھیتوں کی طرف توجہ نہ کی گئی تو وہ غارت ہو جائیں گے اس مجبوری سے انہوں نے ایک دن مجھ سے کہا کہ "میں تو مکان کی مرمت میں پھنسا ہوا ہوں تم ذرا جا کے کھیتوں کو دیکھ آؤ۔ مگر دیکھو جلدی واپس آجانا۔ اگر تمہیں دیر لگی تو میں اور تمہاری والدہ پریشان ہوں گے۔" باپ کا یہ حکم سن کے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اس لئے کہ جس قدر میں باہر کی آمد و رفت سے روکا گیا تھا۔ اسی قدر مجھے باہر کی سیر کا شوق تھا۔ کپڑے پہنے اور خوشی خوشی کھیتوں کی طرف روانہ ہو گیا۔

راستہ میں مجھے ایک نئی وضع کا بڑا مکان نظر آیا۔ جو مسیحیوں کا گرجا تھا۔ اور اتفاقاً اس وقت عیسائی لوگ ہر طرف سے آ آ کے عبادت کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ مجھے ان کا جوش عقیدت سے آنا۔ اور ادب و تعظیم سے اس مکان میں جانا

اچھا معلوم ہوا۔ سیر دیکھنے کیلئے میں بھی ان کے ساتھ اس گرجے میں چلا گیا۔ وہ لوگ اپنی اس عبادت گاہ میں مجھ سے بہت ہی اچھی طرح پیش آئے۔ ان کے مقتدا نے مجھے محبت اور پیار سے اپنے پاس بٹھایا میری تسلی و دلدہی کی اور کہا ہمارے عبادت خانے کے دروازے ہر شخص کے لئے چاہے کوئی ہو کسی حیثیت کا ہو اور جس کیش و آئین کا ہو ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ اس بات کو میں نے تعجب سے دیکھا اور پسند کیا۔ ہم اپنے آتش کدوں میں کسی غیر کو آنے نہ دیتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ غیر مذہب لوگوں کے آنے سے ہمارا عبادت خانہ ناپاک ہو جائے گا اور ہم پر آتش پاک نہاد کا غضب ہو گا۔

غرض میں نے مسیحیوں کو اُن کے گرجے میں عبادت کرتے دیکھا اور ان کے طرز عبادت اور ان کے دلی جوش عقیدت کو حد سے زیادہ پسند کیا۔ عبادت کے بعد بھی ان میں سے کئی آدمی اور ان کا مقتدا مجھ سے باتیں کرتے اور مجھے اپنے عقیدے اور اعمال و عبادات بتاتے اور سمجھاتے رہے۔ انہوں نے انجیل کی بہت سی عبارتیں سنا کے مجھے سمجھائیں اور میں ان کے سراپا محبت و خلوص اخلاق سے ایسا مسرور و محظوظ ہوا کہ بجائے باپ کی کھیتی کا معائنہ کرنے کے شام تک انہیں لوگوں میں بیٹھا رہا۔ ان کا دین مجھے اس پہلی ہی صحبت میں اس قدر سچا اور اچھا معلوم ہوا کہ دل گواہی دینے لگا کہ عالم آخرت میں اگر گناہوں سے نجات مل سکتی ہے تو اسی دین کے ذریعہ سے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ "تمہارے اس دین کا اصلی مرکز کہاں ہے؟" انہوں نے کہا "ارض یہوداہ" میں نے ذرا سوچ کے پوچھا "اگر یہاں کا کوئی شخص اس سچے دین کو حاصل کرنا چاہے تو کیا کرے؟ اور کہاں جائے؟" انہوں نے بتایا کہ "وہ ملک شام میں چلا جائے" اس لئے کہ ساسانی قلمرو میں اس کی قطعی ممانعت تھی کہ کوئی پارسی شخص جو دین زرتشتی کا پیرو ہو عیسائی نہ بنایا جائے اور اگر ایسا کبھی ثابت ہو جاتا تو وہ عیسائی ہونے والا اور اس کو عیسائی کرنے والا دونوں نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کر ڈالے جاتے۔

اب شام ہو گئی تھی اور مجھے خیال آیا کہ والد میرے غائب رہنے سے بہت پریشان ہو نگے۔ گھبرا کے گرجے سے باہر نکلا اور گھر کی طرف جا رہا تھا کہ راستہ میں مجھے

اپنے والد کے چند خدام و احباب ملے جو میری تلاش میں دیر سے مارے مارے پھرتے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ جب مجھے دیر ہوئی تو انہوں نے میری تلاش میں چاروں طرف آدمی دوڑائے۔ ان سے یہ سُن کے میں ڈرتا ہوا گھر پہونچا۔ اور والد نے میری صورت دیکھتے ہی کہا۔ "تم کہاں جا کے بیٹھ رہے تھے کہ مجھے اور سارے گھر کو پریشان کر دیا! اور لوگ تمہاری تلاش میں خدا جانے کہاں کہاں مارے مارے پھر رہے ہیں۔"

مجھے چونکہ جھوٹ بولنے کی عادت نہ تھی ان سے صاف صاف بیان کر دیا کہ "میں کھیتوں تک نہیں پہونچ سکا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ راستہ میں مجھے عیسائیوں کا ایک گرجا ملا۔ جس میں وہ لوگ عبادت کر رہے تھے۔ سیر کرنے کے لئے میں ان کے گرجے میں چلا گیا اور ان لوگوں سے ملا مجھے ان کی عبادت کا طریقہ بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔ اور ان سے گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ انسان کو نجات کا راستہ انہیں کے ذریعے سے مل سکتا ہے۔" والد نے کہا "بیٹا یہ تمہاری ناتجربہ کاری ہے۔ بھلا تمہاری قوم اور تمہارے آباؤ اجداد کے دین سے اچھا کوئی دین ہو سکتا ہے؟ ہمارا دین ان کے مذہب سے بہت اچھا ہے" میں نے ضد کے لہجے میں کہا "میں تو ہرگز نہ مانوں گا۔ ان لوگوں میں جو خلوص ہے اور جیسی پاک دلی و تہذیب سے وہ عبادت کرتے ہیں۔ ہمارے پارسیوں میں اس کا عُشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔"

میرا یہ جواب سنتے ہی والد کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ کمسن لڑکا عیسائی ہو کے میرے ہاتھ سے جائے۔ حکم دیا کہ میں پھر کبھی عیسائیوں سے نہ ملوں۔ میں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کیا۔ تب انہوں نے مجھے گھر میں قید کر دیا اور میرے پاؤں میں زنجیریں ڈال دیں۔ ان کے اس تشدد نے مجھ میں اور ضد پیدا کر دی اور دل میں ٹھان لی کہ جستجوئے حق سے روکنے میں ایسا ہی جبر ہے تو میں ماں باپ اور گھر بار سب کو چھوڑ دوں گا۔ وطن کو خیرباد کہہ دوں گا۔ اور اطمینان کے ساتھ اس کا پتہ لگاؤں گا کہ حق کہاں اور کن لوگوں سے مل سکتا ہے۔ اور اگر ملک شام میں بھی نہ ملا تو ساری دنیا کی خاک چھانوں گا اور جس طرح بنے گا معاد و نجات کے معاملے میں اپنے دل کو مطمئن کر دوں گا۔

میری خوش قسمتی سے اس اسیری کے زمانے میں چار پانچ ہم سن دوستوں اور بچپن کے رفیقوں کو مجھ سے ہمدردی ہو گئی۔ جن کو والد نے مجھ سے ملنے کی اجازت تو اس لئے دی تھی کہ وہ بحث مباحثہ کر کے مجھے قائل و معقول کریں اور میرے دل کو مسیحیت کی طرف سے پھیر دیں۔ مگر ان سے روز روز لڑنے جھگڑنے اور بحث کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں بعض متعصب دوست میرے جانی دشمن اور میرے خون کے پیاسے ہو گئے وہاں دو ایک میرے ہم خیال بھی ہو گئے۔ جنہیں یقین آ گیا کہ میں ہی حق پر ہوں۔ اور انہوں نے اکیلے میں مجھ سے ہمدردی اور ہر قسم کی مدد دینے کا وعدہ کیا۔ میں نے ان سے کہا "اگر تمہیں میرے ساتھ دلی محبت ہے اور سچی ہمدردی ہے تو میرا اتنا کام کر دو کہ کسی دن چھپ کے اسی گرجے میں نصرانیوں کے مقتدا سے جا کے ملو اور میرا پیام پہونچا دو کہ مجھے تمہارا دین اچھا اور برحق معلوم ہوا جس کی وجہ سے میں عذاب میں مبتلا ہوں اور زنجیروں میں باندھ کے بٹھا دیا گیا ہوں مگر دل میں یہی ٹھان لی ہے۔ کہ جس طرح بنے گا۔ حق کی جستجو کروں گا آپ لوگ میرے حال پر اتنی مہربانی کریں کہ جس دن کوئی شام کا قافلہ جانیوالا ہو مجھے پہلے سے خبر کر دیں تاکہ آزادی کا پورا بندوبست کر کے میں آپ کے پاس چلا آؤں اور اسی قافلہ کے ساتھ ارض شام کی راہ لوں"۔ میری اس درخواست کو مقتدائے نصاریٰ نے قبول کیا اور وہ لوگ نہایت ہی مستعدی سے میری مدد اور کفالت کے لئے تیار ہو گئے۔ قافلے کی روانگی سے تین دن پہلے انہیں ہمدرد دوستوں کے ذریعے مجھے قافلہ کی تیاری کی خبر کر دی۔ انہوں نے اسی قدر نہیں کیا۔ بلکہ ایک سوہن ایک سنی اور ایک لوہا کاٹنے کی قینچی چھپا کے میرے پاس بھیج دی تاکہ موقع پا کے میں اپنے پاؤں کی زنجیروں کو کاٹ سکوں اور کہلا بھیجا کہ "پرسوں کے عوض کل ہی یعنی قافلے کے روانہ ہونے سے ایک دن پہلے ہی تم نکل آؤ ہمارے جانباز مسیحی تمہارے مکان کے ارد گرد موجود رہیں گے۔ تاکہ جیسے ہی گھر سے نکلو تمہیں اپنی حفاظت میں لے کے قافلے تک پہونچا دیں۔

ان کا یہ پیغام سنتے ہی میں خدا کا شکر بجا لایا اور دل میں کہا کہ اب میں آزادی کے ساتھ دنیا کی خوب سیر کروں گا۔ اور جو زندگی لڑکیوں کی سی خانہ نشینی میں گذر رہی ہے

اس کا خوب ہی معاوضہ ہو جائے گا۔ سچ یہ ہے کہ بچپن میں مجرموں کی طرح قید رہنے کی وجہ سے مجھ میں سیر و سیاحت کا ایسا حد سے گزرا ہوا شوق پیدا ہو گیا تھا کہ اپنے شوق کو میں کسی طرح ضبط ہی نہ کر سکتا تھا۔ چاہتا تھا کہ چڑیا بنوں اور درختوں پر اڑتا پھروں اور جب اس شوق میں جستجوئے حق اور شاہراہ نجات کی دھن بھی پیدا ہو گئی تو پھر مجھے کون روک سکتا تھا؟

جس رات کو مجھے مقتدائے نصاریٰ کا پیام اور اپنی بیڑیاں کاٹنے کے آلات ملے ہیں۔ اسکی صبح میرے لئے عجب کشمکش کی صبح تھی۔ اس وقت میری عمر پندرہ سال سے زیادہ نہ تھی ایک خوش رُو و خوش جمال لڑکا تھا اور اس وقت کا سادہ دل مختلف اور متضاد جذبات سے لبریز ہو رہا تھا۔ ایک طرف سیاحت و حق جوئی کا شوق بیتاب و بیقرار کئے ہوئے تھا۔ جی چاہتا کہ اسی گھڑی زنجیریں کاٹ کے بھاگ کھڑا ہوں۔ دنیا کے خوبصورت مناظر۔ پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیاں۔ وادیوں کے پھولوں سے بھرے ہوئے دامن۔ مرغزاروں کے مسطح و بے شکن فرش زمردیں آزاد اور پھرتیلے وحشیان صحرا چوپائے اور ہر ہر گلبن پر بیٹھ کے داستان عشق چھیڑنے والے طیور میری آنکھوں کے سامنے پھر رہے تھے۔ اور انہیں وادیوں کے اندر مجھے نجات اور فلاح آخرت کی سیدھی خوشنما اور روشن سڑک دنیوی خیالات و تشبیہات کے جامے میں نمودار دکھائی دیتی تھی لیکن جب ماں کی محبت بھری صورت، باپ کی سختیوں کی شکل میں نمایاں ہونے والی شفقت، یاد آتی دل ہچکچانے لگتا۔ قدم کو ایک لغزش سی ہو جاتی۔ پیارے عزیزوں دوستوں وطن کی دلچسپیوں اور ان تمام چیزوں کے چھوٹنے کا خیال کر کے جو بچپن سے آشنا ہو رہی تھیں جی بھر آیا۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے اور ہمت ہارا ہوا افسردہ دل کہتا۔ "پھر کیا کرو گے اس سفر سے باز آجاؤ"۔ لیکن جستجوئے حق کا شوق پھر عجیب ولولے اور بیتاب کر دینے والے جوش کے ساتھ دل میں پیدا ہوتا اور پژمردہ دل ترو تازہ ہو کے کہتا۔ "چلو بھی! کہاں کا گھر؟ اور کہاں کے عزیز؟ عقبیٰ میں کوئی کام نہ آئیگا۔" وحشت و دوری کی ہوا کھانے کی آرزو اور شہروں شہروں کی خاک چھاننے کی تمنا چھوڑ بھی دی جائے تو جستجوئے حق کا تقاضا کیوں ملنے لگا تھا؟

غرض سارے دن سینے کے میدان خیال میں ایسے ہی طوفان آتے رہتے

اور ایسی ہی جوابی ہوائیں چلا کیں۔ مگر شام ہوتے ہوتے وہ سب خیالات نسیاً منسیاً ہوگئے اور میں سفر کے لئے تیار تھا۔ رات کو جب گھر میں سب لوگ کھاپی کر سو چکے میں نے اپنی زنجیروں کو کاٹا آزاد ہونے کے بعد آہستہ آہستہ جاکے میں نے اپنے پیارے والدین کی سوتی ہوئی صورتیں دیکھیں۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں اُن سے رخصت ہوا۔ پھر ڈیوڑھی میں آکے چپکے سے باہر کا دروازہ کھولا۔ باہر نکل کے اُسے پھر آہستہ سے بھیڑا۔ اور اس طرح بھاگا جیسے وحشت کھاکے اور بھڑک کے کوئی چڑیا اپنے آشیانے سے اڑ جاتی ہے۔

تھوڑی ہی دور پر مجھے وہ مسیحی مل گئے۔ جنہیں نصرانیوں کے مقتدا نے بھیجا تھا اور میری مدد کے لئے وہ مکان کے آس پاس لگے ہوئے تھے۔ میری صورت دیکھتے ہی وہ عجیب خلوص اور سچی محبت کے جوش سے لپٹ گئے پھر میری پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور میں ہزار کہتا رہا کہ میں خود اپنے پاؤں سے چلوں گا مگر وہ مجھے گود میں اٹھا کے لے بھاگے اور مقتدائے نصاریٰ کے گھر پہونچا دیا۔ جنہوں نے میرا منہ چوما۔ میری پیٹھ پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ میرے گھبرائے ہوئے اور زور زور سے اچھلنے والے دل کو تسلی دی اور کہا "اب دیر لگانے کا وقت نہیں ہے صبح ہوتے ہی گرجے خانقاہ اور سارے مسیحیوں کے گھروں کی تلاشی شروع ہو جائے گی اور جب قافلہ روانہ ہوگا۔ تو اس کی بھی نہایت سختی کے ساتھ تلاشی لی جائے گی۔ اس لئے مناسب ہے کہ (اُن لوگوں کی طرف مخاطب ہو کے جو مجھے لائے تھے) اسی وقت مریم عذرا کے اس روشن دل فرزند کو جو دراصل ہمارے ہاتھ میں خداوند مسیح کی ایک نہایت ہی قیمتی امانت ہے حفاظت اور اطمینان کے ساتھ ایسی جگہ پہونچا دو جہاں تک دشمنوں کا ہاتھ نہ پہونچ سکے"!

اس کے جواب میں میرے لانے والے نے کہا "آپ جہاں حکم دیں۔ ہم اسی وقت پہونچا دیں گے"!

مقتدا۔ میری رائے میں اسی وقت ان صاحبزادے کو راہبوں کے بالکوں کا سادہ فقیرانہ لباس پہنا دیا جائے۔ اس کے بعد میرے دو گدھے موجود ہیں ایک پر تم سوار ہو اور ایک پر انہیں سوار کراؤ۔ اور اس شہر کو خیرباد کہہ کے روانہ ہو اسی وقت

کوچ کر کے صبح ہوتے ہوتے مقام مُرش قور میں پہونچ جاؤ۔ جو یہاں سے بارہ تیرہ فرسخ کی مسافت پر درۂ ہزار مانی کے اندر واقع ہے اور جہاں شاہی قافلہ یہاں سے کوچ کر کے پہلا پڑاؤ ڈالتا ہے۔ قافلہ کل شام کو یہاں سے روانہ ہوگا۔ میں قافلہ سالار سے جو ایک فنیقی مسیحی اور میرا دوست ہے کل ملکے کہہ دونگا۔ کہ وہاں ان کو اپنے ساتھ لے لے اور انہیں پوری حفاظت سے دمشق میں پہونچا دے۔ مُرش قور میں پہلے تم اکیلے جا کے اس سے ملنا اگر وہ اپنا اطمینان ظاہر کرکے انہیں بلائے تو انہیں لیجا کے اس کے سپرد کر دینا۔ اور اگر وہ اس منزل میں بھی کچھ کھٹکا بتائے تو تم قافلے سے الگ ہی الگ اور ایک منزل آگے چلے جانا بس پھر وہاں کوئی کھٹکا نہ رہے گا۔ اور وہ فنیقی قافلہ سالار بڑی خوشی سے انہیں اپنے ساتھ لے لے گا۔"

یہ تجویز بتانے کے بعد اس نصرانی مقتدا نے اپنے خیال کے مطابق میرے کپڑے بدلوائے اور مجھے مسیحی راہبوں کا ایک نوعمر مرید بنا دیا۔ دونوں گدھے منگوائے اور بغیر اس کے کہ مجھے وہاں دم بھر بھی ٹھہرنے کا موقع دے۔ رخصت کر دیا اور ہم دونوں مُرش قور کی طرف روانہ ہوئے۔

مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ گھر سے میں اپنے ساتھ کچھ روپیہ پیسہ نہیں لایا تھا۔ اس مسیحی مقتدا نے مجھے کافی مقدار میں سونا چاندی اور کچھ ایرانی دینار دے دیئے تھے مگر ان دیناروں سے زیادہ کارآمد غیر مسکوک سونا اور چاندی ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ اسی کا چلن زیادہ تھا اور سلطنتوں کے بدلنے سے ان کی قیمت میں کچھ فرق نہ آتا تھا زادراہ کے طور پر تھوڑی سی آٹے کی ٹکیاں اور پنیر اور ایک تھیلی میں ستو اور بھنے ہوئے چاول بھی انہوں نے ساتھ کر دئے۔

اس طرح گھر سے نکلتے ہی میں نے غریب الوطنی کے میدان میں قدم رکھا اور مُرش قور کی راہ لی اور چونکہ قافلہ والوں کی تلاشی حیرہ ہی میں ہو چکی تھی اس لئے اب یہاں کوئی اندیشہ نہیں باقی تھا۔ قافلہ سالار نے مجھے شفقت اور محبت کے ساتھ لے لیا۔ اور میں اس مسیحی رفیق کو خوشی سے رخصت کر دیا جو میری حفاظت و رہبری کے لئے یہاں تک آیا تھا۔

مختلف خانقاہوں کی سیر!

کوئی دو مہینے کی صحرانوردی کے بعد میں دمشق میں پہونچا جو شام کا دارالسلطنت ہے۔ وہاں کاروان سرا میں شہر کے ایک ایک سے پوچھنے لگا کہ یہاں مسیحیوں کا سب سے بڑا مقتدا کون ہے۔ لوگوں نے لیفوس نام ایک بڑے اسقف اور راہب کا نام بتایا۔ جس کی جانب سے شہر میں بڑے جوش و خروش سے مانطنوس کے مذہب کی تبلیغ ہو رہی تھی اور اس کے سامنے دوسرے مسیحی فرقوں کا بازار سرد پڑ گیا تھا میں نام سنتے ہی اس کے پاس گیا اپنا حال بیان کر کے دلی جوش ظاہر کیا اور اس کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔ اور خاص اس کی خدمت پر مامور ہوا۔ میں نے ایسی اطاعت و ریاضت کی کہ وہ مجھ سے بہت خوش ہوا۔ اور سچ یہ ہے کہ ابتداءً میرے دل کو بھی اس کی باتوں سے نہایت ہی اطمینان ہوا اور وجہ یہ تھی کہ لیفوس کے عقیدے کے مطابق راہبوں اور اسقفوں کی کسی پر حکومت نہ تھی۔ سب پیروان ملت یکساں اور ایک ہی درجے پر تھے ریاضت و نفس کشی ہر شخص کے لئے یکساں فرض تھی۔ اس لئے کہ مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی میں جس کا خیال پہلے پہل انہیں لوگوں نے پھیلایا تھا۔ بغیر نفس کشی کے کسی کی رسائی نہ ہو سکتی اور اس میں رسائی پانا نجات کے لئے ضروری تھا کچھ اپنے اصلی مذہب کے اصول کے ذہن نشین ہونے کی وجہ سے اور کچھ اس لئے کہ دنیا کو میں حقیر و ذلیل سمجھتا تھا ان لوگوں کی سب باتیں مجھے بہت اچھی معلوم ہوئیں اس لئے کہ مانطنوس نے اگرچہ اپنے آپ کو فارقلیط بتایا تھا جس سے خودنمائی و خود پرستی کی ذرا بو آتی تھی مگر اس کی مسیحیت یہ تھی کہ نفس کشی ہر شخص پر فرض ہے۔ اسقفوں اور راہبوں کی حکومت دین کے خلاف ہے۔ ریاضت کے لئے کسی کی تخصیص نہیں۔ ہر زن و مرد کو راہب و کاہن بن جانا چاہیئے۔ شرع کی پابندی ان میں بہت ہی بڑھی ہوئی تھی۔ توبہ ان کے عقیدے میں غیر مقبول تھی۔ شادی کی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ ایک برائی ہے جس سے انسان کو مفر نہیں۔ نکاح ثانی مرد و عورت دونوں کے لئے حرام کاری و زنا کے حکم میں تھے۔ ان اصول و عقائد کو میں نے بہت ہی پسند کیا۔ اور ایسے خلوص دل سے خدمت کی کہ چند ہی

روز میں لینوس کا رازدار بن گیا۔ ان لوگوں کے عقیدے میں انبیا کے مبعوث ہونے کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اپنی کئی عورتوں اور متعدد مردوں کو وہ پیغمبر برحق جانتے تھے جن میں لینوس کا بھی شمار تھا۔ اس کے دعوٰی نبوت کو میں دل سے نہ مانتا تھا۔ مگر پھر بھی اس کی بہت ہی عزت کرتا اور اس کے اشارے پر چلتا تھا۔

لیکن جب میں اس سے زیادہ ملا جلا اور محرم اسرار ہو گیا تو نظر آنے لگا۔ کہ لینوس ظاہر میں جس قدر اچھا نظر آتا ہے باطن میں اسی قدر برا اور ناپاک شخص ہے اس کا سارا زہد و تقوٰی ریاکاری تھا۔ لوگوں کو خیرات کا شوق دلاتا۔ اور جب وہ خیرات کی رقم لا کے اس کے سپرد کرتے تو اپنے حجرے میں رکھ چھوڑتا۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے اس نے اتنی دولت جمع کر لی کہ اس کے خلوت کے مکان میں سات مٹھوریں سونے اور چاندی سے بھری ہوئی تھیں۔ اب میں نہایت ہی پریشان تھا۔ اپنی ناکامی پر افسوس کرتا اور پچھتاتا اور اس سے پیچھا چھڑانے کی فکر میں تھا۔ کہ یکایک وہ بیمار پڑ کے مر گیا۔ لوگ اس کی میت اٹھانے کو آئے تو میں نے لینوس کی اصلی حالت سب سے بیان کر دی اور وہ سونے چاندی سے بھری ہوئی مٹھوریں لے جا کے انہیں دکھا دیں۔ اس تکلیف دہ راز کے کھلنے سے لینوس پیروں اور معتقدوں کو برا معلوم ہوا۔ اور لوگ یکایک اس قدر برہم ہوئے کہ بجائے دفن کرنے کے سب نے اس کی لاش کو سولی پر لٹکا کے سنگسار کیا۔

اب لوگوں نے یوحنا نام ایک متقی و پرہیزگار شخص کو اس کی گدی پر بٹھایا۔ جو زہد و اتقا کے ساتھ بڑا عالم و فاضل بھی تھا۔ اس نیک شخص کو آخرت کا خیال ہر وقت پیش نظر رہتا اور عیش دنیوی سے قطعی متنفر تھا۔ اس کے پاس میں محض اس کی نیک نفسی و نیکوکاری کی وجہ سے ٹھہر گیا۔ چند روز کے بعد وہ بھی راہی اجل ہوا۔ اور وہ لوگ مجھے اس کی جگہ پر بٹھانے میں مصر تھے۔ مگر میں نے ہرگز منظور نہ کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پاک سیرت بزرگ سے اس کے مرنے کے وقت میں نے پوچھا تھا کہ اب آپ کے بعد میں کہاں جاؤں؟ اس نے موصل میں جبروم نام ایک شخص کا پتہ دیا کہ وہ بڑا پاکباز حقیقت ہے چنانچہ اس کو آغوش لحد کے سپرد کرتے ہی میں نے موصل کی راہ لی اور کوئی ڈیڑھ مہینہ میں اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

یہ شخص اس میں شک نہیں کہ بڑا مرتاض اور نیک نفس عابد و زاہد تھا مگر علم و فضل سے بے بہرہ تھا۔ دمشق میں قیام کر کے میں نے توراۃ و انجیل و دیگر کتب آسمانی کی تعلیم پائی تھی اور عیسائی لٹریچر میں اچھا عبور پیدا کر لیا تھا۔ کوئی معمولی راہب میری نظر میں جچتا نہ تھا اس لئے موصل میں اس شخص کے پاس میرا دل نہ لگتا تھا۔ اسی وجہ سے اکثر ادھر ادھر مارا مارا پھرتا اور ڈھونڈھتا رہتا کہ کون مجھے نجات کا راستہ بتائے گا۔ اسی تلاش میں ایک دن مجھ سے سرزنہ نام ایک ایسے شخص سے ملاقات ہو گئی جو مانوی فرقہ کا سرغنہ اور مقتدا تھا۔ اس نے مجھے اپنے مذہب کا شوق دلایا اور میں طالب حق تھا ہی اس کے مذہب کے اصول و عقائد سیکھنا شروع کر دیئے۔ اسی اثنا میں جیروم مر گیا۔ اس کی وفات کے وقت میں نے اس سے بھی اپنا یہی معمولی سوال کیا تھا کہ "آپ کے بعد کہاں اور کس کے پاس جاؤں" اس نے عموریہ کے ایک اسقف کا نام بتایا۔ جو بطرس کہلاتا تھا۔ ادھر سرزنہ کی ثنویت و روحانیت کے عقائد سے بھی میرے دل کو تشفی نہ ہوتی تھی۔ موصل چھوڑ کے عموریہ کی راہ لی۔

یہاں مجھے بطرس راہب ملا جس سے مل کے میں خوش ہوا۔ اس لئے کہ یہ بڑا حق شناس اور محقق شخص تھا۔ مگر اس سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا تھا کہ اس نے بھی سفر آخرت کیا۔ اس نے مجھے مرتے وقت انطاکیہ کے راہب بوقی فیس کے پاس جانے کی ہدایت کی اور اس کی وصیت کے مطابق میں انطاکیہ میں جا کے بوقی فیس کے پاس رہا جنہوں نے دس سال اپنی خدمت میں رکھنے کے بعد مرتے وقت مجھے بتایا کہ حضرت سے حقیقت کا راستہ دریافت کروں۔ یہ ہے میری پوری سرگزشت جس سے حضور اندازہ فرما سکتے ہیں کہ پندرہ برس کے سن سے اس وقت تک جبکہ میری عمر ستر سال سے زیادہ ہے ساری عمر حق کی جستجو میں گزری ہے۔"

میں اپنی سرگزشت بیان کر کے خاموش ہو گیا۔ مگر بحیرا خاموش تھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں وہ اس شخص کے چہرے اس کے خط و خال اس کی وضع و لباس اور اس کی تمام چیزوں کو غور و خوض کی نگاہ سے دیکھتا تھا مگر لب نہ ہلاتا تھا۔

آخر اس نے ماہ بہ کے سر سے پیر تک جسم پر بہت ہی تفصیلی نظر ڈالنے کے بعد اپنی عقاب کی سی تیز نگاہیں اس کی متجسس آنکھوں سے لڑائیں اور کہا "تو کیا کہیں اور کسی جگہ کسی مذہب اور کسی عقیدے سے اور کسی مقتدا اور کسی راہب سے تمہارے دل کو تسلی نہیں ہوئی؟"

ماہ بہ: "اگرچہ گستاخی ہے مگر میں تو یہی کہوں گا کہ میرے دل کی ذرا بھی تشفی نہیں ہوئی۔ میں گھر سے ایک ناتجربہ کار لڑکے کی صورت میں نکلا تھا۔ اور مسیحیت کا دلدادہ اور شیفتہ ہو کے نکلا تھا۔ مگر جب غور سے اور ایک غیر کی نظر سے دیکھا تو نجات کے معاملہ میں مسیحیت بھی اطمینان بخشنے والی نہ تھی۔ اول تو میں نے جیسے ہی دین عیسوی کے وسیع میدان میں قدم رکھا۔ مسیحیت نے مختلف جہات میں دوڑانا اور تھکا تھکا کے مارنا شروع کیا۔ اپنے وطن میں مسیحیوں کا پہلا عبادت خانہ دیکھ کے میں نے اس مذہب کو ایک سیدھا سادہ ذریعۂ نجات خیال کیا تھا جس میں نہ کچھ جھگڑے تھے نہ کسی قسم کے اختلافات تھے۔ نہ رہبانیت کا غیر معتدل جوش نظر آتا تھا۔ مگر مسیحیت کے اصلی حدود میں داخل ہو کے نظر آیا کہ مسیحی اور خالص مسیحیت ہی کا پتہ لگانا دشوار ہے اس لئے کہ بیسیوں فرقے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی حقانیت کا دعویدار ہے۔ میں نے قریب قریب سب کی حالت کا اندازہ کیا اور سب کو ظاہری باتوں اور دراصل اپنے ایجاد کئے ہوئے خیالوں پر لڑتے دیکھا۔ یونان اور روم کی مسیحیت بت پرستی بنی جاتی ہے۔ مانوی مسیحیت اپنے مذاق کے مجوسی عقائد کو عیسویت میں ملا کے اسے آتش پرستی بنائے دیتی ہے۔ لہذا مغرب کی بت پرستی نے اسے اگر بت پرست بنایا تو مشرق کی آتش پرستی نے اسے مجوسیت کا جامہ پہنا دیا۔ ان سب عجیب و غریب ناطوس کی مسیحیت ہے۔ جو انسان کیلئے دنیا کو تنگ کئے دیتی ہے۔ اس کے پیرو دنیا میں سے ہر زن و مرد کو ایک نفس کش و تارک الدنیا راہب ہونا چاہیئے اس نے انسان کے لئے سچ تو یہ ہے کہ جینا دشوار کر دیا ہے۔ آریوس کی مسیحیت بے شک نہایت ہی سادی اور ایک سچے خدا کی طرف لوگوں کو بلاتی ہے۔ مگر رہبانیت کا زور اس میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ ساری دنیا کی سلطنتیں اس کی دشمن ہیں اور خود عیسائیوں کی قلمرو میں آریوس کے پیرووں کو پناہ نہیں مل سکتی۔

ان سب کے بعد نسطوری مسیحیت ہے جو نسبتاً ادر فرقِ مسیحیہ سے معتدل معلوم ہوتی ہے مگر وہ بھی دنیا کی اصلاح نہیں کرتی۔ انسان کو چاہے فرشتہ بنادے مگر اسے دنیا کے کام کا نہیں رکھتی اور صحیح یہ ہے کہ تمام مسیحیت چاہے کسی گروہ اور فرقے میں ہو دنیوی حیثیت سے دیکھئیے تو ہر جگہ انسانی تمدن کو غارت کر رہی ہے۔ دنیا کو چھوڑ کے دینی حیثیت سے دیکھئے تو نہایت ہی شرمناک بت پرستی اس میں گھس آئی ہے۔ توحید کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور تثلیث کا عقیدہ ہے۔ اگر محض خدا کی صفات کے لحاظ سے ذات احدیت کی تقسیم کی جاتی ہے تو پھر تین پر کیا موقوف ہے اس کی صدہا صفتیں ہیں اور جتنی صفتیں ہیں اتنے ہی خدا ہونے چاہئیں۔ قطع نظر اس کے اگر تین متمائز ذاتیں مانی جاتی ہیں۔ تو پھر توحید کا دعویٰ کس بنیاد پر؟ تثلیث و توحید کے باہمی رشتے کو نہ آج تک مجھے کوئی سمجھا سکا اور نہ میں کسی طرح سمجھ سکتا ہوں۔

"پھر اس کے ساتھ دیکھتا ہوں کہ صلیب پرستی نے اس خالص خدا پرستی کو جو حضرت مسیح کی تعلیم میں نظر آتی ہے کسی مسیحی فرقے میں بھی نہیں باقی رکھا ان سب خرابیوں کی وجہ سے میں دیکھتا ہوں کہ تمام مسیحی فرقے حق جوئی و خداشناسی سے روز بروز دور پڑتے جاتے ہیں اور ان کی مذہبی نزاعیں جن کا نام انہوں نے علم الٰہی رکھ چھوڑا ہے۔ غور سے دیکھئے تو سب سخن پروری اور اپنی بات بالا کرنے کے لئے ہیں۔"

ماہ بہ کی گفتگو سن کے بجیرا کے خشک و افسردہ چہرے پر ایک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہا۔ "تو پھر تم نے مسیحیت کی قلمرو سے باہر نکل کے دوسرے مذہبوں میں دیکھا ہوتا۔ یہودیوں کا مذہب بہت پرانا ہے اور ایسا ہی پرانا اور بااصول تمہارا اصلی زرتشتی مذہب ہے۔ ان میں بھی داخل ہو کے حق کو تلاش کر لیتے۔"

ماہ بہ: "میری ناقص عقل نے ان مذہبوں پر بھی بخوبی غور کیا مگر انہیں مسیحیت سے بھی زیادہ خراب حالت میں پایا۔ یہود بت پرستی و صنم پرستی سے بے شک متنفر ہیں اور ہر مشرک گروہ سے وہ لوگ قطعی نفرت رکھتے ہیں۔ لیکن ان میں صرف ظاہری رسوم اور دکھاوے کے احکام شرعی رہ گئے ہیں۔ تزکیہ نفس اور دل کی صفائی سے اُن کو کوئی علاقہ نہیں رہا۔ مجوسی مذہب کو بھی توحید کا

بہت بڑا دعویٰ ہے۔ مگر اس کی توحید آہرمن کی عظمت بڑھا دینے اور اجرام فلکی اور آگ کی پرستش کرنے سے بالکل مغشوش ہو گئی ہے۔ دنیا میں سب سے پچھلا مذہب مسیحیت ہے اور اس کے ذریعہ سے جس قدر خدا شناسی کی امید کی جا سکتی ہے اور کسی دین سے ممکن نہیں۔ مگر مسیحی فرقوں کی باہمی لڑائیوں اور ان کی متعصبانہ بے اعتدالیوں نے ان کی سچی روحانی خوبیوں کو دبا دیا۔"

بحیرا۔ (کمال متانت کیساتھ) "جن امور کو تم بیان کر رہے ہو یہ سب باتیں میرے خیال میں بھی گذرتی رہی ہیں۔ ان وسوسوں کے دبانے کے لئے میں اپنے نفس سے بڑی سخت لڑائیاں لڑتا رہا ہوں۔ مجھے اکثر اندیشہ ہوا کہ اس میدان کے جہاد میں عنقریب میرے قدم کو لغزش ہوا چاہتی ہے۔ اور ہارنے ہی کو ہوں۔ مگر ہمیشہ اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور صرف اتنی بنیاد پر کہ مسیحیت اپنی اصلی صورت میں چاہے تشفی بخش ہو یا نہ ہو مگر دیگر مذاہب کی تعلیموں کے دیکھتے اچھی اور نسبتہً تشفی بخش ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ موجودہ مسیحیت کی جن باتوں کو حضرت عیسیٰ کی تعلیموں کے خلاف یا ان سے زائد پاؤ چھوڑ دو۔ مگر اس کا یقین رکھو کہ حق کا راستہ ملنے کی اگر کچھ امید ہے تو اسی مذہب کے ذریعہ سے ہے۔"

ماہ بہ۔ "مجھے اتنا بتا دیجیے کہ آپ کے دل کو مسیحیت سے پوری پوری تشفی ہو گئی؟ اگر آپ اپنا مطمئن ہو جانا ظاہر فرمائیں تو میں امید کروں کہ مجھے بھی آپ کی صحبت اور آپ کے فیض باطن سے تسلی ہو جائے گی۔"

بحیرا۔ "تمہارے اس سوال کا جواب مشکل ہے۔ میں نہ یہ کہتا ہوں کہ مجھے اطمینان حاصل ہو گیا اور نہ وعدہ کر سکتا ہوں۔ کہ تم سے طالب صادق کے دل کو میری تعلیم سے تشفی ہو سکے گی۔ میں نے تو انہیں جھگڑوں اور روز بروز کے فتنوں سے عاجز آ کے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی۔ برس میں صرف ایک بار لوگوں کو اپنی صورت دکھا کے انہیں اپنی زندگی کا ثبوت دے دیا کرتا ہوں۔ اور اُسی وقت مجھے بھی معلوم ہو جایا کرتا ہے کہ میں ابھی دنیا میں ہوں۔ ورنہ ریاضت و عبادت کی محویت میں مجھے اس کی خبر ہی نہیں رہتی کہ میرا یہ حجرہ کہاں ہے۔ دنیا میں ہے یا کسی اور عالم میں۔ لوگوں کا میری نسبت چاہے کچھ خیال ہو مگر میں تو موجودہ مسیحیوں کے الٰہیات سے

تھک کے اور اکتا کے اس کام میں مصروف ہوگیا ہوں کہ اپنے خالق کو یاد کرتا ہوں چاہے اس کی ازلی ہستی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اس کی اصلی کیفیت و حالت معلوم ہو یا نہ ہو۔ میں عبادت کئے جاتا ہوں۔ میں ایک ناپیدا کنار متلاطم سمندر میں گھبرا گھبرا کے ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں۔ ڈوبنا ضروری ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ مجھ میں کتنا دم ہے؟ کب تک غوطے کھاتا رہوں گا؟ اور کتنی دیر کے بعد ڈوب جاؤں گا؟"

ماہ بہ۔ (نہایت ہی متاسف ہوکے اور یاس کی صورت بنا کے) "افسوس آپ تو مجھے حوصلہ بھی نہیں دلا سکتے۔ کیا ہر طرف سے مایوس ہو کے میں خودکشی کر لوں؟ یہ ساری زندگی جو حق کی جستجو میں گزری ہے۔ کیا برباد جائے گی؟ اور طلب حق کا یہ انجام ہوگا؟ مجھ سے تو ہر کافر اور ہر جاہل اچھا جو اپنی حماقت اور غلطی سے چاہے کیسے ہی غلط راستہ پر جا رہا ہو گا مگر بجائے خود مطمئن تو ہے؟"

بحیرا۔ (ایک آہ کے ساتھ) "کاش خودکشی کوئی اچھا فعل ہوتا۔ یا کاش ہمیں ان جاہلوں اور کافروں کا سا اطمینان نصیب ہوتا جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے۔"

ایک نئی شمع روشن ہونیوالی ہے

اب ماہ بہ بالکل مایوس تھا۔ اسے نہ اپنی نجات کی کوئی صورت نظر آتی تھی اور نہ کسی عنوان سے اطمینان قلب حاصل ہوتا تھا۔ آخر یاس کے ناپیدا کنار سمندر سے وہ ہاتھ پاؤں مار کے ابھرا اور کہا "پھر آپ ہی بتایئے کہ میں کیا کروں؟ اور کس کے پاس جاؤں؟"

بحیرا۔ "کیا بتاؤں؟ اور کس کے پاس بتاؤں؟ سوا اس کے کہ خاموشی سے میری خانقاہ میں بیٹھ کے میری طرح اپنے پیدا کرنے والے کو یاد کرتے رہو۔ اور اس وقت کا انتظار کرو جب خدا ایک نئے ہادی اور رسول کو بھیج کے دنیا کو غلطیوں سے بچائے گا۔ کیونکہ میرے علم میں ایک نئی شمع ہدایت روشن ہونے والی ہے۔"

ماہ بہ۔ "کیا کسی نئے پیغمبر کے ظہور کی امید ہے؟"

بحیرا۔ "اور پوری امید ہے۔ موجودہ دنیا حق پرستی کے لحاظ سے نہایت ہی تاریکی

میں ہے اور اسی حالت میں خدا اپنے کسی ناموس کو ہدایت کے لئے ضرور بھیجا کرتا ہے؛"

ماہ بہ: "کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ شمع کہاں روشن ہوگی؛"

بحیرا: "وہ کہیں روشن ہو اس کی شمعیں ہر ملک اور ہر شہر میں پہونچ جائینگی"

ماہ بہ (یاس کے لہجہ میں) "تو پھر میں کیا کروں؛ اور کہاں جاؤں؟"

بحیرا: "اسی خانقاہ میں بیٹھ کے اس ناموس الہی کے ظہور کا انتظار کرو اور عبادت الہی میں مصروف رہو"

یہ سن کے ماہ بہ دیر تک سر جھکا کے غور کرتا رہا۔ پھر سر اٹھا کے بولا "اگر گستاخی نہ ہو تو میں کچھ اپنی حالت عرض کروں؛"

بحیرا: "ضرور بیان کرو"

ماہ بہ: "متواتر ناکامیوں نے اب مجھ میں بے صبری پیدا کردی ہے اور زیادہ انتظار کی طاقت نہیں۔ ساری زندگی اس جستجو میں صرف ہوگئی اور کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ اب ناامیدی حوصلہ پست کئے دیتی ہے"

بحیرا: "سچی جستجو اور طلب صادق کے لئے صبر لازمی ہے۔ جستجوئے حق میں بڑی بڑی ناکامیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں"

ماہ بہ: "کاش مجھے جستجو کرنے ہی کا موقع ملتا۔ خاموش بیٹھنا تو اب دشوار ہے"

بحیرا: "تم جستجو کے لئے تیار ہو؛ میں خود چاہتا ہوں کہ کوئی صاحب ہمت جستجو کرنے والا ملے۔ اگر تم اس فرض کو انجام دے سکو تو میرے دل سے بہت بڑا بار ہٹ جائے۔ مگر سوچ لو کہ اس میں بڑی بڑی زحمتیں اور ہر قدم پر خطرے ہیں"

ماہ بہ: "میں بڑی خوشی سے ہر زحمت کو برداشت اور ہر خطرے کا مقابلہ کرونگا اور خاموش بیٹھنے کی بہ نسبت مجھے صحرانوردی اور دشت و در کی خاک چھاننے میں زیادہ لطف آئے گا"

بحیرا: "تم میں ایسی مستعدی ہے تو میں جہاں بتاؤں جاؤ۔ خدا تمہاری کوشش میں برکت دے۔ میں اس خانقاہ میں اسی جستجو میں ساٹھ برس سے بیٹھا

ہوا ہوں اس لئے کہ مجھے کتب قدیمہ اور اپنے مرشد علمائے باطن سے معلوم ہوا تھا کہ دنیا میں عنقریب ایک زبردست ناموس الٰہی کا ظہور ہونے والا ہے۔ ابتدائی زمانہ یوں گزرا کہ میں خود ہر وارد و صادر کی خدمت کرتا۔ اور ہر شخص کے شکل و شمائل اور عادات و خصائل پر غور کرتا۔ مگر کوئی ایسا شخص نہیں ملا۔ جس سے وہ صفات ظاہر ہوتے۔ آخر جستجو نے مجھے تھکا دیا۔ اور قوائے جسمانی جواب دینے لگے۔ مجبوراً میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے کوٹھے کے حجرے میں رہتا۔ میرے مرید راہب آنے والے مسافروں کی خدمت کرتے اور میں کھڑکی کھول کے اوپر سے انہیں ایک نظر دیکھ لیا کرتا۔

اس زمانے میں یہاں اسی درخت کے نیچے جہاں تم نے بچھونا بچھایا ہے۔ ایک عربی قافلہ آکے ٹھہرا۔ وہ سب تاجر لوگ تھے۔ اور مال تجارت لے کے ملک شام کو جا رہے تھے۔ جنوب کی طرف جو صحرا چلا گیا ہے اس کا سلسلہ خدا جانے کہاں ختم ہوا ہے۔ اسی میں یہ ابنائے بادیہ رہتے ہیں۔ اور پانی کی تلاش میں ہر طرف مارے مارے پھرتے ہیں۔ جہاں کہیں پانی کا کوئی مستقل چشمہ ہے۔ وہاں کچھ آبادی ہوگئی ہے ورنہ جس جگہ جب تک پانی رہتا ہے خیمہ ڈال دیتے ہیں۔ اور اس کے ختم ہوتے ہی کسی اور چشمہ کی تلاش میں چل کھڑے ہوتے ہیں۔

ان لوگوں میں نہ کسی قسم کی تعلیم ہے نہ تربیت۔ درندوں میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ بت پرستی ان کا دین ہے۔ اور قتل و غارت ان کا پیشہ۔ ذرا ذرا سی بات پر جھگڑے ہوتے ہیں اور روز تلوار چلا کرتی ہے لہٰذا ایسے لوگوں میں سے شمع ہدایت کا روشن ہونا بالکل امید کے خلاف تھا۔ اور کسی دیندار مسیحی کے وہم و گمان میں بھی نہ گزر سکتا تھا کہ ان لوگوں پر خدا کی نظر عنایت ہوگی۔ فقط حق میزبانی ادا کرنے کے خیال سے میں اُن لوگوں کو یہاں ٹھہرنے کی اجازت تو دیتا۔ مگر اُن کے آنے اور ٹھہرنے کی ذرا بھی پروا نہ کرتا۔ باوجود اس کے کبھی کبھی اس قوم کے سنجیدہ شریفوں کی حالت کا اندازہ ضرور کر لیا کرتا۔ کتب آسمانی میں صاف صاف

بتایا گیا ہے۔ کہ اس شمع ہدایت کی کرنیں فاران کے پہاڑوں سے نکلیں گی۔ اور فاران کے پہاڑ انہیں جاہل و وحشی لوگوں کی سرزمین میں ہیں۔

اسی خیال سے میں نے اس عربی قافلے پر ایک نظر ڈالی۔ اور ہر ہر شخص کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ ان میں سے ایک نہایت ہی حسین و خوبرو نوعمر لڑکے کے چہرے پر مجھے کچھ ایسی روشنی نظر آئی۔ کہ دل بے اختیار اس کی طرف کھنچنے لگا۔ بے تاب ہو کے نیچے اتر آیا۔ ان لوگوں سے ملا ان کی دعوت کی۔ اور اُن کی صحبت میں دیر تک بیٹھ کے اس نوعمر لڑکے کی حالت کا اندازہ کیا۔

اس وقت بڑی کڑی دھوپ تھی۔ مگر جس درخت کے نیچے یہ لوگ اترے ہوئے تھے۔ اس پر ایک ابر کا ٹکڑا تھا۔ جس کے سایے میں ایسی خنکی و فرحت تھی۔ کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اتنے میں وہ لڑکا اُٹھا۔ اور پانی لانے کے لئے اُس حوض کی طرف چلا۔ جو گرجے اور خانقاہ کے درمیان میں ہے۔ حوض پر دھوپ تھی۔ اور میرے دل میں خیال گذرا کہ اس خوبصورت لڑکے کے تر و تازہ پھول کے سے رخسارے دھوپ میں کملا نہ جائیں۔ پچھتانے لگا کہ خود میں نے جا کے پانی کیوں نہ لا دیا۔ اور اپنے ایک معتقد راہب کو اشارہ کیا کہ تم جا کے پانی لا دو۔ مگر اُس لڑکے نے راہب کی عنایت کا نہایت ہی خندہ جبینی سے شکریہ ادا کیا۔ اور کہا "آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنا کام میں خود ہی کر دوں گا۔"

یہ کہہ کے وہ حوض پر گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی ابر نے ہٹ کے اُسے اپنے سایے میں کر لیا۔ اس چیز نے میری حیرت و گرویدگی اور بڑھا دی۔ اور اپنے مہمانوں سے پوچھا "یہ کون صاحبزادے ہیں؟"

میرے اس سوال پر اُن میں سے ایک شخص کا چہرہ بشاش ہو گیا۔ اور اُس نے کہا "یہ میرا فرزند ہے۔ اور اس نے شکل و صورت کے ساتھ ایسے اچھے خصائل و عادات پائے ہیں کہ جو دیکھتا ہے گرویدہ ہو جاتا ہے"

میں "مجھے ان صاحبزادے کے چہرے پر حق کی تجلی نظر آتی ہے - اور میرا خیال ہے کہ ان کی کوئی خاص شان ہوگی "
عرب "اکثر کاہنوں اور کاہنہ عورتوں کا بھی یہی قول ہے "
اب وہ خوبرو لڑکا پانی لے کے آیا، ہاتھ منہ دھوئے - اور ایک طرف بیٹھ کے ہماری باتیں سننے لگا - اُس وقت میں نے اُس عرب سے پوچھا "آپ لوگوں کا دین کیا ہے؟"
عرب "ہم اپنے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں - اور اپنی زندگی میں آزاد ہیں "
اب میں نے اُس لڑکے کی طرف توجہ کی اور پوچھا "صاحبزادے! آپ کا مذہب بھی یہی ہے؟"
لڑکا "میں نے تو ابھی تک کسی بُت کے آگے سر نہیں جھکایا ہے - میرے دل میں حق کی ایک جستجو پیدا ہوگئی ہے - اُسے ڈھونڈھتا ہوں - مگر ابھی تک نہیں ملا "
میں - آپ نے شاید ہماری اور یہود کی کتب آسمانی پڑھی ہوں گی - اور اُنہوں نے آپ کے قومی مذہب کی غلطی آپ پر آشکارا کر دی ہوگی؟"
لڑکا "میں پڑھا لکھا نہیں - ہماری قوم اُمّی ہے - مجھے نہیں خبر کہ آپ کی آسمانی کتابوں میں کیا ہے - لیکن خود میرا دل مجھے یقین دلا رہا ہے کہ اہل عرب غلطی پر ہیں "
میں (مسکرا کے) "اور ہمارے دین کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟"
لڑکا "گناہ سے میں آپ کو بھی بری نہیں پاتا "
میں "میرے گناہ بتائیے کہ میں اُن سے توبہ کروں؟"
لڑکا - آپ کا سب سے بڑا گناہ شرک ہے "
اُس کے جواب پر میں چونک سا پڑا - اور بے اختیار میری زبان سے نکلا "شرک! کیا آپ اپنی قوم کی طرح ہمیں بھی بُت پرست جانتے ہیں؟"
میرے چونکنے پر وہ لڑکا ہنسا - پھر یکایک اُس کے چہرے پر نہایت ہی گہری متانت پیدا ہوگئی - اور عجیب دلکش لہجے اور پُر اثر الفاظ میں بولا

"خدا کا اصلی اور حقیقی مذہب توحید ہے۔ جس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ کہ خود انسان کی فطرت اپنی خاموشی کی معنی خیز زبان سے ایک بے مثال اور قادر مطلق خدا کو پکار رہی ہے۔ یہ سوال کہ تمہارا خدا کون ہے بُت پرست سے کرو۔ ستارہ پرست سے کرو۔ اسرائیلی سے کرو۔ نصرانی سے کرو۔ مجوس سے کرو۔ سب کہیں گے کہ "وہ خدائے واحد بے ہمتا و قدیم" اہل مذہب کو چھوڑ کے ایک ملحد و بے دین و دہریے سے یہی سوال کرو۔ وہ بھی اپنے آپ کو ایک قوت ابدی کے تابع مانے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اُس کی فطرت بھی اُس خدائے جل وعلا کے عظمت و جبروت کو مان رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کو بھی ہر دل خود بخود محسوس کر رہا ہے۔ کہ خداوند جل وعلا کے جو صفات ہیں۔ اُن صفات کے دو شخص نہیں ہو سکتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہر گروہ اور ہر مذہب بظاہر توحید کا قائل ہے۔ اور ادنے توجہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہمارا اصلی خدا یہی ہے۔ اُس کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ اور یہی اصلی اور فطری دین ہے۔

لیکن اس اصلی دین و مذہب کا پتہ لگا لینے کے بعد دنیا کے موجودہ مذہبوں پر نظر ڈالئے تو صاف نظر آجائے گا۔ کہ یہ خدا پرستی و توحید سب میں مغشوش ہو گئی ہے۔ یہود عزیر کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں۔ تم مسیح کو خدا کا فرزند بتاتے اور تین خداؤں کے قائل ہو۔ بت پرست یا تو اپنے تمام بزرگوں اور مقتداؤں کی مورتیں بنا کے پوجتے یا اپنے خیالی قوتوں کی جدا جدا تمثالیں قائم کر کے اُن کی پرستش کرتے۔ اور اُن میں طرح طرح کے کرشمے مانتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ خدا کو مانتے سب ہیں اور سب اُسے واحد بے ہمتا بھی بتاتے ہیں مگر عبادت دوسروں کی ہو رہی ہے۔ اور جو پرستش و تعظیم خداوند تعالیٰ کے لئے خاص ہے وہ ہر حجر و شجر اور ہر ذلیل سے ذلیل شے کے ساتھ عمل میں آرہی ہے یہیں عمل میں آتی تو اُس حضرت رب العزت کے ساتھ۔"

اُس کی یہ تقریر سُن کے میں کانپ گیا۔ اور مجھے نظر آگیا کہ واقعی ہم سب انتہا درجہ کی جہالت و ضلالت میں مبتلا ہیں۔ اور دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ہمیں ہماری غلطیوں سے آگاہ اور متنبہ کرے۔ میں نے کہا "صاحبزادے آپ کی

باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آپ پڑھے لکھے نہیں ہیں اگر کتب آسمانی کے مضامین اور اُن کی تعلیمیں ضرور آپ کے گوش گزار ہوئی ہیں "

لڑکا: "نہیں میں نے کتب آسمانی کو نہ دیکھا ہے ۔ اور نہ اُن کی باتوں کو سُنا ہے ۔ مگر ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ اُوپر کا خاموش آسمان ۔ اُس کے یہ روشن و متحرک تارے ۔ اس خاموش صحرائے لق و دق کا ایک ایک ذرّہ ۔ اور ان سر بفلک پہاڑوں کی ہر ہر چوٹی کیا کتاب عبرت و نصیحت کا حکم نہیں رکھتی؟ ان میں سے ہر چیز اُس کی کبریائی کو ظاہر کرتی ۔ اور اُس کے پُر عظمت و جلال نام کا وظیفہ پڑھ رہی ہے ۔ اگر آپ سبق لینا چاہیں تو ہر چیز سے سبق مل سکتا ہے "

اس تقریر نے مجھے اور حیران کر دیا ۔ اور بے اختیار میرا جی چاہا کہ جھک کے اُس کے قدم لوں ۔ اور حلقہ بگوش عقیدت بن جاؤں ۔ ادب سے کہا "آپ کے ایسے صاحب بصیرت انسان کا صحرائے عرب کے کسی گمنام مقام میں پڑا رہنا دنیا پر ظلم ہے ۔ آپ اس خانقاہ میں تشریف رکھئے ۔ اسے اپنا مسکن اور مجھے اپنا خادم تصور فرمائیے ۔ مجھے یقین ہے ۔ کہ آپ کی تعلیم سے ہم سب لوگ ہدایت پائیں گے "

اس کا جواب اُس نے یہ دیا کہ "ہدایت کی ضرورت میرے وطن کے گمراہوں کو یہاں کے لوگوں سے زیادہ ہے مجھے ابھی نہیں معلوم کہ میں کس لئے ہوں ۔ اور نہ اس کی مجھے ہدایت کی گئی ہے ۔ کہ کیا کروں؟ میرے دل میں ایک ذوق و شوق اور ایک تشنگی سی ہے ۔ لیکن پانی نہیں ملتا ۔ اور نہیں جانتا کہ یہ تشنگی کیونکر اور کس چیز سے رفع ہو گی ۔ میں نے اپنے آپ کو خدائے واحد لایزال کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے ۔ اور جو کام وہ مجھ سے لے گا ۔ اُس کے لئے تیار ہو جاؤں گا ۔ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی طرح میں بھی پاؤں توڑ کے یہاں بیٹھ جاؤں ۔ مگر یہ زندگی بھی میرے لئے تسکین بخش نہیں ہے ۔ آپ ترک لذات اور ترک دنیا کو خدا پرستی خیال کرتے ہیں ۔ مگر میرے نزدیک یہ منشائے تخلیق اور حکمت ربانی کے خلاف ہے ۔ خدا نے دنیا میں

جو لذتیں اور نعمتیں عطا کی ہیں اُن کو چھوڑنا ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے۔"

اُس کے یہ الفاظ سن کے میں گھبرا گیا۔ اور چونک کے کہا "تو کیا زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کے آپ خلاف ہیں؟ اور ہم جو زندگی کا زیادہ حصہ عبادت میں صرف کرتے ہیں یہ بیکار ہے؟"

لڑکا: "مگر عبادت کیا ہے؟ اپنے آپ کو خدا کی مرضی اور فطرتِ الٰہی پر چھوڑ دینا۔ شب و روز کونے میں بیٹھ کے ذکر کرنا ہی عبادت نہیں۔ حقیقی و اصلی عبادت یہ ہے کہ ہر دنیوی کام اُس کی مرضی کے مطابق انجام دیا جائے۔ اور ہم سے کوئی ایسی حرکت نہ صادر ہو جو اُس کے منشائے تخلیق کے خلاف ہو۔ زہد و اتقا صرف اُن لغزشوں سے بچنے کا نام ہے جو مشاغل دنیوی میں مبتلا ہونے کے وقت قدم قدم پر پیش آتی ہیں۔ اسی سے ظاہر ہے کہ اُن مشاغل کو چھوڑ دینا پرہیزگاری نہیں۔ بلکہ پرہیزگاری یہ ہے کہ دنیا کے تمام کاموں کو لغزشوں سے بچ کے حقوق العباد کا لحاظ رکھ کے اور حکمتِ الٰہی کے تابع ہو کے اُسے انجام دیا جائے۔ اور یہی اصلی عبادت ہے۔"

اس کے بعد مجھے اُس عجیب و غریب لڑکے سے گفتگو کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ میں یہ دیکھتا تھا کہ اُس کی باتیں میرے اصول رہبانیت اور میری عبادت گذاری کی زندگی کو درہم و برہم کئے دیتی ہیں۔ اور میرے نفس کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ایک کمسن لڑکے کے کہنے سے اپنے زندگی بھر کے سرمایۂ زہد و تقوٰی سے دست بردار ہو جاؤں۔ کچھ میں نے کوئی بات اُس سے نہیں پوچھی۔ اور اُس کے چہرے خط و خال وضع و قطع اور عادات و اطوار کو غور سے دیکھنے لگا۔ اور دل میں خیال کیا کہ "اس کی کوئی خاص شان ضرور ہونے والی ہے۔ اور کیا عجب کہ یہی وہ ناموس ہو جس کی انبیائے سلف پیشین گوئی کرتے آئے ہیں۔

اب میں نے اس کے ولی اور ہمراہی بزرگ سے پھر پوچھا "یہ آپ کے کون ہیں؟" اُنہوں نے کہا "یہ میرا فرزند ہے۔" اس کو میرے دل نے نہ مانا۔ اور اُن سے کہا "آپ ان صاحبزادے کو اپنا فرزند بتاتے ہیں۔ مگر مجھے

اس میں شک ہے۔ اس لئے کہ انہیں تو یتیم ہونا چاہئے" یہ سُن کے وہ معزز عرب مسکرایا۔ اور کہا "آپ کا خیال صحیح ہے۔ یہ میرے مرحوم بھائی کا فرزند ہے مگر میں نے اسے خاص اپنی اولاد کی طرح پالا ہے۔ یہ جواب سُن کے مجھے قطعی یقین ہو گیا۔ کہ اس خوبرو لڑکے کی کوئی خاص شان ہونے والی ہے۔ اور اُس کے چچا سے کہا "آپ انہیں حفاظت سے رکھیں۔ اور ان کی پوری نگہبانی کریں۔ اس لئے کہ ان میں جو باتیں مجھے نظر آتی ہیں اگر یہود کو نظر آئیں گی۔ تو ان کے دشمن اور خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔"

اس کے بعد میں نے تین دن تک اُن لوگوں کو اپنا مہمان رکھا۔ جہاں تک بنا اُن کی خاطر کی۔ چوتھے دن وہ لوگ مجھ سے رخصت ہو کے چلے گئے۔ اور میں نے اُس نوعمر و خوبرو لڑکے کو بڑی حسرت کے ساتھ رخصت کیا۔

اس واقعہ کو چالیس برس کے قریب زمانہ گزر گیا۔ اور آج تک پھر کبھی اس عربی نژاد لڑکے کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا۔"

ماہبہ: "کیا پھر کوئی عربی قافلہ ادھر سے نہیں گزرا؟"

بحیرا: "گزرا کیوں نہیں؟ ہر سال بیسیوں قافلے آتے ہیں مگر وہ قافلہ پھر نہیں آیا۔ مجھے یقین ہے کہ اُس نوعمر لڑکے کی کچھ شان ضرور ہوئی ہوگی۔ اور نیا عجب کہ وہی وہ نئی شمع ہو جو روشن ہونے والی ہے۔ تم کو اگر حق کی سچی جستجو ہے۔ اور اس جستجو میں ہر مشکل کا سامنا کرنے کو تیار ہو تو عرب کے اس جنوبی صحرا میں گھسو۔ اور اُسے ڈھونڈھ نکالو۔ تمہارے شبہات اُسی سے رفع ہوں گے۔ اور وہی تم کو صراط مستقیم کا پتہ دے گا۔

ماہبہ: "میں خوشی سے جاؤں گا۔ اور سر کے بل جاؤں گا۔ مگر کچھ پتہ تو دیجئے۔ کہ وہ کہاں اور کس شہر یا قریے میں ملیں گے؟ اور کس گروہ و قبیلہ سے اُن کو تعلق ہے؟"

بحیرا: "مجھے کچھ نہیں معلوم۔ لیکن اگر تمہیں سچا شوق ہے تو خود ہی ڈھونڈھ نکالو گے۔ مَنْ طَلَبَ وَجَدَ۔"

ماہ بہ۔ (اُٹھنے کا قصد کر کے) "تو پھر میں جاتا ہوں "
بحیرا۔ لیکن جانے سے پہلے مجھ سے اس بات کا اقرار کرتے جاؤ کہ مجھے برابر اپنے حالات لکھتے رہو گے۔ عرب تاجروں کے قافلہ برابر ارض شام میں آیا کرتے ہیں۔ اور سب اسی طرف سے ہو کے گزرتے ہیں۔ تم مجھے جب کوئی تحریر بھیجنا چاہو گے بھیج سکو گے۔ اس لئے تم پابندی کے ساتھ اپنے سفر اور اپنی جستجو کے حالات مجھے لکھتے رہنا۔ اور جب منزل مقصود پر پہونچنا تو مجھے اُس لڑکے کے حالات سے اطلاع دینا کہ اب اُس کی کیا شان ہے؟ اور وہ کیا کرتا ہے میں تمہاری تحریروں کو پڑھ کے اُس کی حالت کا اندازہ کرتا رہوں گا۔ اور جب یقین آجائے گا کہ پیمبران سلف کی خوش خبریاں اور خدا کے قدیم وعدے اُسی کی شکل میں نمودار ہوئے ہیں۔ تو میں اس معذوری و کبرسن پر بھی گرتا پڑتا وہاں حاضر ہوں گا۔ اور ہم تم دونوں ایک ساتھ اُس کے قدم چومیں گے "

ماہ بہ نے اس کا وعدہ کیا۔ اور اُس کے دل میں جستجوے حق کا ایسا جوش پیدا ہو گیا تھا کہ اُسی وقت رخصت ہو کے اُٹھا۔ بحیرا کے قدم چومے۔ نیچے اُترا۔ اپنا اختر اختر سنبھالا۔ اور بغیر اس کے کہ منزل مقصود کا کچھ بھی سراغ معلوم ہو جنوب کی راہ لی۔ اور صحرائے عرب میں غائب ہو گیا۔

خط کا انتظار

ماہ بہ کے جانے کے دوسرے دن بحیرا مراقبہ اور عالم استغراق میں تھا۔ اور ممتاز و مرتاض مرید استفانوس اُس کے سامنے سر جھکا کے دوزانو بیٹھا سیر روحانی کر رہا تھا۔ کہ یک بیک بحیرا نے کسی قدر بے لطفی و بدمزگی سے چونک کے کہا "بس! یہ مراقبہ بیکار ہے۔ اور اب مجھے اس میں لطف نہیں آتا۔ عبادت الٰہی کے سوا سب چیزیں بے سود ہیں "
استفانوس۔ (ادب سے) "یوں تو میں تابع فرمان ہوں۔ لیکن کیا یہ مراقبہ عبادت نہیں ہے؟"

بحیرا: ہاں مجھے تو اس کے سچی عبادت ہونے میں شک ہے۔
استقانوس: کیا یہ خادم اس قابل نہیں کہ اُس پر یہ رمز آشکارا کیا جائے؟
بحیرا: "عبادت تو خدا کی پرستش کا ایک خاص طریقہ ہے۔ جو ہم میں اور سب لوگوں میں عام ہے۔ اور مراقبہ ایک خاص تصور ہے۔ جس میں تم زیادہ تر اپنے مرشد کا خیال پیش نظر رکھتے ہو۔ اور میں اپنے شیخ دیگر مشہور اولیائے سلف۔ اور "صلیب و تثلیث" کا تصور اپنی نظر کے سامنے قائم کرتا ہوں۔ اور یہ چیزیں اب مجھے خلاف اور مشتبہ سی نظر آتی ہیں۔"
استقانوس: "مگر ان کے بے اصل و مشتبہ ہونے کی وجہ ابھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"
بحیرا: "استقانوس۔ اگر میں اپنے اصلی خیالات تم پر آشکار کر دوں تو تم مجھ سے بدعقیدہ و بدظن تو نہ ہو جاؤ گے؟"
استقانوس: "جسے جو کچھ فیض پہونچا حضور ہی سے پہونچا وہ بھلا آپ کے ایسے روشن دل مرشد کی جانب کوئی بُرا خیال دل میں لے جا سکتا ہے؟"
بحیرا: "سنو۔ جب میں نے کلامی بحثوں اور ذات باری کے متعلق طرح طرح کی خیال آرائیاں کرنے کے بعد رہبانیت کی زندگی اختیار کی ہے تو جستجوئے حق کے متعلق میرے دل میں طرح طرح کے بُرے خیالات اور شکوک و شبہات گزرتے تھے۔ اور جن اصول مذہبی پر ہماری روحانیت کا دارومدار تھا اُن پر مجھے اطمینان نہ ہوتا تھا۔ کبھی میرے خیالات ملحدوں کے سے ہو جاتے تھے۔ اور کبھی ہر مذہب کے اصول کی طرف خیال لے جاتا مگر اپنے مضطرب و مضطر دل کو تسلی دینے میں ناکام رہتا تھا۔ مرحوم یُونی فیس جو بعد کو انطاکیہ کی خانقاہ کا راہب اعظم ہو گیا اُن دنوں مدرسۂ علوم الٰہی میں میرا ہم سبق اور رفیق تھا۔ اُس پر میں نے اپنی اس روحانی بیقراری کو ظاہر کیا تو اُس نے کہا "یہ شبہات میرے دل میں بھی پیدا ہوا کرتے ہیں مگر میں اُن کو دباتا۔ اور وسوسۂ شیطانی خیال کر کے دل سے نکال ڈالتا ہوں۔" اُس کا یہ جواب سُن کے میری حالت اور خراب ہوئی۔

اور قریب تھا کہ میں گمراہ ہو جاؤں۔

اتفاقاً یہاں کی خانقاہ کے راہب اور ولی سینٹ آربن سے ملاقات ہو گئی جو ولی اعظم نسطوریوس کے شاگرد تھے۔ اُن کے سامنے جو میں نے اپنے خیالات ظاہر کئے تو اُنہوں نے کہا "تم کسی مہلک روحانی مرض میں مبتلا ہونے والے ہو۔ مادۂ فاسد جمع ہو چکا ہے۔ اور مرض تم پر غالب آنے ہی کو ہے۔ اور اس کے سوا کوئی علاج نہیں کہ سب چیزوں کو چھوڑ کے مجہول الکنہ خالق کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ۔ اور مراقبہ میں مسیح و تثلیث کا دھیان کرو۔ چند روز میں یہ خیالات تمہارے ملحدانہ اوہام پر غالب آجائیں گے۔ اور یہ کفر و الحاد کی باتیں بھول جاؤ گے۔" اگرچہ اس علاج سے شفا کی امید تو نہ تھی۔ مگر میں نے خیال کیا کہ اس تدبیر سے میں اپنے پریشان کرنے والے اوہام کو بھول جاؤں گا۔ اور یہی ہوا۔ ولی اربن کے حلقۂ مراقبہ میں چند ہی روز بیٹھا تھا۔ کہ وہ سب باتیں بھول گئیں۔ اور اگر کبھی وہ شکوک یاد بھی آجاتے تو میں دل میں کہتا کہ تمام علماء و اولیائے زردشت متفق اللفظ کہہ رہے ہیں کہ عنقریب ایک ناموس الٰہی اور سچے ہادی کا ظہور ہونے والا ہے۔ اب ان شکوک کو وہی رفع کرے گا۔

ولی اربن کے بعد جب میں اُن کا جانشین ہوا تو اُسی ہادی اعظم کی جستجو میں لگا رہتا۔ ایک دن صحرانشینان عرب کا ایک قافلہ یہاں آکے ٹھہرا۔ اُس میں مجھے ایک نو سال کی عمر کا نہایت خوش رُو لڑکا نظر آیا جو اگرچہ پڑھا لکھا نہ تھا۔ مگر اُس کی وضع قطع دیکھ کے اور اُس کی باتیں سُن کے شبہ ہوا۔ کہ یہی وہ ناموس الٰہی تو نہیں ہے! اُس نے دنیا کی تمام غلط عبادتوں اور رہبانیت کی خرابیوں کو اپنی بچپن کی زبان میں کچھ ایسے انداز سے بیان کیا کہ میرے وہ پرانے خیالات پھر عود کر آئے۔ اور قریب تھا کہ میں اُس زہد و تقوے کو چھوڑ کے کچھ اور ہو جاؤں۔ لیکن یہ کسی طرح سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو جاؤں۔ اس حالت اس رہبانیت۔ اس طریقۂ عبادت کو چھوڑ دینا تو آسان تھا مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کون سا طریقہ اختیار کروں۔

اور کسے اپنا ہادی و رہبر بناؤں۔ میں بالکل گمراہ ہوگیا ہوتا مگر اسی مجبوری نے بچایا۔ اور سابق کی طرح میں پھر اپنی حالت پر قانع ہوگیا۔ اور چند روز کے بعد اُس عجیب و غریب لڑکے کا صرف اس قدر خیال میرے دل میں رہ گیا کہ اگر وہی موعود ناموس الٰہی ہے تو جب اُس کا ظہور ہوگا۔ اُس وقت اُس سے مل کے اپنے دل کو اطمینان دے لوں گا۔

کل اتفاق سے یہ سن رسیدہ طالب صادق ملا جو مرحوم ولی بوُفی فیس کا بھیجا ہوا آیا تھا۔ اُس سے معلوم ہوا کہ اُنہیں پریشان خیالات۔ اُنہیں شکوک واوہام۔ اور اُنہیں روحانی بے اطمینانیوں نے اُسے بے خانماں کیا۔ اور بچپن سے آج تک اسی جستجو میں ہے کہ صراط مستقیم ملے۔ اور نجات کا معمہ حل ہو۔ مختلف ولیوں اور راہبوں کی رفاقت میں ساری عمر صرف کر دی۔ مگر رمز حقیقت نہ کھلا۔ ہوتے ہوتے وہ بوقی فیس کے پاس پہونچا اور جب وہ بھی اُس کے دل کو مطمئن نہ کرسکا۔ تو مرتے وقت اُسے میرے پاس بھیجا؏

استفانوس:۔ اب وہ ٹھیک مقام پر پہونچا۔ اور امید ہے کہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شریک ہو کے وہ نجات کا راستہ پائے گا۔

بحیرا:۔ یہ ہوتا تو پھر کیا تھا، مگر افسوس اُس کی باتیں سننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے اتنے دنوں تک مراقبہ و عبادت میں مصروف رہ کے جن شبہات کو دل سے بھلا دیا تھا۔ وہ یک بیک پھر تازہ ہوگئے۔ اور بجائے اس کے کہ میں اُسے تسلی دے سکوں خود میرے دل کا اطمینان جاتا رہا؏

استفانوس:۔ شاید اسی وجہ سے حضرت نے اُسے رخصت کر دیا اور یہاں جگہ نہ دی؟"

بحیرا:۔ نہیں۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں خود اُنہیں شبہوں میں پھنسا ہوا ہوں۔ لیکن اگر تم کو حق کا پتہ لگانا ہو۔ تو اُس عربی نژاد لڑکے کا پتہ لگاؤ۔ اب یقین ہے کہ اس کا جوہر کھل گیا ہوگا اور اُس کی اصلی شان نمودار ہوگئی ہوگی۔ مجھے خود اُس کی جستجو میں قدم مارنا چاہئے تھا۔ مگر میرا نہ اتنا حوصلہ ہے اور نہ مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ ناپیدا کنار صحرائے عرب میں قدم رکھوں۔ تم سے ہو سکے

تو جاؤ اور اُسے تلاش کرو۔ اور جو عربی قافلے ادہر آیا کرتے ہیں۔ اُن کے ذریعے
خط وکتابت کر کے مجھے اپنے حالات اور اپنی جستجو کے نتائج سے آگاہ کرتے رہو
وہ دُھن کا پکا اور مجھ سے بدرجہا زیادہ طالب حق تھا۔ فوراً آمادہ ہوگیا۔ اور بغیر
اس کے کہ اس گفتگو کے بعد ایک گھڑی بھی یہاں ٹھہرے چل کھڑا ہوا۔"

استقانوس۔ مگر آپ نے اُسے اُس عرب لڑکے کا کچھ پتہ نشان بھی دیا ہے؟"

بُحیرا۔ مجھے خود ہی نہیں معلوم اُسے کیا بتاتا؟ ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند؟

استقانوس۔ تو بغیر یہ معلوم ہوئے کہ کس سرزمین کس علاقے اور کس شہر میں وہ
عرب نوجوان ملے گا۔ اور اہل عرب کے کس قبیلہ سے اُس کو تعلّق ہے۔ یہ شخص
کیونکر پتہ لگا سکے گا؟"

بُحیرا۔ "چاہے کچھ بھی نہ معلوم ہو مگر وہ منزل مقصود تک پہونچ جائے گا۔ یاد رکھو مَن
طَلَبَ وَجَدَ۔ سچا طالب مطلوب کو کسی نہ کسی طرح پا ہی جاتا ہے۔"

استقانوس۔ بُصریٰ میں عربوں کے قافلے روز ہی آیا کرتے ہیں۔ اگر اُس شخص نے
کوئی نمود اور شہرت پیدا کی ہوگی تو اُن لوگوں کو ضرور معلوم ہوگا۔ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ
یہیں ٹھہر کے وہ اُس ہادی عرب کا پتہ لگاتا؟"

بُحیرا۔ طالب صادق میں نہ ضبط ہوتا ہے نہ صبر۔ خیر اب مجھے تم سے یہ کہنا ہے اور
یہ ذکر تمہارے سامنے اس لئے چھیڑا کہ عربی قافلوں سے بجائے اُس ناموس
الٰہی کے حالات دریافت کرنے کے تم اس طالب صادق کا پتہ لگانے کی کوشش
کیا کرو۔ وہ اپنے وعدے کے مطابق نامہ وپیام ضرور کرے گا۔ اور اس کا بھی
موقع نہ ملا تو کسی اور طریقے سے ہمیں اپنی خبر دے گا۔ تم اپنے راہبوں کو سمجھا
دو اور خود بھی خیال رکھو کہ کوئی عرب کوئی خط یا پیام لائے تو اُسے فوراً
میرے پاس پہونچا دینا۔ میں ہر وقت اُس کے پیاموں اور خطوں کا منتظر
رہوں گا۔"

استقانوس اپنے مرشد کے اس حکم کی تعمیل کا وعدہ کر کے واپس آیا۔ اور اسی
دن تمام راہبوں کو ہدایت کر دی کہ اب جو عربی قافلہ آئیں اُن کے ہر ہر مسافر
سے ہی کے وہ اس پُراسرار درویش کا حال ضرور دریافت کیا کریں جو آج

ہمارے مرشد بُحیرا کی قدمبوسی حاصل کر کے صحرائے عرب میں چلا گیا ہے۔

سب نے وعدہ کیا۔ اور دو ہی چار روز کے بعد سے اُن تمام عربوں سے جو اس خانقاہ میں یا بُصریٰ کی کسی کاروان سرائیں یا کسی اور جگہ فرو کش ہوتے اُس شخص کا حال ضرور پوچھا جاتا۔ تین مہینہ تک کسی سے کچھ پتہ نہ چلا مگر تیسرے مہینہ اتفاقاً بنی غسان کے نبرد آزما سواروں کا ایک رسالہ بُصریٰ میں آیا۔ جو اپنے فرمانروا حارث کی ایک عرضداشت شہنشاہ روم ہرقل کے پاس لے جاتے تھے۔ اس لئے کہ ہرقل ان دنوں ایرانیوں پر فتح حاصل کر کے شان و شوکت کے ساتھ ارض شام میں آیا تھا۔ انطاکیہ میں مقیم تھا۔ اور ان اطراف کے تمام باج گزار اور مطیع و منقاد حاکموں اور فرماں روائی کا فرض تھا کہ خود حاضر ہو کے یا کسی سفارت کے ذریعے سے اظہار اطاعت کریں۔

یہ غسانی لشکر جب بُصریٰ میں فرو کش ہوا تو اُن میں کا ایک سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا بحیرا کی خانقاہ میں آیا۔ اور ایک راہب کے ہاتھ میں ایک خط دے کے کہا، "اسے اپنے مرشد بحیرا کی خدمت میں پہونچا دینا" اور یہ کہتے ہی فوراً واپس گیا۔ راہب نے وہ خط استفانوس کی خدمت میں پہونچایا۔ اور استفانوس اُسی وقت اُسے لے کے اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا۔ اور ادب سے عرض کیا، "اس خط کو کوئی فوجی سوار ہماری خانقاہ کے ایک راہب کو دے کے چلا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ یہ کسی مسیحی سردار کا خط ہے"۔

بُحیرا: "تم اسے چاک کر کے پڑھو اور بتاؤ کہ کیا لکھا ہے؟" استفانوس نے اجازت پا کے لفافہ چاک کیا جو اونٹ کی جھلی کا تھا۔ اور خط کو نکال کے پڑھا تو چونکا اور عرض کیا، "حضور یہ خط تو اُسی راہب کا ہے جسے حضور نے طالب صادق کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ اور جس کی خبر ہم ہر ایک عرب سے دریافت کیا کرتے ہیں"۔

یہ سنتے ہی بُحیرا نے جوش کے ساتھ وہ خط اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور پڑھنا شروع کیا۔ جو حسب ذیل تھا۔

پہلا خط

مرشدی و مولائی حضرت سے رخصت ہوتے ہی میں نے صحرائے عرب میں قدم رکھا - اور جوں جوں قدم آگے بڑھاتا ہوں ایک نئی غیر متمدن دنیا میری نظر کے سامنے آتی جاتی ہے - زمین کی پیداوار کم ہے - اور اسی نسبت سے یہاں آبادی بھی کم ہے - لوٹ مار یہاں کے لوگوں کا شریف پیشہ ہے - مگر اس کے ساتھ ہی ایک بیکس و بے بس درویش کے لئے ان سے اچھا مہمان نواز بھی کہیں نہ ملے گا - مہمان نوازی و فیاضی اور شجاعت و دلیری کے سوا خدا نے ان لوگوں کو اور کئی صفتوں سے آراستہ کیا ہے -

یہ لوگ وفادار ہیں - صاف باطن ہیں - اپنے شیوخ کے حکم کو بے عذر بجا لاتے ہیں - اور شیوخ بھی ان کا احترام کرتے ہیں - جفاکشی نے انھیں عیش پرستی سے بالکل محفوظ رکھا ہے - اور ہر قبیلہ کے ادنے و اعلیٰ سب میں ایک عجیب اتحاد اور ربط و ضبط نظر آتا ہے - اگرچہ یہ قبائل اکثر باہم لڑتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں دو قبیلوں میں لڑائی شروع ہوئی تو دونوں اپنے ہم عہد اور حلیف قبائل کو مدد اور کمک پر بلا لیتے ہیں - دونوں جانب اچھا خاصہ لشکر جمع ہو جاتا ہے - اور ایسی لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے - جو مدتوں قائم رہتی ہیں اور ان میں ان کے نامور شہسوار شرافت و شجاعت کے عجیب عجیب کرشمے اور کارنامے دکھا کر جان دیتے ہیں -

یہ سب اپنے آپ کو اسمٰعیل بن ابراہیم کی نسل سے بتاتے ہیں - اپنے نسبوں پر بہت نازاں ہیں - اور اپنے انساب کے بہت بڑے حافظ و ماہر ہیں سب عربی زبان بولتے ہیں جس میں اب دو مہینہ کے بعد میں تھوڑی بہت گفتگو کر لیتا ہوں اور ان کی معاشرت و روایات سے واقف ہوتا جاتا ہوں -

شہر تبوک سے آگے بڑھ کر جو زیادہ تر رومیوں کے زیر اثر ہے میں عرب حاکم بنی غسان کی سرزمین میں داخل ہوا - اور ایک ایسے مقام میں پہنچا جو عبرت روزگار ہے یعنی کسی زمانے میں کوئی قوم تھی ثمود جس کے قوت و عظمت والے صناعوں نے

پہاڑوں اور بڑی بڑی چٹانوں کو کھود کے یہاں اپنے مکان بنائے تھے۔ جو آج تک اس سنسان مقام میں خالی اور اُجاڑ پڑے ہیں۔ لوگوں میں مشہور ہے۔ کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی کی جس کے پاداش میں اس حضرت رب العزت نے اُن کی بستی اور ان کے مکانوں کو تباہ و برباد اور خود ان کو نیست و نابود کر دیا لوگ اس عبرت خیز اور خوفناک ویرانے کے قریب آتے ڈرتے ہیں۔ مگر مجھے خداوند تعالے کی عظمت و جلال کے یاد کرنے کا بہانہ مل گیا۔ اور یہاں کی خاموشی نے ذکر الٰہی میں بڑا لطف دیا۔

اب عنقریب فرمان روائے بنی غسان کے دارالسلطنت بلقاء میں پہنچوں گا جس کی بدوی دشت نوردوں سے بڑی تعریف سنی ہے۔

اس سفر میں مجھے مختلف باتوں سے سابقہ پڑا۔ یہ بھی ہوا کہ قزاق بدیوں نے میرے بدن پر جو کپڑے اور میری جھولی میں جو خرمے یا ستو تھے لوٹ لئے اور یہ بھی ہوا کہ کسی پہاڑ کے گھونگسٹ یا کسی چشمہ کے قریب صحرا نشینوں کے مہمان نواز خیمے ملے۔ جن میں بڑی فیاضی و وسیع الاخلاقی سے ٹھہرایا گیا۔ آج تک نہ کبھی اپنے عزیزوں اور دوستوں میں اور نہ کبھی خانقاہوں کے حجروں اور گرجوں کی عمارتوں میں مجھے ایسے بے نفس ہمدرد و جان نثار میزبان ملے تھے جیسے کہ ان پھٹی پرانی چادروں اور بچے کھچے کمتوں کے سایہ میں ملے۔ اسی طرح آج تک مجھے ایسے مفلس و محتاج اور بھوکے ننگے لٹیرے بھی نہیں ملے تھے جو چند خرموں اور بوسیدہ کپڑوں تک کو نعمت غیر مترقبہ خیال کر کے چھین لیں۔

ابھی تک میرا جن قبائل میں گزر ہوا ہے ان میں اکثر عیسوی خصوصاً نسطوری ہیں۔ سارے بنی غسان مع اپنے تاجدار کے مسیحی ہیں۔ اور ان کے اثر سے دین عیسوی روز بروز زیادہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ یہاں کا اصلی دین صنم پرستی ہے جس کو اب تک مسیحیت نے مٹا دیا ہوتا۔ مگر خرابی یہ ہے کہ شام و فلسطین کے ہزارہا مفرور یہودی بھی یہاں آ کے آباد ہو گئے ہیں جو مسیحیت کے سخت دشمن ہیں۔ اگرچہ وہ کسی کو اپنے گروہ اور اپنے دین میں نہیں شامل کر سکتے۔ مگر اس کے بھی روادار نہیں کہ یہاں کے بت پرست عیسائی ہو جائیں۔ اُن کی مزاحمت کے اثر سے اکثر قبائل میں

بت پرستی قائم ہے۔ باوجود اس کے مسیحیت نے یہاں قدم جمالیا ہے۔
مجھ سے ایک شریف عرب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے اپنا مہمان کیا اور باوجودیکہ میں روز کوچ کا قصد کرتا تھا مگر اس نے روک روک کے پندرہ دن تک رکھا۔ اور کسی طرح نہ جانے دیا۔ یہ قبیلہ بنی کنانہ کے ایک گروہ کا شیخ ہے۔ جو لوگ آبادی سے دور ایک وادی میں خیمہ زن ہیں۔ اس ملک کے صدہا افسانے اسے یاد ہیں۔ زندہ تاریخ ہے۔ گو کہ میرا ان باتوں میں دل نہیں لگتا مگر پندرہ روز تک اس کے ساتھ رہنے سے خواہ مخواہ بہت سی باتیں سن لینا پڑیں۔
وہ کہتا ہے یہ سرزمین قدیم الایام میں عمالقہ کی تھی جو دنیا کی ایک بہت ہی پرانی قوم تھی۔ اور انہیں کی یہاں حکومت تھی۔ اُن کا آخری حاکم سمیدع بن ہوبتر تھا جسے حضرت موسےٰ کے بعد یوشع بن نون نے قتل کیا۔ اور بنی اسرائیل یہاں کے مالک ہو گئے۔ یوشع کے بعد بھی یہاں کی حکومت عمالقہ ہی میں کے ایک خاندان بنی ظرب بن حسان میں رہی۔ اور انہی میں سے یہاں کی مشہور ملکہ زبّا بھی تھی۔ اس کے بعد قبائل یمن میں سے بنی قضاعہ یہاں آ کے سکونت پذیر ہوئے۔ اور جب پچھلے عملیقی خاندان کی حکومت کمزور ہو گئی تو انھوں نے سر اٹھایا۔ چنانچہ ان میں سے تنوخی لوگ ملک پر قابض ہو گئے۔ اس گھرانے کے تین مسلسل فرمان روا ہوئے جو رومیوں کے ماتحت تھے۔
اب ان لوگوں کا زور ٹوٹ گیا۔ اور اسی قبیلہ قضاعہ میں سے نسل سلیح کے لوگ فرمان روا ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ اس خاندان کو طیطوس قیصر روم نے بیت المقدس کے تباہ و برباد کرنے کے بعد حاکم عرب بنا دیا تھا پھر اُن کے بعد انہیں کے بنی عم ضجعمی لوگ قابض ہو گئے۔ اُن لوگوں نے دولت روم خوش کرنے کے لئے دین عیسوی اختیار کر لیا۔ اور رومیوں نے اُن کو حاکم عرب تسلیم کیا۔ اُن کے گھرانے میں مدتوں حکومت رہی۔ اور اسی علاقہ بلقا میں مواب نام ایک شہر ہے۔ اسی کے قریب یہ لوگ رہتے تھے۔
ان میں کا آخری فرمان روا زیادہ بن ہبولہ تھا۔ اس کو کمزور دیکھ

کے بنی غسان نے جوبمن سے ادھر چلے آئے تھے حملہ کر دیا۔ اور فتحیاب ہو کے اس سرزمین کے مالک ہو گئے۔ بدنصیب زیادہ بھاگ کے ارض حجاز میں چلا گیا۔ اور وہاں کے حاکم حُجر آکل المرار نے اسے مار ڈالا۔ بس اس وقت سے غسانی لوگ یہاں مقیم ہیں اور اس سرزمین کے حاکم ہیں۔ جو کہ بڑے پرجوش مسیحی ہیں۔"

اسی قسم کی اور بہت سی باتیں اس سردار بنی کنانہ نے بیان کیں۔ اور جب دیکھا کہ میں اس کی گفتگو کو دل سے نہیں سنتا تو اس کا سبب پوچھا میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ "مجھے دنیا کے کاروبار سے تعلق نہیں میں تو دین حق کی جستجو اور نجات کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہوں۔ اس بارے میں اگر آپ کچھ مدد دے سکتے ہوں تو دیجئے۔" یہ سُن کے وہ سر جھکا کے غور کرنے لگا۔ اور بڑی دیر کے بعد سر اٹھا کے بولا "اگر اس فکر میں آپ سرگرداں ہیں تو ارض شام کو چھوڑ کر یہاں کیوں آئے؟ اس سرزمین میں یوں تو بہت سے مذہب ہیں۔ مگر ایسے علماء و فضلا جو اطمینان دلا دیں یہاں مشکل سے مل سکتے ہیں۔ لیکن خیر میں آپ کو ایک ایسے شخص کا پتہ دیتا ہوں جس سے زیادہ عبادت گزار اور سچا حقیقت شناس شاید کہیں نہ ملے گا۔" میں نے اس شخص سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا اور اس نے کہا دومۃ الجندل سے مشرق جانب دس فرسخ کی مسافت پر ایک کوہستان ہے۔ اس کے دامن میں ایک چشمہ نکلا ہے۔ اور اس کے آس پاس بنی کلب کے خیمے ہیں۔ بنی کلب کے مسکن سے ایک فرسخ پر انھیں پہاڑوں کی ایک گھاٹی میں نوکریا نام ایک بوڑھا شخص رہتا ہے۔ جس کو میں بچپن سے اسی صورت میں دیکھتا رہا ہوں۔ اور لوگ اس کی عمر صدہا سال کی بتاتے ہیں۔ وہ دنیا سے الگ تھلگ بالکل خاموش بیٹھا رہتا ہے۔ اور خدا جانے اس نے کس زمانے سے کسی سے بات نہیں کی ہے۔ اکثر لوگ اس کے معتقد ہیں۔ اسلئے کہ اس میں آج تک کسی کو کوئی عیب یا نقصان نہیں نظر آیا اور بہت ہی بے آزار زندگی بسر کرتا ہے۔ مگر خرابی یہ ہے۔ کہ وہ

کسی کو اپنے پاس آنے اور ٹھہرنے نہیں دیتا ہے۔ نہ کسی کی سنتا ہے۔ اور نہ کسی سے کچھ کہتا ہے۔ لوگ اسے بہت بڑا عالم بتاتے ہیں۔ مگر یہ آج تک کسی کو نہیں معلوم ہوسکا کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ اس لئے کہ نہ کسی کو کسی عقیدے کی طرف بلاتا ہے۔ اور نہ کسی مذہب پر اعتراض کرتا ہے۔ آپ اس کے پاس جائیں۔ اور اس سے بات چیت کرنے کی کوشش کریں۔ اگر اس کو یقین آگیا کہ آپ سچے جویائے حق ہیں۔ اور کوئی دنیاوی غرض لے کے نہیں آئے ہیں۔ تو امید ہے کہ ضرور بات کرے گا۔ اور جو کچھ وہ بتائے گا بالکل سچ ہوگا

میں "میں نے سُنا ہے آپ کے ملک میں کوئی پیغمبر پیدا ہونے والا ہے۔ وہی تو نہیں؟"

شیخ "پیغمبر ہوتا تو کسی دین کی طرف لوگوں کو بلاتا۔ حالانکہ وہ دنیا والوں کی صورت سے بھاگتا ہے"

اس شخص کے حالات سُن کے میں بنی کلب کے چشمے کے پاس پہونچا۔ اور ایک روز ان لوگوں میں ٹھہر کے جو علی العموم بت پرست ہیں۔ دوسرے دن علی الصباح اس شخص کی تلاش میں نکلا۔ اس کے مسکن کا پتہ مجھے بنی کلب سے معلوم ہوگیا تھا۔ بغیر کسی زحمت کے پہونچ گیا۔ دیکھا کہ پہاڑیوں کے ایک گھونگھٹ میں ایک چٹان پر وہ شخص بیٹھا ہے۔ سر اور ڈاڑھی موچھوں کے بالوں کے بڑھ جانے اور ناخنوں کے بڑے ہونے کی وجہ سے انسان نہیں ایک وحشی جانور معلوم ہوتا ہے۔ بال بالکل سفید ہیں۔ سارے جسم میں جھرّیاں پڑی ہیں۔ گوشت تحلیل ہوگیا ہے۔ اور کھال ہڈیوں کو چھوڑ چھوڑ کے جابجا سے لٹک پڑی ہے۔ پالتھی مارے اور سر کو سینے پر لٹکائے ایک غور و فکر میں بیٹھا ہے۔ اور گویا اُسے خبر ہی نہیں ہوتی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ بہت سے ہرن اُس کے آس پاس اور دو ایک خاص اسی چٹان پر جس پر وہ ہے بیٹھے جگالی کر رہے ہیں۔ میری آہٹ پاتے ہی وہ بھڑک کے بھاگے۔ مگر اس کی وضع و حالت میں تغیر نہ ہوا۔

میں بھی ادب سے اور نہایت ہی آہستگی کے ساتھ اس کے پاس

جا کے بیٹھ گیا۔ اور مراقبہ مین سر جھکا کے اس کے دل سے روحانی لگاؤ پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور خیال کیا کہ اپنی سیر باطن سے فارغ ہو کے سر اٹھائے تو بات کرون۔ مگر صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہو گئی اور اس نے سر نہ اٹھایا۔ اب مین نہایت حیران ہوتا کہ کیا ہے حوائج ضروری اور کھانے پینے کی بھی ضرورت نہین ہوتی مجھے حوائج ضروری کیلئے کئی بار اٹھنے کی ضرورت پیش آئی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور اسی وضع مین بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ آخر مین نے بھی عہد کر لیا کہ نہ اپنی طرف سے چھیڑ کے بات چیت کرون گا۔ اور نہ جب تک یہ کچھ کھائے پیئے گا کھاؤن گا۔ اگرچہ بھوک پیاس نے مجھے بیتاب کر رکھا تھا مگر اپنے عہد کو نباہ رہا تھا۔ اس کے پاس اسی کی طرح مراقبہ مین خاموش بیٹھا تھا۔ اور تھوڑی بہت روحانی قوت جو گزشتہ عمر کی ریاضتون سے مجھ میں پیدا ہو گئی تھی اس سے کام لے کے دل کو اس کے دل کی طرف رجوع کرتا تاکہ اگر اس کے دل کا کوئی اثر مجھ پر نہین پڑتا تو میرے دل کا اسی پر ہو۔ دن ختم ہونے کے بعد ساری رات بھی مراقبہ مین گزر گئی۔ مگر وہ نہ چونکا۔ اور نہ میرے دل پر کوئی کیفیت طاری ہوئی

اب صبح کا وقت تھا۔ اور وہ گھڑی جب کہ مین ہمیشہ ریاضت کرتا تھا۔ اس وقت مین نے دل پر بے حد زور ڈال کے اس کی طرف توجہ کی اگرچہ مین اس کے مقابل میں اپنی باطنی قوت کو بہت ہی کمزور جانتا تھا خصوصاً اس وجہ سے کہ میری ایک شبانہ روز کی کوشش و کوشش کا اس پر مطلق اثر نہ ہوا تھا تاہم دل میں ٹھان لی کہ روحانی اکھاڑے میں جہان تک بنے گا زور کیے جاؤن گا یکایک اس نے سر اٹھایا اور میری طرف گھور کے دیکھا۔ پھر اٹھ کے حوائج ضروری سے فارغ ہوا۔ ایک مٹکیزے سے جو ذرا فاصلہ پر رکھا تھا۔ پانی پیا اسی کے پاس ایک خرجین تھی۔ اس میں سے نکال کے دو چار چھوہارے کھائے۔ اور پھر اسی جگہ آ بیٹھا۔ اور پہلے کی طرح پھر مراقبے میں مشغول ہو گیا

اب موقع پا کے مین نے بھی کچھ کھا پی لیا۔ اور پھر اسی طرح مراقبہ مین

دل کو اُس کی طرف متوجہ کرنے لگا۔ اس روحانی زور آزمائی مین مصروف ہوئے مجھے دو ہی تین گھڑیاں ہوئی ہون گی کہ اُس کے گھبرانے اور اُب کے ایک سانس لی۔ سر اٹھایا۔ میری طرف دیکھا۔ کچھ دیر تک مجھ پر نظر جمائے رہا۔ اور جب دیکھا کہ مین کچھ نہین کہتا تو بولا "کیا تم چاہتے ہو کہ یہ جگہ تمہارے لیے چھوڑ کے مین کہین اور چلا جاؤن؟"

مین۔ (ادب سے) "نہین بلکہ میری تمنا ہے کہ مجھے اپنے حلقہ ذوق مین شریک کیجیے"

وہ "کیا تمھین دنیا مین اور کوئی نہین ملتا؟"

مین "جی نہین ایسا تو آج تک کوئی نہین ملا"

وہ "مگر تمہارا کام دنیا بھر کے حق کو تلاش کرنا ہے۔ اور مین جہان بیٹھا ہون وہان سے ہل بھی نہیں سکتا۔

مین "مجھے جس چیز کی تلاش ہے اگر یہان مل گئی تو پھر مین کہین نہ جاؤنگا۔

وہ "لیکن وہ چیز یہان نہین مل سکتی"

مین "کیا آپ کے پاس وہ چیز نہین ہے؟"

وہ۔ (منغص ہو کے) "اسی قسم کے فضول سوالون سے بچنے کے لیے مین کسی سے بات نہین کرتا۔ پچاس سال سے مین نے کسی سے بات نہین کی تھی مگر تمہاری روحانی زبردستیون نے آج مجبور کر دیا۔ جس چیز کی تمھین تلاش ہے۔ اب یہان نہین بلکہ دکن کی کنکریلی زمین مین ملے گی"

مین "مگر مین جب تک آپ کی تحقیق و جستجو سے پورا فائدہ اٹھالون گا نہ جاؤنگا"

وہ "میرے مسلک و عقائد کا کوئی آدمی دنیا بھر مین نہین ہے۔ تم نے جن مدارس روحانی مین تعلیم پائی ہے۔ اور قسم کے ہین۔ اور میرا مذہب دوسرا ہے۔ جس کی طرف اب مین کسی کو بلا بھی نہین سکتا"

مین "کیا اس مین حقانیت اور سچائی نہین ہے جو آپ کسی کو اُس کی طرف مدعو نہین کر سکتے؟"

وہ۔ (برہم ہو کے) "افسوس یہی رمز ہے جس کو مین زبان پر لانا نہین چاہتا۔ اور جس کی وجہ سے میرے منہ پر خموشی کی مہر لگی ہوئی ہے"

ہین "مگر مین جب تک اس رمز حقیقت کو معلوم نہ کرلون گا نہ جاؤن گا"

وہ "آہ! تم میری جان لو گے! اچھا لو- اب دنیا مین میرے رہنے کی ضرورت بھی نہین رہی- اِس لیے کہ اپنا وقت پورا کر چکا- سنو- مین حضرت مسیح کے اُس اصلی مذہب پر ہون جو خاص ان کے حواریون اور ارض مقدس کے پہلے مسیحیون مین تھا جن کو امر حق کی تعلیم خاص حضرت مسیح سے ملی تھی- اور جو ان کے قدم بقدم چلتے تھے- یہی مذہب ہے- جسے لوگ مذہب "ناصری" کہتے ہین قدیم الٰہی مذہب حق جو حضرت آدم سے شروع ہو کے حضرت مسیح کے زمانے تک چلا آیا ایک ہی تھا جس کی تمام انبیائے سلف نوح- ابراہیم- موسیٰ- عیسیٰ وغیرہم تجدید کرتے رہے اور وہی مذہب ناصری تھا- مگر پولوس کی تعلیم سے جو بت پرستان مغرب کی معاشرت اور اسرائیلیون سے تعصّب رکھنے پر مبتنی تھی مسیح کی مسیحیت کی جگہ دنیا مین پولوس کی نئی مسیحیت قائم ہو گئی اور اس نے یہان تک زور پکڑا کہ حضرت مسیح کا اصلی مذہب جو چند اسرائیلی مسیحیون تک محدود تھا مغلوب ہوتے ہوتے رومیون کے ہاتھ سے فنا ہو گیا- جو پولوس کی رومی و یونانی مسیحیت کے حامی تھے غرض آج دنیا مین اس اصلی مسیحیت کی اکیلی ایک یادگار مین ہی رہ گیا ہون میری عمر بہت زیادہ ہے- ان آنکھون سے مین نے ڈیڑھ سو برس کا زمانہ دیکھا ہے اور جب یہ نظر آیا کہ پولوس کی مسیحیت بھی بگڑ کے کچھ سے کچھ ہو گئی اور اس مین بیسیون فرقے پیدا ہو گئے جو اپنے اپنے خیالی گرجے بنا کے ان کے لیے لڑتے ہین تو اس فتنے سے بچنے کیلیے مین ارض شام سے بھاگ کے اس پر امن خاموشی مین آگیا جہان انسان کا گزر نہین- اور کبھی کوئی نظر بھی آجاتا ہے تو وہ مسیحی نہین بت پرست ہوتا ہے"

مین "اس اصلی مسیحیت ناصری کے عقائد کیا ہین؟"

وہ "اس مین خالص توحید ہے- تثلیث نہین- اس مین مسیح پیغمبر اور بادشاہ ہین خدا کے بیٹے اور ایک دوسرے خدا نہین- بیٹے بھی ہین تو ویسے ہی جیسا کہ ہر نیکوکار بندے کو عبرانی زبان کے محاورے مین خدا کا فرزند کہا جاسکتا ہے- اسمین ختنہ ایک ضروری و لازمی سنت قدیم ہے- اور حق کے شعائر مین داخل ہے

اُس مین لحم خنزیر حرام ہے حلال نہین اور اُس مین روحانیت ہے مگر وہی روحانیت جو نظام مروجۂ عالم کو ضرر نہ پہونچائے
مین "لیکن عقائد اور اصول دین مسیحیت مین یہ انقلاب عظیم کیسے ہو گا؟"
وہ "رومیون اور یونانیون کے عیسائی بنانے کی ہوس مین پولوس نے ختنہ کو موقوف اور خنزیر کو حلال کیا۔ اس کے بعد مغربی بت پرستون کے قدیم مشرکانہ مذاق نے مسیح کو خدا بنایا۔ پھر اس کے بعد بت پرستون کے قدیم فلسفہ نے جو مغربی قومون کے دماغ مین چکر کھا رہا تھا ایک خدا کے تین خدا بنا دئے
مین "لیکن جب آپ کی مسیحیت اصلی دین الٰہی ہے تو پھر آپ اسے چھپاتے کیون ہین؟ اور اس کی تبلیغ کیون نہین کرتے؟"
وہ "اس لیے کہ مسیحیت اپنی عمر پوری کر چکی۔ اور تبلیغ کا کام خدا نے اور لوگون کے سپرد کر دیا اسی وجہ سے مین نے کہا کہ اب میری ضرورت نہین رہی اور میری زندگی پوری ہو گئی۔ مین پچاس سال کے بعد آج تمہارے مجبور کرنے سے بولا۔ اور یہی بولنا میرا آخری بولنا ہے۔ کل صبح سے پہلے ہی مین اس دنیا سے کوچ کرون گا۔ اور یہ حجت پوری ہو جائے گی کہ نئی نبوت اور نئے سلسلۂ تبلیغ کے شروع ہوتے وقت دنیا مین کوئی سچا پیرو مسیح اور کوئی حق پرست نہین باقی تھا"

ان الفاظ نے عجب مجھ پر اثر ڈالا۔ بے اختیار اس سے پوچھا "یہ تو بتا دیجیے کہ وہ نئی نبوت اور نیا سلسلہ کہان سے شروع ہو گا؟"
وہ "جنوب کی طرف سفر کر کے ارض حجاز مین جاؤ۔ اور اس پیغمبر کا انتظار کرو جو مکہ کو چھوڑ کر یثرب مین جائے گا اور اس کی یہ پہچان بھی یاد کر لو کہ اس کی پیٹھ پر مہر نبوت ہو گی اور وہ صدقے کی چیز نہ کھائے گا ہان ہدیہ کی چیز کھائیگا"
اتنا کہہ کے وہ شخص خاموش ہو گیا۔ اور پھر نہ بولا۔ مین نے بُلوانے کی ہزار کوشش کی مگر اب اس کی زبان بند تھی شیخ بنی کنانہ نے اس کا نام زکریا بتایا تھا۔ مجھے خود اس سے اس کا نام دریافت کرنے کی نوبت نہین آئی جس کی وجہ سے میرے دل مین شک تھا کہ آیا یہی وہ شخص ہے یا نہین۔ مین دن بھر اس

کوشش مین لگا رہا کہ اسے پھر بُلوا کے کچھ اور باتین دریافت کرون۔ مگر رات ہو گئی۔ اور اس نے لب نہ ہلایا۔ ہم دونون پاس پاس بیٹھے تھے۔ مین بار بار سوال کرتا تھا۔ اور وہ میری طرف دیکھتا بھی نہ تھا

اسی حالت مین آدھی رات ہو گئی۔ اس وقت یکایک وہ شخص سیدھا سیدھا لیٹ گیا۔ میری طرف دیکھ کے مسکرایا۔ اور کہا ”اب مین دنیا سے رخصت ہوتا ہون۔ خدا نے میری تجہیز و تکفین کے لئے تمھین بھیجا ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ جب مین مر جاؤن تو تازے پانی سے مجھے نہلانا۔ یہ چادر جس مین مین بدن چھپائے ہون اسی کو دھو کے پھر میرا کفن بنانا۔ اس چٹان کے برابر جس پر بیٹھا ہون کھود کے مجھے دفن کرنا۔ اور میری قبر کا نشان مٹا دینا“ یہ کہتے ہی اس کے چہرے پر بلا کی متانت و سنجیدگی پیدا ہو گئی۔ اور میری طرف دیکھ کے بولا ”تم گواہ رہنا کہ مین مرتے وقت خدائے واحد لاشریک کا ماننے والا ہون۔ اور اس ناموس اکبر اور اس پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لاتا ہون جس کی نبوت کا آغاز ہو چکا ہے۔“ اتنا کہا اور روح پرواز کر گئی۔

اس واقعے نے مجھے مایوس کر دیا۔ دیر تک سناٹے مین رہا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ تمام باتین جو اس نے بتائین سب ناتمام اور تشنہ ہین۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کے گھڑا اٹھا لیا اور بنی کلب کے چشمے سے تازہ پانی لایا۔ رات ہی کے اندھیرے اور تارون کی چھان مین اسے نہلایا اس کی چادر دھو کے اس مین اسے لپیٹا۔ پھر ریتلی زمین مین ایک پھاوڑے سے جسے بنی کلب سے مانگ لایا تھا قبر کھود کے تیار کی۔ اور فجر کے وقت طلوع آفتاب سے پہلے اس کے حق مین دعائے مغفرت کر کے اسے آغوش لحد کے سپرد کیا۔ اور چند پتھرون کو لحد کے پہلو مین جما کے اوپر سے مٹی برابر کر دی۔

صبح کو مین بنی کلب مین واپس جا کے ٹھہرا اور جنوب کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ معلوم ہوا شہر بلقار کے چند سوارون کا گروہ ارض شام کو جا رہا ہے اس لئے جلدی جلدی یہ خط لکھ کے ایک سوار کو دیا کہ آپ کی خدمت مین پہونچا دے۔ اب دیکھئے دوسرا عریضہ پیش کرنے کا موقع کب ملتا ہے

عقیدت کیش۔ ماہ بہ

خود ماہ بہ پر ان واقعات نے اتنا اثر نہیں کیا تھا جس قدر کہ اس خط کو پڑھ کے بحیرا کے دل پر اثر ہُوا۔ اس کی ساری زندگی ایک روحانی بے اطمینانی اور دینی شکوک و شبہات میں گزری تھی۔ حق کا جویا اور نعرۂ حق کے سننے کا منتظر رہا تھا۔ ماہ بہ کی اس تحریر نے یقین دلا دیا کہ دنیا جس ناموس الٰہی کی منتظر تھی وہ آگیا اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی۔ اور کیا عجب کہ نور حق کی اس شمع نے اسی نو عمر لڑکے کے پہلو سے ضو دی ہو مگر افسوس وہ کہاں ہے؟ اور کس سرزمین پر ہے؟ جو مرحوم حق پرست ماہ بہ کو بنی کلب کے پڑاؤ کے قریب ملا اس نے عرض حجاز کا پتہ دیا ہے۔ تو کیا میرا فرض نہیں ہے کہ اٹھ کھڑا ہوں؟ اور راہ طلب میں قدم ماروں؟ مگر افسوس مجھ میں اتنی قوت نہیں کہ ایک میل بھی چل سکوں۔ نہ دل میں حوصلہ ہے اور نہ پاؤں میں طاقت اپنی طرف سے کسی اور کو بھیجتا۔ مگر ریگ رواں کے اس ناپیدا کنار سمندر میں جو جائے گا گم ہو جائے گا ماہ بہ سے زیادہ سچا اور دُھن کا پکا دوسرا نہیں ہو سکتا مگر اس کا بھی دنیا کے اس غیر متمدن حصے میں کچھ زور نہیں چلتا۔ وہی تھا کہ اتنی مدت کے بعد اپنی خبر دے سکا۔ اور کوئی ہوتا تو ایسا غائب ہوتا کہ قیامت تک پتہ نہ چلتا۔ غرض میں سوا اس کے کہ ماہ بہ پر بھروسہ کروں۔ اسی کی جستجو کو اپنی جستجو تصور کروں۔ اور اس وقت کا منتظر رہوں جب وہ اس پیغمبر کے پاس پہونچ کے رمز حقیقت سے آگاہ ہو گا۔ اور کیا کر سکتا ہوں؟ مگر دیکھوں اب اس کا خط کب آتا ہے"

اس کے بعد اس بارے میں اُس سے استفانوس سے دیر تک گفتگو رہی۔ استفانوس نے اپنے مرشد کو اس نئے پیغمبر کے شوق میں حد سے زیادہ مضطر و بیقرار دیکھ کے کہا "اگر آپ فرمائیں تو میں ارض حجاز میں جا کے ڈھونڈھوں؟"

بحیرا:- تم ماہ بہ سے زیادہ جستجو نہیں کر سکتے۔ وہ بھی میرے بھیجنے سے اور میری ہی طرف سے گیا ہے اس لیے میرے دل کو گو اطمینان ہے اور سمجھتا ہوں

کہ مین اپنا فرض ادا کر رہا ہون - اس سرزمین مین جانے سے زیادہ دشوار مراسلت کرنا ہے۔ تم پہونچے بھی تو اپنے حالات سے مجھے کیونکر اطلاع دوگے اور جب کبھی اس کا موقع ہمارے ہاتھ آئے گا تو مجھے یقین ہے کہ ماہ بہ تم سے زیادہ مستعدی کے ساتھ مجھے اطلاع دے گا۔"

استفانوس "بظاہر اس کے سوا کوئی مفر نہین ہے کہ ہم خاموش بیٹھ کے ماہ بہ کی تحریرون کا انتظار کرین۔"

بحیرا "یہ تو ہو ہی رہا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہم ماہ بہ کو کوئی خط نہین بھیج سکتے۔"

استفانوس "ماہ بہ جب ارض حجاز مین پہونچ کے کسی جگہ ٹھہر جائین گے اسوقت شاید ہمین ان کو کچھ لکھنے کا موقع ملے - ابھی تو ہم مجبور ہین کہ اُن کی سُنین اور کچھ نہ کہین۔"

اس کے بعد بحیرا کا معمول تھا کہ ہر وقت کسی دوسرے خط کا منتظر رہتا اور استفانوس کو بُلا بُلا کے تاکید کرتا کہ ارض عرب کی طرف سے جو آئے اس سے ضرور پوچھ لینا کہ وہ کسی کا کوئی خط تو نہین لایا ہے - اس انتظار کو مسلسل دو سال گزر گئے - اور کچھ پتہ نہ لگا کہ ماہ بہ زندہ ہے۔ یا مر گیا اور زندہ بھی ہے تو کہان - اور کس حال مین ہے ۔ اور جس پیغمبر کے ظہور کا مژدہ سننے مین آیا تھا وہ کہان ہے - اور کیا کر رہا ہے۔

دُوسرا خط

اسی شوق اور یاس آمیز امیدواری مین ایک دن بحیرا اپنی کھڑکی سے جنوب کی طرف دیکھ رہا تھا اور نظر جمائے ہوئے تھا کہ ادھر سے چند عرب تاجرون کا ایک قافلہ گزرا - اور ان مین سے دو چار آدمی کٹ کے کنیسے کے احاطے مین داخل ہوئے اور قافلہ سیدھا شہر بصریٰ کی آبادی کی طرف چلا گیا - ان لوگون کو آتے دیکھتے ہی بحیرا کے دل مین خیال گزرا

کہ یہ لوگ ماہب کا کوئی خط نہ لائے ہوں۔ کمال بے تابی کے ساتھ ادہر اُدہر دیکھنے لگا۔ کہ کوئی قریب ہو تو اُسے بھیج کر ان لوگوں کا حال دریافت کروں۔ مگر کوئی نہ تھا۔ آخر اُٹھ کے زینے کے پاس گیا۔ اور استفانوس کو آواز دی جو اپنے خاموش و غیر متحرک مرشد کو زینے کے پاس دیکھ کے بدحواس دوڑا۔ اور اپنے کمرے سے نکلتے ہی آواز دی کہ "لبیک!"

بحیرا "چند ابنائے بادیۂ عرب قافلہ چھوڑ کے ہمارے احاطے کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ دیکھو کون ہیں؟ اور کیوں آئے ہیں؟ ہمارے جویائے حق دوست کا کوئی خط نہ لائے ہوں" استفانوس نے ادب سے عرض کیا کہ "ابھی جا کے دریافت کرتا ہوں۔ اور اُسی وقت اتر کے نیچے چلا گیا۔

اُس کے انتظار میں جو چند منٹ گذرے بحیرا کے لیے نہایت ہی ناقابل برداشت تھے۔ اُس کی نظر زینے کے دروازے پر جمی ہوئی تھی۔ دو ایک دفعہ زبان سے نکل گیا "افسوس۔ استفانوس کو میرے شوق اور میری بے صبری کا اندازہ نہیں ہے۔ ورنہ اتنی دیر ہرگز نہ لگاتا۔ میری عمر اتنی آگئی کہ نہیں کہہ سکتا مجھے سفر آخرت کو کتنا زمانہ باقی ہے۔ ممکن ہے کہ یہی سانس جو نتھنوں سے نکل رہی ہے۔ پچھلی ہو۔ یہ قطعی طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ ناموس الٰہی کا ظہور ہو گیا۔ اور پچھلے پیغمبر نے اپنی دعوت کی آواز بلند کر دی۔ لہٰذا اب اُس پر ایمان لانا بنی نوع انسان پر فرض ہو گیا۔ ایسا نہ ہو کہ میں اس فرض کو ادا کیے بغیر مر جاؤں"

بحیرا کے دل میں یہی خیالات گذر رہے تھے۔ کہ یکایک استفانوس ایک خط لیے ہوئے آیا۔ اور کہا "حضرت۔ یہ عرب کے قبیلۂ بنی تمیم کے چند لوگ ہیں۔ جو ایک خط لائے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مقام وادی القری میں کسی یہودی شخص کے ایک غلام نے انہیں یہ خط دیا کہ آپ کی خدمت میں پہونچا دیں"

بحیرا "غلام! اور پھر یہودی کا! ایک یہودی غلام کو مجھ سے کیا واسطہ؟"

استفانوس "ممکن ہے کہ وہ مسیحی اور آپ کا معتقد ہو۔ اس لئے کہ جو

شخص خط لایا ہے کہتا ہے کہ اُس غلام کا کچھ اور مذہب ہے جس کی وجہ سے اُس کا یہودی مالک اُس پر سختیاں کیا کرتا ہے۔"

بُحیرا:" (ہاتھ بڑھا کے) "لاؤ، خط دو۔ دیکھوں کس نے بھیجا ہے۔"

استفانوس نے خط اُس کے ہاتھ میں دے دیا اور اُس نے لفافہ چاک کر کے اُس پر ایک اجمالی نظر ڈالی۔ اور کہا "اہاہ! یہ تو خود ماہ بہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور اُنو اُسی کی طرف سے ہے بھی۔

استفانوس:" تو شاید ہمارے اُس جویائے حق نے کسی غلام کے ذریعے سے اس خط کو اس شخص کے پاس پہونچایا ہوگا۔"

بُحیرا:" خیر تو میں اب اطمینان سے بیٹھ کے اس خط کو پڑھوں گا۔ اور تم جا کے ان لوگوں کے ٹھہرنے کا انتظام کرو۔"

استفانوس:" مگر وہ لوگ یہاں نہیں ٹھہرتے۔ بُصریٰ میں جا کے فروکش ہوں گے یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مہینہ قیام کر کے واپس روانہ ہوں گے۔ تو ہم سے ملتے جائیں گے۔ اور وعدہ کرتے ہیں کہ اُس وقت دو ایک روز کے لئے ہمارے مہمان ہوں گے"

یہ کہہ کے استفانوس واپس گیا۔ اور بُحیرا نے خط کو پڑھنا شروع کیا۔ جو حسب ذیل تھا۔

میرے ہادی و مقتدا! حضرت کو میرے خطوط کا بے حد انتظار رہا ہوگا۔ اور اس انتظار میں غالباً سخت تکلیف ہوئی ہوگی۔ مگر میں مجبور تھا۔ اور خدا ہی کو نہیں منظور تھا۔ کہ میرا کوئی عریضہ حضرت اقدس تک نہ پہونچے۔ افسوس اس بے تعلقی کو دو سال سے زیادہ زمانہ گزر گیا جس میں حضرت والا کو میرا حال نہیں معلوم ہوا۔ اور مجھے تو اُس وقت سے جبکہ آپ کے آستانۂ فیض کو چھوڑا تھا۔ آج تک حضور کی خیریت نہیں معلوم ہوئی۔ لیکن حضور یقین جانیں کہ اس آستان بوس کا دل ہر وقت حضور ہی میں لگا رہتا تھا۔ خیر اب میں اپنے فرض کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

حضور والا! جس ناموس اکبر کا انتظار تھا۔ وہ دنیا میں آ گیا۔ اور تبلیغ الٰہی شروع ہو گئی۔ مگر افسوس مجھے ابھی تک اس کا موقع نہیں ملا کہ اُس

چشمۂ فیض کو جا کے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ آہ مجبور ہوں۔ اور بے بس۔

میں اپنی پہلی تحریر میں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ جن خاموش حق پرست کو دفن کر کے میں نبی کلب میں آیا تھا۔ ان کے پاس چند بکریاں تھیں۔ جو آس پاس ہرنوں اور وحشی جانوروں کے ساتھ چرا کرتیں۔ اور انہیں کے دودھ پر اُن اُن کی زندگی کا زیادہ حصہ بسر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ مرتے وقت انھوں نے مجھ سے یہ بھی کہہ دیا تھا۔ کہ یہ بکریاں میرے بعد سب تمہاری ہیں۔ اب انہیں آغوش لحد کے سپرد کر کے میں وہاں سے چلا تو اُس چھوٹے سے گلے کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اور اُسے ہنکاتا ہوا نبی کلب میں آیا۔ یہاں چار روز تک اُن میں ٹھہر کر اُس مرحوم بزرگ کے کچھ حالات کسی سے معلوم ہوسکیں تو دریافت کر کے آگے کی راہ لوں۔ اتفاقاً مجھے پتہ لگا کہ نبی کلب کا ایک چھوٹا سا قافلہ مکے کے تجانے کی زیارت اور حج کے لئے ارض حجاز کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ یہ خبر نہ تھی بلکہ ایک مژدۂ جان فزا تھا۔ جس کو سنتے ہی میں اُن زائرین مکہ کے قافلہ سالار عامر بن صعصعہ کے پاس گیا۔ اُن بکریوں کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ اور اُس شخص سے مل کے کہا۔ اگر آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے چلیں تو یہ سب بکریاں آپ کی نذر ہیں۔" اُس شخص نے اس معاملت کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ اور لطف و مرحمت کے لہجے میں کہا "میں آپ کو ساتھ لے چلنے ہی کا وعدہ نہیں کرتا بلکہ جب تک آپ ہمارے ساتھ رہیں آپ کے کھانے کی بھی کفالت کرتا رہوں گا۔" میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اُس نے وہ بکریاں لے کے اپنے گلّے میں چھوڑ دیں۔ مجھے ایک اونٹ پر بٹھا کے اپنے ساتھ لے لیا۔ اور نہایت مروت و اخلاق کے ساتھ مجھے کھلاتا پلاتا ارض حجاز کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ نہایت پُرخطر ہے۔ ہر قدم پر لوٹ مار ہوتی ہے۔ کوئی کسی کا شریک حال نہیں۔ اور اگر کوئی بے رحم بدوی لٹیروں کے ہاتھ سے بچا رہا تو وحشت ناک دشت ناپیدا کنار۔ برہنہ پہاڑ۔ اور ریگ رواں کے بادیہ گرد تودے اُسے تھکا تھکا کے بھوکا پیاسا مارتے ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کے اکثر خیال آتا کہ اگر میں تن تنہا سفر کرتا تو منزل مقصود تک ہرگز زندہ نہ پہونچ سکتا۔

خود یہاں کے لوگ جو اکثر ان آفتوں سے بچ جاتے ہیں اُس کی
دو وجہیں ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ہر شخص کو اپنے قبیلے کی قوت سے مدد ملتی ہے۔
کسی قبیلہ کا کوئی آدمی کسی کے ہاتھ سے مارا ڈالا گیا یا اُسے کسی قسم کا ضرر پہونچا
تو اُس کے قبیلے والے تمام کام چھوڑ کے انتقام لینے کو اُٹھ کھڑے ہوتے
ہیں۔ اور جب تک انتقام نہیں لے لیتے چین نہیں لیتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ڈاکو ابنائے
بادیہ جس کسی کا سامنا ہوتا ہے پہلے اُس کا نام و نسب دریافت کرتے ہیں۔
اُس کے قبیلے اور مسکن کا پتہ پوچھتے ہیں۔ اور اگر معلوم ہوا کہ اُس کا قبیلہ زبردست
ہے اور ہم شمشیر انتقام سے نہ بچ سکیں گے۔ تو ہرگز مزاحمت نہیں کرتے
دوسرے یہ کہ یہاں کے قبائل باہم ایک دوسرے سے دوستی پیدا کر کے اور
معاہدۂ یکجہتی کر کے باہم ایک دوسرے کے حلیف بن جاتے ہیں۔ اور حلیف بن جاتے
ہیں۔ اور حلیف قبائل کا فرض ہے کہ ہر لڑائی میں چاہے جائز بنیاد پر ہو یا ناجائز ایک دوسرے
کا ساتھ دیتے رہیں۔ اس وجہ سے جس قبیلے کے جتنے زیادہ حلیف قبائل ہوتے ہیں اُسی قدر
اُس کا رعب اور اثر زیادہ ہوتا ہے۔ لہذا جناب خاص یہاں کے لوگ اس سرزمین کے اس
بدوی تمدن سے بڑا فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ بخلاف اس کے اگر کوئی بیرونی شخص آ جائے
جس کا نہ کوئی حامی و مددگار ہو اور نہ اُس کو یہاں کے کسی قبیلے سے سروکار ہو تو اُس کی
جان کے لئے ہر جگہ اور ہر قدم پر خطرہ ہے۔

بہرحال میں دل ہی دل میں خدا کا شکر کرتا ہوا حجاز کی طرف چلا کہ اُس
نے ایسی اجنبی سرزمین میں مجھے ایسے محبت والے حامی و مددگار دے دیئے۔
اُسی طرح سفر کرتا ہوا میں مقام وادی القریٰ میں پہونچا جو خاص علاقۂ حجاز
میں ہے اور مکے سے زیادہ دور نہیں۔ یہاں میرے محسن عامر بن صعصعہ نے
ایک ہفتہ قیام کیا۔ اور شمعون نام ایک یہودی سے اُس سے کچھ لین دین تھا
جس کی مجھے اس سے اطلاع ہو گئی کہ شمعون اکثر اُس سے ملنے کو آتا
تھا۔ اور جس دن ہمارے ساتھی سفر کرنے والے تھے۔ اُس دن
اُس نے کچھ غیر مسکوک چاندی لا کے تول دی۔ عامر نے وہ چاندی میرے
سامنے اپنے قبضے میں کی۔ اور دیر تک اُس سے باتیں کرتا رہا۔ دوپہر

کے بعد جب شمعون رخصت ہوا۔ تو عامر نے مجھ سے کہا۔ آپ ذرا ان کے ساتھ ان کے گھر پر جائیں۔ اور یہ جو کچھ دیں لے آئیے۔ اس سے پہلے کبھی عامر نے مجھ سے اس قسم کی کوئی خدمت نہیں لی تھی۔ جس کی وجہ سے مجھے یہ بات نئی سی معلوم ہوئی۔ مگر اس کے احسانات تھے۔ عذر کا کیا موقعہ تھا۔ فوراً شمعون کے ساتھ اس کے گھر پر گیا۔ جو یہاں سے تقریباً دو تین میل کی مسافت پر تھا۔ شمعون نے مجھے بڑی دیر تک بٹھا رکھا۔ میں نے کئی دفعہ کہا جو کچھ دینا ہو دیجئے۔ تاکہ میں اُسے لے کر اپنے رفیقوں کے پاس جاؤں۔ مگر وہ ٹالتا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ شام ہوتے دیکھ کے میں گھبرایا کہ آج ہی کوچ کا دن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مسافران بنی کلب چلے جائیں۔ اور میں یہیں پڑا رہ جاؤں۔ جرأت کر کے شمعون سے کہا۔ "آپ نے اس قدر دیر لگائی۔ اور ہم لوگوں کو آج ہی سفر کرنا ہے۔"

شمعون (سختی کے لہجے میں) اب تم جانے کا خیال نہ کرو۔ اس لئے کہ تمہیں یہیں رہنا ہے۔ اور تمہارے ساتھی چلے گئے۔ اب یہاں سے چھ سات فرسخ کی مسافت طے کر چکے ہوں گے۔"

میں "وہ گئے تو مضائقہ نہیں۔ اس وقت تک جو اُنہوں نے میری کفالت و دستگیری کی یہ بھی اُن کی عنایت تھی۔ جس کا میں بہت شکر گزار ہوں۔ لیکن اب اگر وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تو میں تن تنہا اور پا پیادہ سفر کروں گا۔ میں یہاں نہیں رہ سکتا۔"

شمعون۔ تم یہاں رہنے پر مجبور ہو۔ اور نہیں جا سکتے۔

میں۔ (تعجب سے) میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو مجھے مجبور کرنے کا کیا حق ہے؟"

شمعون "ہاں مجھے حق ہے۔ میں تمہیں تمہاری حالت و حیثیت بتائے دیتا ہوں۔ جس کے بعد تم کو بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ کہ مجھے تمہارے روکنے کا حق کیوں حاصل ہے؟ اور تمہیں اب یہاں کیسی زندگی بسر کرنی چاہئے۔ تم میرے غلام ہو۔ اور میں نے تم کو تمہارے پہلے آقا عامر کلبی سے مول لیا ہے۔ اور خود تمہارے سامنے قیمت ادا کر دی ہے۔

میں "لیکن میں تو عامر کا غلام نہ تھا اُنہیں میرے بیچنے کا کیا حق تھا؟"
شمعون "اُنہوں نے تمہیں اپنا غلام بتایا۔ اور غلام ہی سمجھ کے میں نے مول لیا۔"
میں "مگر میرے خریدنے میں آپ نے اپنا کیا نفع سمجھا ہے؛ مجھ سا بوڑھا از کار رفتہ غلام آپ کی خدمت بجا لانے کے قابل بھی تو نہیں ہے۔"
شمعون "میں نے عامر بن صعصعۂ کلبی سے سنا ہے کہ تم عیسائی ہو۔ اور ہمیں عیسائیوں سے صدہا طرح کے انتقام لینا ہیں۔ مجھے تمہارے ستانے اور تمہیں طرح طرح کی اذیتیں پہونچانے میں ثواب ہو گا۔ اور تم پر ہم جس قدر زیادہ سخت عذاب کر سکیں گے اُسی قدر ہمیں زیادہ مسرت ہو گی۔"
میں "میرے لئے جو عذاب اور جیسی سختی آپ پسند کریں میں اُسے خوشی سے قبول کر دوں گا۔"
شمعون "اچھا سچ سچ بتاؤ کہ تم عیسائی ہو یا نہیں؟"
میں "بے شک بظاہر میرا شمار مسیحیوں ——"
شمعون "مسیحی نہ کہو۔ عیسائی کہو۔ ہم لوگ نہ عیسیٰ کو مسیح مانتے ہیں اور نہ عیسائیوں کو مسیحی۔"
میں "عیسائیوں میں سہی۔ لیکن در اصل میں کسی مذہب پر دل سے عقیدہ نہیں رکھتا ہیں حق کی تلاش میں ہوں۔ اور اسی جستجو میں یہ زندگی گزر رہی ہے۔"
شمعون "دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو تم جھوٹے اور سخت مکار ہو۔ یا ملحد و بے دین اور ان دونوں صورتوں میں تم سخت سزا کے سزاوار ہو۔"
اس کے جواب میں میں نے کہا "آپ مجھے جیسا چاہیں سمجھیں اور جس قسم کی چاہیں سزا دیں۔ میں آپ کا غلام اور آپ کے بس میں ہوں۔ اور جو حکم ہو اُس کے بجا لانے کو حاضر ہوں۔"
شمعون "ابھی وہ رسم بجا لانا ہے جو ہم لوگوں میں عیسائی غلام پر قبضہ کرنے کے بعد سب سے پہلے ضروری و لازمی ہے۔ اُس کے بعد تمہیں کام بتایا جائے گا۔"
میں "تو وہ رسم کب ادا ہو گی؟"

شمعون:۔ آج ہی شب کو تاکہ صبح سے تم اپنا کام کرنے لگو!
رات کو وادی القریٰ کے تمام اسرائیلی شمعون کے گھر میں جمع ہوئے بڑے اہتمام سے سب کی دعوت کی گئی۔ اور کھانے پینے کے بعد ایک بارونق محفل مرتب ہوئی۔ جس میں میں مسخروں کے لباس میں لا کے مسیح میں بٹھایا گیا۔ پھر مجھے ایک کانٹوں کا تاج پہنایا گیا۔ میرے ہاتھ میں شاہی جریب کی وضع سے ایک نرگل دیا گیا۔ اور سب نے مسخرے پن سے مجھے جھک جھک کے سلام کیا۔ میری بے انتہا تعظیم کی۔ تعظیم کرتے ہی کرتے یکایک خود شمعون آیا اور وہ نرگل میرے ہاتھ سے چھین کے مجھے بے تکان مارنے لگا۔ اُس کے ساتھ ہی سب یہودی اُٹھ اُٹھ کے مجھ پر جھپٹے۔ جو مجھے فحش اور ناپاک گالیاں دینے اور چاروں طرف سے مارنے پیٹنے لگے۔ اب مجھ پر ہر جانب سے دھولیں طمانچے۔ تھپیڑ۔ اور گھونسے پڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ مار کھاتے کھاتے میں بدحواس ہو کے زمین پر گر پڑا۔ خاردار تاج کے کانٹے میری پیشانی اور سر میں چبھ گئے۔ اور زخموں سے خون جاری ہوا۔ اُس وقت اُن کے ایک مقتدا نے بڑھ کے میرے سر کا سارا خون کاچھ کاچھ کے ایک کٹورے میں جمع کیا۔ یہاں تک کہ خون بند ہو گیا۔ اور میں اُسی حال میں ناتوان پڑا ہوا تھا۔ وہ کٹوری سب حاضرین کے سامنے پیش کی گئی۔ اور سب نے اُس میں ایک ایک انگلی ڈبو کے چاٹی۔ اس کارروائی کے بعد ایک صلیب لائی گئی۔ اور میں اُس میں باندھ کے لٹکا دیا گیا۔
اس وقت مجھے یقین تھا کہ میری زندگی ختم ہو گئی۔ اور مر کے اس صلیب پر سے اُتروں گا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد میں صلیب سے اُتار کے ایک قبر میں ڈال دیا گیا۔ جو اس مکان کے اندر کھدی ہوئی تیار تھی۔ اُس کے اُوپر پتھر کی سلیں رکھ دی گئیں۔ اور لوگ چلے گئے۔ آدھی رات کو شمعون نے آ کے مجھے اُس قبر سے نکالا۔ اور اب میری خاطر داشت ہونے لگی۔ زخموں پر مرہم رکھا گیا۔ صبح کو اُٹھا تو تکلیف کم تھی۔ مگر گذشتہ واقعات کی ایسی دہشت دل میں سمائی ہوئی تھی۔ کہ اُٹھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

صبح سویرے شمعون نے آ کے زبردستی اُٹھایا۔ اور کہا اب تم ایک اسرائیلی کے باضابطہ غلام ہو۔ اور اپنے روزانہ فرائض و خدمات سُن لو۔ روز صبح و شام کو گھر کے تمام کام انجام دینا ہوں گے۔ جن میں جھاڑو دینا۔ چولھے کو لیپنا جنگل سے لکڑیاں لانا۔ چولھا جلانا۔ برتن مانجنا۔ اور کھانا پکانا پھر دن چڑھے سے تیسرے پہر تک ہر روز ہمارے کھجوروں کے باغ میں جا کے درختوں کی خدمت کرنا۔ اُن کے تھالے کھودنا۔ باغ سے دو فرسخ پر ایک تالاب ہے وہاں سے پانی لا کے اُن میں بھرنا۔ جن درختوں سے سیندھی لی جاتی ہو اُن پر چڑھ کے سیندھی کی لبنی اُتارنا اور دوسری لبنی چڑھانا۔ یہ سب کام تمہیں پابندی سے کرنا ہوں گے۔ اور ـــــ"

میں :- "مجھ سے جو کام ہو سکے گا۔ اُس میں عذر نہ کروں گا۔"

شمعون :- "ہو سکے گا۔ اور نہ ہو سکے گا سے ہمیں تعلق نہیں۔ یہ سب کام کرنا ہوں گے۔"

میں :- "آپ میری عمر اور میری قوت کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ میں کھجور کے درختوں پر کیسے چڑھ سکتا ہوں؟ اس لئے کہ کبھی درختوں پر چڑھا ہی نہیں۔"

شمعون۔ "کوئی کام ایسا نہیں کہ دو چار دن کرو اور نہ آ جائے۔ ایک بات تم اچھی طرح خیال کر لو۔ ہم سے کبھی رحم اور مہربانی کی امید نہ رکھنا۔ جس طرح تم لوگ شراب اور روٹی کو تھوڑی دیر قربان گاہ پر رکھ کے مسیح کا گوشت اور خون بنا لیا کرتے ہو۔ اُسی طرح رات کی تقریب میں ہم نے تمہارا گوشت پوست سب عیسیٰؑ کا بنا لیا ہے۔ اب تم انسان نہیں عیسیٰ ہو۔ اور ہم یا ہمارا کوئی اسرائیلی بھائی جو تم پر جور و ظلم کرے جائز ہے۔ اور اُس کو اس کا حق حاصل ہے۔"

میں :- "آپ کو اختیار ہے مجھے جو چاہیں سمجھیں اور میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔"

شمعون :- "ہمیں ہی نہیں ہر اسرائیلی کو تم پر تشدد کرنے اور تمہیں اذیت و رنج پہنچانے کا حق ہے۔ تم یہ سمجھ لو کہ یہاں کے بت پرست جس طرح اُونٹوں کو سانڈ بنا بنا کے چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اُسی طرح تم عیسیٰ بنا کے اس لئے چھوڑ دیئے

گئے ہو کہ ہمارا سرائیلی تم کو سزا دے کے اور تکلیف پہونچا کے ثواب آخرت حاصل کرے اس لئے تمہارے ساتھ ہمارے ساتھ ہمارے ہاتھ سے چاہے کیسی ہی سختی ہوا سے تم برداشت کرنا۔ اور خیال کرنا کہ یہ ہمارا فرض تھا اور ہم اس پر مجبور تھے۔"

میں: "بہت بہتر"

شمعون: "اور ہاں تمہارا یہ کام بھی رہے گا۔ کہ ہر صبح کو اُٹھتے ہی گھر کے ہر زن و مرد اور ہر بوڑھے بچے کے سامنے جدا جدا جا کے ادب سے کھڑے ہو، خدا کو حاضر و ناظر جان کے زبان سے تین دفعہ اقرار کرو کہ میں عیسیٰ بن مریم ہوں ۔ اور اُس کے بعد تین بار اپنے اوپر لعنت بھیجو۔"

میں: "خدا کو حاضر و ناظر جان کے تو میں جھوٹ نہ بولوں گا۔

شمعون: "جھوٹ سچ سے بحث نہیں تمہیں ہمارے حکم کو بجالانا ہوگا۔"

اس پر میں خاموش ہو رہا۔ تو شمعون نے کہا، "اور ہاں اپنا ایک فرض اور سُن لو۔ ہفتہ میں دو بار اتوار اور جمعرات کو تمہارا یہ کام ہوگا۔ کہ اُس تالاب سے جہاں سے باغ کے لئے پانی لایا کرو گے سارے گھر کے کپڑے لے جا کے دھولاؤ اور ساتھ ہی گھر کی ضرورتوں کے لئے پانی بھی لیتے آؤ۔"

غرض اس دن سے میری زندگی یہی ہو گئی جو حضور کو میرے آقا شمعون کے الفاظ سے معلوم ہوئی۔ گھر کے کام تو خیر گر پڑ کے کر لیتا ہوں مگر باغ کا کام قیامت ہے۔ خصوصاً کھجور کے درختوں پر چڑھنا۔ کوئی دن نہیں ہوتا کہ دو چار دفعہ گر کے چوٹ نہ کھاتا ہوں ۔ اور اس کے ساتھ ہر روز جو ذلتیں ہوتی ہیں۔ ہر آنے جانے والے یہودی کے ہاتھ سے جو مار کھاتا ہوں۔ یہودی لڑکے جس طرح چڑھاتے ستاتے اور ذلیل کرتے ہیں ۔ اُس کا تو بیان ہی نہیں ہو سکتا ۔ جس یہودی کا سامنا ہو جاتا ہے ۔ وہ بے مارے نہیں رہتا ۔ مگر مجھے اس کا نہ صدمہ ہے اور نہ فکر ہے۔ فقط افسوس ہے تو اس بات کا کہ جس کام کے لئے میں آیا ہوں اُس سے روک دیا گیا۔ تاہم شب و روز اسی فکر میں رہتا ہوں۔

یہاں قریب بہت سے گاؤں ہیں ۔ کئی تالاب ہیں جو سال

پھر لبریز رہتے ہیں۔ جا بجا چشمے ہیں جو انہیں تالابوں میں آکے گرتے ہیں۔ ان تمام گاؤں میں یہود آباد ہیں جنہوں نے بنی قضاعہ والوں کو نکال کے اس علاقے پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور آزادی۔ خوش حالی۔ اور اطمینان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنا زور اور اثر اتنا بڑھا لیا ہے کہ گرد و پیش کے بت پرست قبائل اُن سے ڈرتے ہیں۔

یہ علاقہ ارض یثرب کے توابع میں شمار کیا جاتا ہے وہاں بھی اکثر یہود جا کے آباد ہو گئے ہیں۔ شام سے کوئی براہ راست حجاز کو جانا چاہے تو پہلے اسی علاقہ وادی القریٰ کی زمین پڑتی ہے۔ اُس کے بعد یثرب ہے۔ پھر وہاں سے لوگ دس بارہ روز سفر کر کے مکے میں پہونچتے ہیں۔ جو سارے عرب کے مشرکوں کا مرکز اور سب سے بڑا بتخانہ ہے۔

ارض ثمود جس کا حال میں حضرت کو پہلے لکھ چکا ہوں یعنی وہ مقام جو دنیا میں قرب الٰہی اور جلال ربانی کی یادگار ہے اور جہاں کی خاموشی میں چند روز میں نے عبادت کی تھی۔ وہ اسی وادی القریٰ کے علاقے میں ہے اور یہاں سے بہت قریب ہے۔

بہرحال قسمت نے مجھے یہاں لاکے پابزنجیر کر دیا ہے۔ اور رہائی و نجات کی بظاہر کوئی صورت نہیں ہے مگر میرے لئے خوش نصیبی کی ایک بات البتہ ہے۔ وہ یہ کہ مکے اور یثرب سے جو مشرکین حج کر کے پلٹتے ہیں یا اُن کے تاجرانہ قافلے جو بُصریٰ و شام کی طرف جاتے ہیں۔ وہ ایک دن کے لئے یہاں ضرور قیام کرتے ہیں۔ اور اکثر وہ میرے آقا شمعون ہی کے باغ میں ٹھہرتے ہیں۔ جس میں میں روز کام کیا کرتا ہوں۔ اور مجھے اُن سے ملنے اور باتیں کرنے کا موقع مل جایا کرتا ہے۔ ان لوگوں سے چند روز ہوئے مجھے معلوم ہوا کہ مکے میں ایک شخص نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے بت پرست حاجیوں سے زیادہ تفتیش کی تو سننے میں آیا کہ وہ مکے کے ایک شریف ترین گھرانے میں پیدا ہوا ہے۔ چند سال پیشتر تک نہایت ہی مہذب شائستہ نیک نفس۔ دستودہ خصال شخص تھا۔ اور لوگوں پر اُس کے اخلاق حسنہ اور عام ہمدردی النانی کا اس قدر اثر پڑا ہوا تھا۔

کہ سارا شہر اُس کا گرویدہ ہو رہا تھا۔ اور مکے کا ہر بوڑھا بچہ اُس کے اشارے پر چلتا تھا۔ یا تو یہ ہر دل عزیزی تھی۔ یا یک بیک اُس کی حالت کچھ ایسی بدل گئی۔ کہ لوگ اُس سے وحشت کھا کھا کے بھاگنے لگے۔ پہاڑوں میں اکیلے بیٹھنے اور ریاضت کرنے سے اُس کے قلب و دماغ ماؤف ہو گئے ہیں۔ اور اُسے ایک عجیب قسم کا جنون ہو گیا ہے جس کے جوش میں وہ نئی نئی باتیں کہتا ہے۔ جو نہ آج تک دیکھی گئی تھیں نہ سنی گئی تھیں۔ کہتا ہے میں پیغمبر ہوں۔ اور خدا نے مجھے سارے عالم کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ خدا کا فرشتہ جبرئیل جو آسمان سے اُتر کے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) سے ملا کرتا تھا۔ وہی اب میرے پاس آتا اور خدا کے احکام لایا کرتا ہے۔ وہ احکام اور الہیٰ الہام ہمیشہ ایسے فصیح و بلیغ ہوتے ہیں کہ اگر انسان اُس کی مجنونانہ حالت سے واقف نہ ہو تو اُس کے دل پر ایسا اثر کر جاتے ہیں کہ بے اختیار اُس کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے۔ چنانچہ اُس کے قبیلے والوں نے علی العموم یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ فقط مجنون نہیں شاعر بھی ہے۔ جو وحیٔ الہام بلکہ خدا وند جل وعلا کی زبان بنا بنا کے ایسی خوبصورت مسجع و مقفیٰ عبارتیں سناتا ہے کہ لوگ دنگ رہ جاتے ہیں۔

اسی نبوت و خیال آفرینی کے جوش میں وہ کہتا ہے کہ "میں ایک رات کو خدا کے فرشتے کے ساتھ آسمان پر گیا۔ ساتوں آسمانوں کی سیر کی۔ دوزخ و جنت کو دیکھا یہ دیکھا کہ دوزخ میں مجرموں اور گنہگاروں پر کس کس طرح سے عذاب ہو رہا ہے اور نیکوں کے لئے جنت میں کیسی کیسی نعمتیں اور کیسے حسن و جمال کی حوریں مہیا کی گئی ہیں۔ وہاں سے بھی آگے بڑھ کے میں سدرۃ المنتہیٰ پر گیا۔ اور اللہ جل شانہ نے مجھے اپنی ذات پاک سے ایسی قربت عطا کی جو آج تک کسی کو نہیں نصیب ہوئی تھی"۔

بہر حال مکے میں وہاں کے بُت خانے کے پاس اور خاص بت پرستوں کے آغوش میں یہ شخص پیدا ہوا ہے اور خدا جانے اُس کے ظہور میں کیا راز ہے ابھی مجھے اسی قدر حالات معلوم ہوئے ہیں۔ مگر میں تلاش میں ہوں۔ عنقریب زیادہ حالات معلوم ہوں گے۔ اور جو کچھ معلوم ہو گا میں برابر حضرت کی خدمت میں عرض

کرتا رہوں گا۔ اس لئے کہ گو قید میں ہوں۔ اور اس نئے مدعی نبوت کے پاس نہیں پہونچ سکتا۔ مگر یہاں مجھے اُس کے حالات کا پتہ لگانے کا اچھا موقع حاصل ہے۔ اور حضرت کے ملاحظے میں بھی خطوط پیش کرنے کا اکثر موقع مل جایا کرے گا۔ اور چونکہ اب میرا یہاں مستقل قیام ہے اس لئے امید ہے کہ حضرت کی تحریریں بھی مجھے مل سکیں گی۔ یہی شخص جس کے ہاتھ یہ عریضہ بھیجتا ہوں اُس سے میں نے خوشامد کر کے کہہ دیا ہے۔ کہ واپس آتے وقت اگر حضور کوئی خط دیں تو اُسے بھی لیتا آئے۔ اور چپکے سے مجھے لاکے دیدے۔

یہاں بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ میں آزادی کے ساتھ کسی مسیحی شخص سے خط و کتابت نہیں کر سکتا۔ خصوص حضرت کے ایسے نامور اور صاحب اثر مقتدائے ملت مسیحی سے مراسلت کی تو شاید ان لوگوں میں اتنا بڑا جرم ہو گا جس کی سزا موت کے سوا کوئی نہ ہو۔ پس میں نے اس لئے عرض کیا کہ حضور اگر مجھے کوئی خط بھیجیں تو اُس کے مخفی رکھنے کا پورا انتظام کر لیں۔ اور کسی ایسے شخص کے ہاتھ بھیجیں جو پوری احتیاط سے کام لے۔

اب میں اس خط کو ختم کرتا ہوں۔ اور عنقریب اُن نئے پیغمبر کے مفصل و مشرح حالات سے اطلاع دوں گا۔ زیادہ حد ادب　　　　حلقہ بگوش ماہ بہ

بحیرا پہلے تو جوش اور رو میں اس خط کو اوّل سے آخر تک پڑھ گیا۔ مگر بعد جب اُس کے مضامین اور واقعات کا خیال کیا تو بہت ہی پریشان ہوا۔ اول ماہ بہ کے ایک آزاد جو یائے حق بے بس و بیکس غلام بن جانے اور سنگدل و متعصب یہود کے ہاتھ میں گرفتار ہو جانے کا اُسے بے حد صدمہ ہوا۔ لاکھ غور کرتا تھا مگر اُس کے آزاد کرانے کی کوئی تدبیر ذہن میں نہ آتی تھی۔ ماہ بہ پر جو جو ظلم ہوتے اور جیسا وحشیانہ تشدد ہو رہا تھا۔ اُس کا خیال کر کے اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کے بعد جب اُس نے نئے پیغمبر عرب کے ظہور کا حال پڑھا تو اُسے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ناامیدی و یاس کی تاریکی میں کوئی جگنو چمک گیا ہو۔ دل میں کہا "بظاہر اسباب معلوم

ہوتا ہے کہ یہی وہ نبی مرسل ہے جس کی نسبت انبیائے سلف پیشین گوئیاں
کرتے آئے ہیں۔ مگر کاش کوئی ذی فہم و ذی ہوش اور صاحب دل و پاک باطن
شخص جا کے اُس کی حالت کا اندازہ کرتا اور پتہ لگاتا کہ وہ کیسا شخص ہے
اور کیا کہتا ہے۔ افسوس میں جانے سے معذور ہوں۔ اور یہاں کوئی اور
ایسا شخص موجود نہیں جو اس کام کے لئے بھیجا جائے۔ اِس خانقاہ میں جتنے
راہب ہیں اُن میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ کسی صاحب باطن پیغمبر
کی روحانی حالت کا اور اُس کے دعوے میں کے حق و باطل کا امتیاز کر سکے
استفانوس اِن سب میں زیادہ قابل ہے۔ مگر وہ بھی میرے نزدیک ابھی
اِس کام کے قابل نہیں۔ ماہ بہ تھا۔ مگر افسوس کہ وہ یہود کے ہاتھ میں پھنس
گیا۔ ساتھ ہی ماہ بہ کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا پھر خیال آیا۔ اور سر جھکا کے
سوچنے لگا۔ کہ اُس کی رہائی کی کیا تدبیر کرے۔
اتنے میں استفانوس پھر آ گیا جسے خیال تھا کہ جناب شیخ کو یہ خط پڑھ
کے شاید کسی کارروائی کی ضرورت پیش آئے۔ یا کسی امر میں مجھ سے گفتگو
کرنا چاہیں۔ اُس کے پاؤں کی چاپ سنتے ہی بحیرا نے سر اُٹھا کے اُس پر ایک
نگاہِ یاس ڈالی۔ اور کہا "افسوس ہمارا جویائے حق سخت آفت میں مبتلا
ہو گیا۔ اور نہایت ہی ظالم و وحشی یہودیوں کے پنجۂ ستم میں گرفتار ہے"۔
استفانوس نے اصل حقیقت دریافت کی تو بحیرا نے ماہ بہ کا خط اُس کے
سامنے ڈال دیا اور کہا "پہلے اُسے پڑھ لو۔ پھر مجھے مشورہ دو کہ اب کیا
تدبیر کی جائے"۔ استفانوس نے مرشد کے حکم سے خط کو تمام و کمال پڑھا
اور کہا "افسوس دوہری خرابیاں ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ماہ بہ ایسے یہودیوں
کے ہاتھ میں پھنسے ہیں کہ رہائی غیر ممکن معلوم ہوتی ہے۔ دوسری یہ کہ جس
پیغمبر کا حضرت پتہ لگانا چاہتے ہیں اُس کا کچھ سراغ لگا ہے۔ مگر اُس کی
کوئی صورت نہیں کہ کوئی شخص جا کے اُن کی زیارت کرے۔ اور ہمیں اُن
کے سچے سچے حالات سے آگاہ کرے"۔
بحیرا: جو کچھ مشکلات ہیں وہ تو معلوم ہی ہیں۔ اُن کے رفع کرنے کی

کوئی تدبیر بتاؤ۔

استفالوس۔ میرے نزدیک تو اب اسی پر کفایت نہ کرنا چاہیئے کہ جو لوگ یہ خط لائے ہیں ہم اُن کی واپسی کے منتظر بیٹھے رہیں۔ ہمیں خود کسی معتبر اور ہوشیار شخص کو وادی القریٰ میں بھیجنا چاہیئے ۔ جو اس طرح ماہ بہ سے ملے کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ اور اس کے بعد وہی شخص آگے سفر کر کے مکے میں جائے۔ اور اُن نئے مدعی نبوّت سے ملے، اور اُن کے حالات دیکھ آئے۔"

بحیرا۔"ہاں وادی القریٰ میں تو کسی کو ضرور بھیجنا چاہیئے تاکہ وہ ماہ بہ سے مل کے خود اُنہیں سے اُن کی رہائی کی تدبیر پوچھے۔ رہا اِن پیغمبر کی حقیقت کا پتہ لگانا۔ یہ سوا ماہ بہ کے اور کسی کا کام نہیں ہے۔ کاش تم ہی اس قابل ہوتے اور میں تم کو روانہ کرتا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ تمکو بھی میں ابھی اس کا اہل نہیں سمجھتا۔"

استفالوس:"تو حضرت جس کو فرمائیں اُسے بھیج دیا جائے۔"

بحیرا:"یہ جو یائے حق جب یہاں آیا ہے تو تم کہتے تھے کہ یہاں کا خادم راہب الونسنٹ اس سے ملا تھا اُسی کو بھیجو اور تمام نشیب و فراز سمجھا دو۔ بتا دو کہ اسرائیلی بن کے یہودیوں کے لباس میں جائے اور ماہ بہ سے ایسے وقت اور اس طرح ملے۔ کہ کسی کو اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو کہ وہ اُس سے ملنے کو آیا ہے۔"

استفالوس:"مجھے الونسنٹ پر پورا بھروسہ ہے۔ امید ہے کہ وہ اُس کو بڑی خوبی سے انجام دے گا۔

بحیرا۔ تو اُسے میری طرف سے ماہ بہ کے نام ایک خط لکھ دو۔ مضمون یہ ہو کہ تمہاری اسیری و مظلومی کا حال سُن کے بڑا صدمہ ہوا۔ خدا اپنے دوستوں کا زیادہ سخت امتحان کرتا ہے۔ لہذا نیک بندوں کو دنیوی عذابوں میں گرفتار ہو کے گھبرانا اور اُس کی رحمت سے ناامید و بدظن نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ یہی تکلیف و مصیبت قربت الٰہی کا ذریعہ ہوگی۔ تم صبر کرو۔ لیکن آزادی اور رہائی کی تدبیر سوچتے رہو۔ اور جو تدبیر مناسب معلوم

ہو اُس سے مجھے اطلاع دو تاکہ اُس پر عمل کیا جائے۔ تمہارا آزاد ہونا بہت ضروری ہے۔ اس لئے کہ تمہاری اسیری نے جستجوئے حق میں فرق ڈال دیا ہے۔ جن پیغمبر صاحب کا حال تم نے لکھا ہے کیا عجب کہ یہ وہی بزرگ ہوں جو کشتی میں یہاں آکے میرے مہمان ہوئے تھے۔ اگر تم خود اُن کے پاس جا کے اُن سے مل سکتے تو یہ سب باتیں معلوم ہو جاتیں۔ تاہم آنے جانیوالوں سے پتہ لگاتے اور زیادہ حالات دریافت کرتے رہو۔ اور جو کچھ باتیں معلوم ہوا کریں اُن سب سے مجھے آگاہ کر دیا کرو۔ اب چونکہ تمہاری سکونت مستقل طور پر وادی القری میں ہے اس لئے میں التزام کیے ساتھ ہر مہینے میں کسی ایک راہب کو ضرور بھیج دیا کروں گا تاکہ میرے خط تمہارے پاس اور تمہارے خط میرے پاس پہونچ جایا کریں۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوتے رہیں۔ اُن نامہ بر راہبوں کو تاکید کر دی جائیگی کہ ایسے وضع ولباس میں جائیں اور ایسے بے تعلق رہ کے تم سے ملیں کہ کسی کو ذرا بھی شبہہ نہ ہو۔"

استنغانوس نے مجا کے اُسی وقت یہ خط لکھ کے تیار کر لیا۔ اور راہب الوسنڈ ٹ کو بلا کے کہا "تمہارے مرشد بحیرا کا حکم ہے کہ تم کل ہی یہاں سے روانہ ہو کے ارض عرب میں سفر کرو۔ اور مقام وادی القری میں پہونچ کے جو خط تم کو دیا جاتا ہے اس کو اُس بوڑھے سیاح کے پاس پہونچا دو جو چند روز ہوئے۔ زیتون کے درخت کے نیچے آکے ٹھہر گیا تھا۔ اور جسے ہمارے مرشد نے جویائے حق کا خطاب دیا تھا۔"

الوسنڈ ٹ "کیا وہ وہیں ہیں؟"

استنغانوس "ہاں وہیں ہیں۔ اور شمعون نام ایک یہودی کے غلام ہیں۔ تمہارا کام ہے کہ یہودیوں کا بھیس کر کے جاؤ۔ اور یہ ظاہر کرو کہ یثرب سے یہود کے پاس ملاقات کو جاتے ہو۔ ایک باغ میں وہ دن کو کام کیا کرتے ہیں۔ وہیں تنہائی میں اُن سے ملنا۔ اُن کے حالات دریافت کرنا۔ جو خط دیں لے لینا اور پوچھنا کہ انہیں اپنی رہائی کی جو تدبیر نظر آتی ہو بتائیں کہ اُسی کیمطابق عمل کیا جاوے۔ اور اگر اُس کی امید ہو کہ وہ لوگ قیمت لے کے

چھوڑ دیں گے تو اس کا بندوبست کیا جائے!!

اِس کے بعد استفانوس نے وہ خط بحیرا کو دکھایا۔ اُس کے دستخط کرائے۔ اور اُسی وقت بند کر کے اور اُس پہ مہر لگا کے انوسنٹ کے حوالے کیا کہ ایک اونٹ پر سوار ہو کے کسی ایسے قافلہ کے ساتھ ہو جائے جو تیجری سے یثرب کو جا رہا ہو۔ مرشد کا حکم تھا۔ انوسنٹ فوراً روانہ ہو گیا۔

اُس کے جانے کے ایک ہفتہ بعد وہی عرب جو ماہ بہ کا آخری خط لائے تھے۔ بصرای سے پلٹ کے آئے۔ اور استفانوس سے مل کے کہا ہم جو خط لائے تھے۔ اگر آپ اُس کا جواب دینا چاہتے ہوں تو دے دیں۔ ہم لوگ یثرب کو واپس جا رہے ہیں۔"

استفانوس نے اُن کی اِس عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا "ہمیں کوئی خط نہیں دینا ہے۔ مگر آپ سے التجا ہے کہ دو تین روز یہاں قیام فرمائیں اور ہمیں میزبانی کی عزت دیں"۔ وہ لوگ اس کے شکر گزار ہوئے۔ مگر ٹھہرنے میں عذر کیا۔ کہا "ہمارا قافلہ روانہ ہو چکا۔ اگر قافلے کو چھوڑ کے ہم ٹھہر گئے تو پھر تنہا سفر کرنا پڑے گا جو خطرے سے خالی نہیں ہے"! استفانوس نے مجبوراً انہیں رخصت کیا۔ اور وہ سب اپنے قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے

ان لوگوں کو گئے ایک ہفتہ ہوا تھا کہ یمن کا ایک عرب بحیرہ کی خانقاہ میں آیا۔ اور استفانوس سے مل کے بہت ہی مخفی طور پر ایک اور خط دے گیا جس کی صورت دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا کہ ماہ بہ نے بھیجا ہے۔ اُس سے پوچھا کہ "جس شخص نے یہ خط تم کو دیا ہے؟ اور کہاں ہے؟" عرب نے کہا "اس خط کے پڑھنے سے آپ کو سب باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ ہم لوگ یمن سے ہندستان و چین کا مال اور عود قماری لے کے بغرض تجارت شام کو جا رہے ہیں۔ راستے میں ہمارا قافلہ ایک منزل میں ٹھہرا ہوا تھا کہ ایک شکستہ حال بوڑھے نے دوپہر کی دھوپ اور لُو میں آ کے مجھ سے کہا کہ اُس کا یہ خط یہاں پہونچا دوں۔ اور اس طرح پہونچا دوں کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے مجھے اُس کے حال پر ترس آیا۔ اور خط

نے لیا" یہ کہہ کے وہ چلا گیا۔ اور استفانوس نے وہ خط لیجا کے اپنے مرشد بحیرا کے سامنے پیش کر دیا۔ بحیرا نے بڑے ہی شوق سے لے کے اُسے کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔ اُس کے الفاظ حسب ذیل تھے:۔

تیسرا خط

میرے مرجع و ماویٰ۔ اپنی جو کچھ حالت اس سے پہلے عریضے میں عرض کر چکا ہوں وہی ہے۔ بلکہ اُس سے بھی بدتر۔ مگر مجھے شکایت نہیں۔ میں نے کبھی اپنے آپ کو کسی سے زیادہ معزز نہیں سمجھا کہ بے عزتی کی شکایت کروں۔ نہ میں نے کبھی اپنے تئیں معصوم و بے گناہ خیال کیا کہ جو سزائیں دیجائیں اُن کا شکوہ کروں۔ بہر حال صبر و شکر کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ مگر جناب کو اس قدر جلد دوبارہ زحمت دینے کی یہ وجہ ہے کہ اسی ہفتے میں مجھ سے دو شخصوں سے ملاقات ہوئی جن سے اُن نئے پیغمبر کے زیادہ حالات معلوم ہوئے اور اُن سے حضرت کو واقف کر دینا ضروری ہے اُن دو شخصوں میں سے ایک تو مکّے کا بت پرست تھا جو ایک قافلے کے ساتھ آکے میرے باغ میں ٹھہرا۔ میں نے اُس کی خدمت کی اور اُسے خوش کر کے مکّے کے حالات دریافت کیے۔

یہ غنیمت ہے کہ شمعون کے اِس باغ میں جو وارد و صادر آئے اُس کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ جس کی میرے آقا اکثر تاکید کرتے رہتے ہیں۔ مجھے مسیحی سیاحوں سے بات کرنے کی تو اجازت نہیں جو ادھر آتے بھی کم ہیں۔ لیکن اور چاہے کسی مذہب کا دشت نورد آئے اُس کی مہمان نوازی کرنا۔ اُسے آرام پہونچانا۔ اور اُس کے لئے ضروری سامان کو فراہم کرنا میرے ذمّے ہے۔

لہذا مکّے کے اِس عرب کو میں اپنے موافق بنا سکا۔ پہلے اُس سے مکّے کے مشہور بت خانے کعبے کا تذکرہ رہا۔ اور معلوم ہوا کہ اُس میں سینکڑوں

بُت رکھے ہوئے ہیں۔ اور سب سے بڑا بُت ہُبَل ہے۔ جو اہل مکہ کا قومی دیوتا ہے۔ اِن نئے پیغمبر کو اُن بُتوں سے سخت نفرت ہے۔ اُن کو ابتدا ہی سے بتوں سے اُنس نہ تھا۔ اُن کے اعزا و اقارب کعبے میں جا جا کے بُت پرستی کرتے مگر وہ الگ ہی الگ رہتے۔ اُن کے اِس طریقے کو ابتداءً اُن کی قوم والے خاموشی سے برداشت کرتے رہے۔ گو کہ دل میں اُن کے اِس فعل کو ناپسند کرتے تھے۔ مگر اُن میں ایسی اعلےٰ درجے کی اخلاقی خوبیاں اور نیک نفسی کی باتیں تھیں۔ کہ کسی کو اُن سے قطعی عداوت نہ تھی بلکہ اُن کی عزت و قدر کرتے تھے۔ اِس لیے کہ اُن کے ہاتھ سے بڑے بڑے کام انجام پا چکے تھے۔ اور قوم میں کم ایسے لوگ تھے جو کسی نہ کسی وجہ سے اُن کے زیر بار احسان نہ ہوں۔

لیکن بت پرستی کی مخالفت کا جوش اُن میں یک بیک بڑھا۔ اور انھوں نے چپکے چپکے اپنے مخصوص دوستوں سے کہا کہ خدا بت پرستی کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اِس کے ساتھ ہی ہماری قوم میں ایسی سینکڑوں خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں کہ خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ اِن سب چیزوں کے مٹانے پر کمر باندھوں اور خدا کے جو بندے خدا کو بھولے ہوئے ہیں اُن کو اُس واحد بے ہمتا کے آگے لا کے کھڑا کر دوں۔ جن دلی دوستوں پر پہلے پہل اِس راز کا انکشاف کیا تھا انھوں نے قبول کر لیا۔ اور اُن پر ایمان لے آئے۔

لیکن ابھی تک اُن پیغمبر صاحب کی تبلیغ ایک راز تھی جس سے خاص ہی خاص لوگ آگاہ تھے۔ اگرچہ بہت سے لوگوں میں سرگوشیاں ہونے لگی تھیں۔ مگر چونکہ دعوتِ حق راز تھی اس لیے اُس کی مخالفت بھی دشمنوں کے سینوں کے اندر رہی تھی۔ باہر نکلی نہ تھی۔

اس کے بعد ایک دن انھیں حق پرستی و حق شناسی کا کچھ ایسا جوش ہوا کہ بے اختیار گھر سے نکلے۔ نہ اپنی بے کسی و تنہائی کا خیال کیا۔ نہ اپنے طرفداروں اور دوستوں کی کمزوری کا لحاظ کیا۔ بے اختیاری اپنی قوم اور اعزہ کے سامنے کھڑے ہو کے علی الاعلان کہہ دیا۔ لوگو! برے کاموں کو چھوڑو۔ بدکاری سے باز آجاؤ۔ تمہارے معبود جھوٹے ہیں۔

جن کو تم پوجتے ہو وہ پتھر کے بے جان پتلے ہیں۔ وہ جب اپنے بدن سے پرسے
مکھی تک نہیں اڑا سکتے تو تمہاری کیا مدد کریں گے؟ انہیں توڑ تاڑ کے پھینکو
اور کعبے کو جو حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا بنایا ہوا عبادت خانہ توحید ہے بتوں
کی نجاست سے پاک کرو۔ دراصل یہ بت نہ تمہارے خدا ہیں نہ حاکم۔ نہ یہ تمہیں
نقصان پہونچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ یقین کیسا تھا ایمان لاؤ کہ تمہارا خالق اور معبود وہی
خدائے واحد لم یزل ہے جو تمہیں پیدا کرتا۔ پالتا۔ اور جب چاہتا ہے اپنے پاس
بلا لیتا ہے۔ اس لئے اُس کی طرف توجہ کرو۔ کفر و شرک سے باز آؤ۔ اور ایسا نہ کرو
کہ تمہارا بھی وہی حشر ہو جو تم سے پہلے سرکش کافروں اور مشرکوں کا ہو چکا ہے"
اُن کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی مکے والے بخصوص اُن کی قوم اور برادری کے
لوگ جانی دشمن اور خون کے پیاسے ہو گئے۔ اور وہی شخص جو اُن میں سب سے
زیادہ اچھا تھا ایک چشم زدن میں بُرا ہو گیا۔ سب کے سب بگڑ کھڑے ہوئے
اور طرح طرح کی دشمنیاں کی جانے لگیں۔ جس کو امین و دیانتدار اور بالکل
سچا جانتے تھے اب اُسے جھوٹا مکار کہنے لگے۔ اور جو فصیح و بلیغ ناصحانہ
کلام وہ سناتا تھا۔ اُس نے دلوں پر اثر کیا تو کہنے لگے یہ شاعر اور مجنون ہے۔

اب اس عداوت کے زمانے میں اُن کی یہ حالت ہے کہ جدھر جاتے ہیں
لونڈے پیچھے پیچھے تالیاں دیتے ہیں۔ بوڑھے مسخرا بناتے اور تحقیر و تذلیل کرتے
اور اُس الہامی کلام کو بگاڑ بگاڑ کے ایک دوسرے کو سناتے اور تمسخر کرتے
ہیں۔ موسم حج میں جب دُور دُور کے قبائل آ کے مکے کے گرد پڑاؤ ڈالتے ہیں تو یہ
پیغمبر ان بیرونی لوگوں کی ہدایت کے لئے اُن میں جاتے اور انہیں سمجھا سمجھا کے
سچائی و نیکی کی تعلیم دیتے ہیں۔ مگر اُن کے ساتھ ہی ساتھ اُن کی قوم یعنی
قریش کے بعض شہدے بھی لگے ہوئے چلے جاتے اور لوگوں سے پکار پکار
کے کہتے ہیں "اِس کی باتوں میں نہ آنا۔ اِس کے نہ دین کا ٹھکانا ہے نہ اس کے
عقیدے کا۔ چکنی چپڑی باتیں بنا بنا کے یہ لوگوں کو بہکاتا اور گمراہ کرتا ہے"!
اور اِس پر بھی جب دیکھتے ہیں کہ وہ کلام الٰہی سنائے ہی جاتے ہیں اور لوگوں پر
اُس کا اثر ہونے لگا ہے تو خواہ مخواہ اس قدر چلانا اور شور و غل مچانا شروع کر دیتے ہیں

کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی ہے اور اُن کے الفاظ کسی کے کان تک نہیں پہونچنے پاتے۔

لیکن باوجود اِن یورشوں اور بدتمیزی کی مخالفتوں کے اُن کا معمول ہے کہ روز گھر سے نکل کے جہاں لوگوں کا مجمع سنتے ہیں پہونچتے ہیں اور توحید کی وعظ شروع کر دیتے ہیں۔ کسی کے ہاں شادی ہو۔ یا غمی ہو۔ کوئی جلسہ اور مجمع ہو وہ ضرور پہونچتے اور لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہتے ہیں "دنیا کے کام تو ہوتے ہی رہیں گے تم مجھ سے دین کی دو باتیں سن لو جن پر تمہاری نجات ہی نہیں دنیوی فلاح و بہبود کا بھی دار و مدار ہے۔"

سب سے بڑی چیز جس سے عرب کے بڑے بڑے شاعروں اور خطیبوں کی عقل چکر میں ہے یہ ہے کہ اُن لوگوں کو اپنی شاعری اور سحر بیانی پر ناز ہے۔ جہاں میلے یا بازار ہوتے ہیں وہاں وہ جمع ہو کے اپنا کلام سناتے اور تقریریں کرتے ہیں۔ اُنہیں میں اِن پیغمبر صاحب کا بھی معمول ہے کہ جاتے اور اُن کے بعد اپنا الہامی کلام سُناتے ہیں۔ اور جہاں اِنہوں نے لب ہلایا سب کا بازار سرد پڑ جاتا ہے۔ اگرچہ اُس وقت اکثر مکے کے شورہ پشت بدمعاش اُن پر طعن و تشنیع کر کے گالیاں دیتے۔ منہ چڑھاتے۔ اور اُن کو پتھر کھینچ کھینچ کے مارتے ہیں جس سے کبھی کبھی وہ زخمی بھی ہو گئے۔ مگر اُن کا کلام بے اثر کئے نہیں رہتا۔ دو چار دِل میں قائل ہو کے اُن پر ایمان لے ہی آتے ہیں۔

مجھے معلوم ہوا کہ ایک مدت تک یہ حالت رہی کہ وہ جدہر جاتے ہیں مکے کے بعض بدمعاش بازاری لونڈے اور بہت سے اوباش اُن کے ساتھ ہیں۔ اُن کی تحقیر و توہین کرتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ سنگساری کرتے ہیں۔ مگر وہ اِس طوفان بے تمیزی سے مطلق تعرض نہیں۔ خاموشی سے چلے جاتے ہیں۔ اور جہاں کوئی اجنبی شخص ملا اُنہوں نے اُسے سمجھانا۔ حق کی راہ بتانا۔ اور اپنا الہامی کلام سُنانا شروع کر دیا۔ چند ہی باتیں کرنے پائے تھے کہ ساتھ والے غل مچانے لگے۔ اور ایسا ہنگامہ مچ گیا کہ اُن کو خاموشی و بےلبسی کے ساتھ آگے کی راہ لینا پڑی۔

مخالفوں نے اُن کی تقریر و وعظ کا اثر مٹانے کا آسان سا ذریعہ یہ سمجھ لیا ہے کہ ہر اپنے پرائے سے کہتے پھرتے ہیں کہ یہ شخص جادوگر ہے۔ اور جادو کی وجہ سے اُس کے کلام میں اثر پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر بھی دو چار آدمی اُن کے پیرو ضرور ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کی جماعت روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے جس کو دیکھ دیکھ کے اہل مکّہ اور طیش میں آتے ہیں۔

آخر جب یوں اُن کا زور نہ چلا تو ایذا رسانی کے درپے ہوئے۔ ابھی تک فقط اِس بات کی کوشش تھی کہ لوگوں پر اُن کی تعلیم کا اثر نہ پڑے۔ اب سب اس پر آمادہ ہو گئے کہ اُن کو تکلیف دیں۔ ایذا پہونچائیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو اُن کو نقصان پہونچائیں۔ اور ساتھ ہی وہ لوگ بھی ستائے جانے لگے جن کی نسبت معلوم ہُوا کہ اُن پر ایمان لائے ہیں۔ خود اُن کے ساتھ تو یہ سلوک ہونے لگا کہ کوئی راہ چلتے چلتے اُن کے سر پر خاک اُچھال کے ڈال دیتا ہے کوئی تمسخر کرتا ہے ہنسی اُڑاتا ہے۔ اور پھبتیاں کہتا ہے۔ کوئی ڈھیلے مارتا ہے۔ کوئی تلوار لے کے چڑھ آتا اور دھمکاتا ہے۔ کوئی جو شعر و سخن میں ذوق رکھتا ہے وہ ہجویں کہتا اور تہمتیں لگا لگا کے بدنام کرتا ہے۔ غرض جس سے جو بنتا ہے کرتا ہے۔ اور کوئی دشمنی نہیں اٹھا رکھی جاتی عورتیں تک اس قدر کینہ رکھتی ہیں کہ اُن کے راستے میں کانٹے ڈال جایا کرتی ہیں۔ جو پاؤں میں چبھ جاتے ہیں۔ ایک دن ایک بدمعاش نے راہ چلتے اُن کے گلے میں چادر ڈال کے اِس قدر اُمیٹھی کہ اُن کا گلا گھٹنے لگا۔ اور قریب تھا کہ دم نکل جائے۔ مگر اُن کے ایک دوست نے آ کے بچایا۔ اور اس نالائق ظالم سے کہا "واہ! اُس شخص کو ستاتے ہو جو اللہ کو معبود مطلق بتاتا ہے!!"

ایک دن کعبے میں وہ سجدہ کر رہے تھے کہ اُسی بدمعاش نے اونٹ کی ایک بڑی بھاری اوجھڑی لا کے پیٹھ پر رکھ دی جس کے بوجھ سے وہ دبے جاتے تھے اور سر اُٹھانا دشوار تھا۔ اُس کے ساتھ ہی بہت سے دشمن تلواریں کھینچ کے کھڑے ہو گئے۔ کہ کوئی مدد کو آئے گا تو اس سے لڑیں گے۔ غنیمت یہ ہوا کہ عرب لوگ عورتوں پر ہاتھ اُٹھانا اپنے لئے باعث ننگ سمجھتے ہیں اُن کے رفیقوں

اور ایمان لانے والوں میں سے کسی مرد کو تو خود سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی مگر کسی نے دوڑ کے اُن کی چھوٹی صاحبزادی کو خبر کر دی۔ وہ دوڑتی ہوئی آگئیں۔ باپ کی محبت کے جوش میں ننگی تلواروں کے اندر گھسیں اور جسطرح بنا ڈھکیل ڈھکال کے اوجھڑی باپ کی پیٹھ پر سے گرائی۔

جس شخص سے مجھے یہ حالات معلوم ہوئے ہیں وہ بھی اُن کا دوست نہیں بلکہ خلاف ہی ہے۔ مگر اس کو ضرور قبول کرتا ہے کہ اُن کے ساتھ اُن کی قوم اور اُن کے شہر والے جو سلوک کر رہے ہیں وہ مردانگی وحمیت سے بعید ہی نہیں بلکہ نہایت ہی ذلیل وشرمناک اور کسی مدعی شرافت قوم کے لئے بہت ہی نازیبا ہے۔ دشمنوں کا جب کھلا حملہ ہو جاتا ہے۔ اور انہیں نظر آتا ہے کہ اب ناقابل برداشت صدمہ پہونچنے کا اندیشہ ہے تو وہ اپنی بیوی کے گھر کے پاس ایک حجرے میں چھپ کے پناہ لیتے ہیں۔ جس میں پتھروں کی جڑائی ہے اور خوب مضبوط ہے۔

کئی دفعہ اُن کے زبر دبنے کی بھی کوشش کی گئی۔ مگر خدا نے اُن کو بچالیا۔ اور دشمن ناکام رہے

لیکن ان دشمنیوں اور عداوتوں پر بھی اُن پیغمبر صاحب کا جوش ہدایت وتبلیغ بجائے مرعوب ہونے اور دبنے کے اور بڑھتا جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے آخری واقعہ جو پیش آیا اس نے اور دشواریاں پیدا کر دیں۔ اور اُن مدعی نبوت کی حالت بہت ہی نازک ہو گئی۔ اور ہوا یہ کہ مکے میں آبادی سے ملی ہوئی کوئی پہاڑی ہے جو کوہ صفا کہلاتی ہے۔ قدیم سے معمول چلا آتا ہے کہ جب کسی کو کسی بات یا واقعے کا اعلان عام کرنا ہوتا ہے تو لوگوں کو اس پہاڑی پر بلاتا ہے۔ سب لوگ گرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ کسی بلندی پر چڑھ کے جو کہنا ہوتا ہے کہہ دیتا ہے۔

ان پیغمبر صاحب کے اعزا واقارب ہی مکے اور اہل مکہ کے سردار وسرغنا ہیں۔ اور سب لوگ اُن کے تابع رہا کرتے ہیں۔ انہوں نے جب نبوت کا دعویٰ کر کے بتوں اور بت پرستوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو اُن

اعزہ واقارب میں سے بعض تو کھُلے دشمن اور جان لینے کے درپے ہو گئے۔ باقی سب نے خموشی اختیار کر لی۔ اُن کے طرز سے یہ معلوم ہوتا کہ اُن کے حقیقی چچا جنہوں نے اُن کو پالا ہے اور سب سے زیادہ صاحب اثر ہیں بالکل خاموش ہیں۔ اُنہیں کی خموشی سے کسی کو اُن پر ہاتھ ڈالنے یا اُن کی جان لینے کی جُرأت نہیں ہوتی۔ اور سب ڈرتے ہیں کہ اگر وہ بھتیجے کے خون کا انتقام لینے کو اُٹھ کھڑے ہوئے تو قیامت ہو جائے گی۔ اور کسی کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔

بہر حال ہمدرد عزیزوں کی کمزوری دیکھ کے انہوں نے ایک دن یہ کیا کہ سارے عزیزوں اور ہم نسب معززین قوم کو کوہ صفا پر بُلایا۔ سب لوگ حسب معمول چلے آئے۔ اور جب سب جمع ہو گئے تو اُنہوں نے اُن کی طرف خطاب کر کے کہا "سُنو۔ عنقریب بہت ہی بُرا وقت آنے والا ہے۔ اُس سے ڈرو۔ اُس کے خیال سے کانپو۔ اور اُن بدمعاشیوں سے باز آؤ۔ تمہارا یہ کفر اور تمہاری یہ بُت پرستی بڑی خطرناک چیز ہے اور خدا کو بہت ہی ناگوار ہے۔ اگر کہیں خدا کا غضب نازل ہو گیا تو یہ سارا زور و شور اور یہ شان و شوکت سب خاک میں مل جائے گی۔ اِس لئے توبہ کرو۔ بُتوں کو چھوڑو۔ خدا کے دین پر ایمان لاؤ اور کہو۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ"!

اِس نئے رسول کے یہ الفاظ سُن کے سب لوگ بگڑ کھڑے ہوئے۔ اور اُن کے ایک دوسرے چچا نے جو بُت پرستی کے دلدادہ اور اِن پیغمبر صاحب کے جانی دشمن ہیں اپنے اُن بھائی سے جو خدا ناشناس بھتیجے کے حال پر مہربان ہیں کہا "تم نے اپنے بھتیجے کی باتیں سُنیں؟ بزرگوں کو بُرا کہتا۔ اور سب کا بڑا خود بنا جاتا ہے!"

اِس کے بعد سب لوگ بکتے ہیں واپس آئے۔ اور اِس گھڑی سے اعزاء و اقارب اور ساری قوم کی دشمنی اور بڑھ گئی۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ اِسی دن سے اُن پیغمبر صاحب نے علانیہ اپنے دین کی تبلیغ شروع کر دی۔ بزرگان خاندان سے جو حجاب تھا وہ بھی اُٹھا دیا۔ اِس کے ساتھ ہی سب پر یہ بھی کھُل گیا کہ کون کون لوگ اپنے پرانے دین کو چھوڑ کے اُن پر ایمان لا چکے ہیں۔

اِس وقت کئے ہیں ستّو سے کچھ زیادہ تعداد اُن لوگوں کی ہے۔

جو اُن کے پیرو ہو گئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہین۔ مگر اُن مین زیادہ تر غریب اور بے کس و بے بس لوگ ہیں۔ بعض غلام ہیں جو اور ون کے بس مین ہین۔ اور اُن کے مالک ان نبی صاحب کے دشمن ہیں۔ اس لیے وہ اُن غلاموں پر سختیاں اور جور و تشدد کرتے ہیں۔ اور بڑے مظالم ہو رہے ہیں۔ یون تو سب ہی ستائے جاتے ہیں۔ مگر غلاموں کی حالت بہت ہی نازک اور اندوہناک ہے۔ وہ تپتی ہوئی بالو پر ٹھیک دوپہر کی دھوپ میں لٹائے جاتے ہین۔ اور اُن کے سینے پر جلتی ہوئی سلیں رکھ دی جاتی ہیں مگر اس پر بھی وہ اپنے اُن رسول کی پیروی سے باز نہین آتے۔ کئی مسلمان ظالم و بے رحم دشمنوں کے ہاتھ سے جان دے چکے ہین۔ اور چونکہ اُن کا کوئی حامی اور طرفدار نہ تھا اس لیے کسی نے اس پر چون بھی نہ کی۔

اِن واقعات سے پریشان ہو کے پیغمبر نے اپنے بعض دوستون سے جو تھوڑی بہت استطاعت رکھتے ہیں اس بات کی خواہش کی کہ اُن سے جہان تک بنے ایسے ستم زدہ غلامون کو خرید خرید کے ظالم مالکون کے پنجۂ ستم سے چھڑائیں۔ چنانچہ دو چار کی جانیں اس طرح عذاب سے چھوٹ گئین۔ اور وہ آزاد شدہ مسلمان غلام اب ہر وقت پیغمبر ہی کے پاس رہا کرتے ہین۔

لیکن پھر بھی مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم ہو رہے ہین۔ مشرکوں کا زور ہے۔ خود اُن پیغمبر صاحب کی جان ہر وقت خطرے میں رہا کرتی ہے۔ اور افسوس کوئی ایسا نہیں ہے جو مکے میں پہونچ کے اُن کی مدد اور حمایت کرے۔

اِس کے بعد جو کچھ حالات معلوم ہون گے اُن سے بعد اطلاع دُونگا لیکن جو باتین معلوم ہو چکی ہیں۔ اور اِن پیغمبر کی تعلیموں کے متعلق میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اُس پر غور کر کے آپ فرمائیں کہ داعی الی الحق اور سچے پیغمبر ہیں یا نہیں؟ میں جہان تک غور کرتا ہون مجھے اُن کی تعلیم میں کوئی ایسی بات نہیں نظر آتی جو حق کے خلاف ہو۔ اور روز بروز

مجھ کو اُن کی سچائی اور اُن کی نبوت کے برحق ہونے کا یقین ہوتا جاتا ہے۔ والسلام
خاکسار۔ ماہ بہ

اس خط کو پڑھ کے بحیرا کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ مسکرا کے استفانوس کی طرف دیکھا اور کہا: "اب تو مجھے یقین ہوتا جاتا ہے کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جو مدت ہوئی نوعمری میں یہاں آئے تھے۔ اور اُن کے وہ ہمدرد چچا بھی غالباً وہی ہوں گے جو یہاں اُن کے ساتھ تھے۔ بے شک اسی شخص کی ذات سے انبیائے سلف کی پیشین گوئیاں پوری ہوتی نظر آتی ہیں۔ اور ناموس الٰہی کا اس کی صورت میں ظہور ہوا ہے۔"

استفانوس: "معلوم نہیں توراۃ و انجیل کی نسبت اور ہمارے خداوند مسیح کے بارے میں ان بزرگ کے کیا خیالات ہیں؟"

بحیرا: "ابھی اُنہیں وہاں کے بت پرستوں کی اصلاح سے فرصت کہاں کہ ان امور کی طرف توجہ کریں۔ لیکن مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے۔ کہ یہ بزرگ ہادی جو عرب میں پیدا ہوئے ہیں کہتے کیا ہیں؟ کن کن کاموں کا حکم دیتے ہیں؟ اور کن باتوں سے لوگوں کو روکتے ہیں؟"

استفانوس: "ابھی تک معلوم ہوتا ہے ماہ بہ کو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو ان پیغمبر کی شریعت اور اُن کے احکام اور اوامر و نواہی سے واقف ہوتا۔ اُن کے پیرووں کے سوا اور لوگوں کو یہ باتیں ابھی معلوم بھی نہ ہوئی ہوں گی۔"

بحیرا: "کیا کہوں کہ ان بزرگ کے مفصل حالات سننے کے لیے میں کس قدر بیتاب ہوں! میری عمر کے خدا جانے کے دن باقی ہیں۔ مگر تمنا یہ تھی کہ مرنے سے پہلے ان بزرگ کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ کر کے خود اپنے خیال میں یکسوئی پیدا کر لیتا۔ اگر یہ شخص واقعی ناموس الٰہی ہے تو اُس پر ایمان لانا ہر فرد بشر پر فرض ہے۔ اور جو ایمان نہ لائے اُس کی نجات نہیں ہو سکتی۔"

استفانوس: "امید ہے کہ عنقریب یہ تمام باتیں کھل جائیں گی۔ اور آپ اپنی زندگی ہی میں اصل حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے۔"

بحیرا: "انوسنٹ کو گئے کتنے دن ہوئے؟"

استفانوس بڑ اُسے گئے تو ابھی نقط پندرہ دن ہوئے ہیں۔ پہونچا بھی نہ ہوگا۔ ایک مہینے سے کم میں انسان وادی القریٰ تک نہیں پہونچ سکتا۔ جو لوگ اس خط کو لائے تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا تھا کہ وادی القریٰ یہاں سے کتنی دور ہے؟ اُنہوں نے بتایا کہ اگر انسان مسلسل کوچ کرتا چلا جائے۔ تو اٹھائیس انتیس دن میں پہونچتا ہے۔"

بحیرا"خیر ہم مجبور ہیں کہ اُس کا انتظار کریں۔ مگر شاید اس درمیان میں ماہ بہ کا کوئی اور خط آجائے۔ بہر حال اب تم جاؤ۔ اور مجھے اپنے عبادت و مراقبہ کے مشاغل میں چھوڑ دو۔ لیکن افسوس میرا خیال اس نئے پیغمبر کی باتوں میں اس قدر مصروف ہو گیا ہے کہ نہ عبادت میں دل لگتا ہے اور نہ کسی اور کام میں۔"

کسی واقف کار کی تلاش

مُرشد کا اشارہ پاتے ہی استفانوس اپنے حجرے میں واپس آیا۔ اور دل میں کہا۔ میں نے ولی بحیرا کو اپنے سارے زمانۂ عبادت میں کبھی کسی امر میں اس قدر محو نہیں پایا تھا جس قدر کہ ان نئے رسول عرب کے بارے میں دیکھتا ہوں۔ ہمارے حضرت شیخ کے ولی اور صاحب باطن ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور اُن کو اگر اس طرف توجہ ہے تو سمجھنا چاہئے کہ یہ کوئی معمولی معاملہ نہیں ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے ان بزرگ کے حالات کا پتہ لگانا چاہیے۔ اب اس وقت سے میری عبادت یہی ہے کہ ان نئے رسول کے حالات کی جستجو کروں بصریٰ میں عربوں کا کوئی نہ کوئی قافلہ ہمیشہ پڑا رہتا ہے۔ اور اس ریگستان کے تاجروں کی ہر موسم میں آمد و رفت رہا کرتی ہے۔ اگر ان میں تلاش کیا جائے۔ تو کوئی نہ کوئی اُن کا شناسا ضرور نکل آئے گا۔ مناسب ہوگا کہ میں خود ہر روز جا کے بصریٰ کی کارواں سراؤں کا ایک چکر لگا آیا کروں۔"

اپنے اس ذہنی فیصلے کے مطابق دوسرے ہی دن سے استفانوس نے اپنے مرشد بحیرا سے اجازت حاصل کر کے بُصریٰ میں گشت لگانا شروع کر دیا۔ اور معمول کر لیا کہ صبح کی عبادت سے فارغ ہوتے ہی کچھ کھا پی کے اپنی خانقاہ سے

تنہا نکل جاتا۔ اور جہاں کہیں کوئی عرب قافلہ ملتا اُس کے ایک ایک شخص سے مل کے باتیں کرتا۔ خاطر و مدارت سے اُن کو اپنی طرف مائل کرتا۔ اور نجران کے ملک بستی قبیلے۔ اور اُن کے وطنی تعلقات دریافت کرتے کرتے ارض حجاز۔ شہر مکہ۔ وہاں کے معبد کعبے۔ اور قبیلۂ قریش کے حالات پوچھتا۔

کئی مہینے گذر گئے۔ مگر کوئی ایسا عرب نہ ملا جس سے نئے پیغمبر حجاز کا کچھ حال معلوم ہوتا۔ تقریباً تین مہینے تک تو اس گشت کا کوئی نتیجہ نہیں ظاہر ہوا۔ ملنے کو تو بہت سے عرب ملے۔ مگر کوئی یمن کا تھا۔ کوئی عمان کا۔ کوئی بحرین دیمامہ کا تھا۔ اور کوئی نجد کا۔ حجاز کے لوگ بہت کم ملے۔ اور جو ملے وہ مکے کے حالات سے آگاہ نہ تھے۔ تین مہینے گذر جانے کے بعد شہر کی ایک کاروان سرا میں اُسے دس بارہ عرب نظر آئے جو اپنے اونٹوں اور کجاووں کے حلقے کے اندر بیٹھے ستو کھا رہے تھے۔ اُس حلقے کے اندر جانا خلاف مصلحت دیکھ کے استفانوس نے باہر ہی سے لہجۂ عجم کی عربی میں، جو بُصریٰ میں قیام ہونے کے باعث اُسے بہ خوبی آگئی تھی کہا "حضرات! اجازت ہو تو میں بھی آؤں؟"

ایک عرب "آئیے۔ آئیے اور ہمارے کھانے میں شریک ہو جیئے" اور یہ کہتے ہی اُس کے لیے اپنے حلقے میں جگہ نکال دی۔

اپنی آرزو کے موافق جواب پا کے۔ استفانوس اندر چلا گیا۔ اور کہا "اگرچہ میں بھوکا نہیں ہوں، مگر آپ کی مہربانی سے انکار کرنا ناشکری سمجھتا ہوں" یہ کہہ کے جس لکڑی کے کٹھلے کے گرد حلقہ باندھے وہ لوگ کھا رہے تھے۔ اسی میں ہاتھ ڈال ڈال کے کھانے لگا۔ اور دو چار لقمے کھا کے کہا "اب اگر میں زیادہ نہ کھا سکوں تو امید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔"

ایک عرب (جو اپنے ہمراہیوں کا شیخ اور رئیس غنا معلوم ہوتا تھا۔) "ہم آپ کی عنایت کے نہایت شکر گزار ہیں۔ اب اگر مضائقہ نہ ہو تو فرمایئے۔ کہ آپ کون ہیں؟ اور ہم پر مہربانی کیوں ہوئی؟ اگر آپ کا کوئی کام ہم سے نکل سکتا ہو تو لات و عزیٰ کی حرمت کی قسم کھا کے کہتے ہیں۔ کہ ہم کوشش میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے۔"

استفانوس "میں ایک مسیحی راہب ہوں اور اُس عالم آخرت کے سوا کوئی دنیاوی

غرض نہیں رکھتا۔"

عرب: "تو کیا آپ ہمیں اپنے دین کی دعوت دینا چاہتے ہیں؟"

استفانوس: "میں فقط حق کا جویا ہوں۔ چاہے وہ اپنے دین میں ملے چاہے آپ کے دین میں مجھے نہ کسی عقیدے میں ضد ہے۔ اور نہ کسی عقیدے سے تعصب اتنا چاہتا ہوں۔ کہ ہم آپ ساتھ بیٹھ کے اپنے خالق و پروردگار کے بارے میں کچھ باتیں کریں۔ مگر پہلے یہ ارشاد ہو کہ آپ کس سرزمین سے آئے ہیں؟ اور کس قبیلے سے علاقہ رکھتے ہیں؟"

عرب: "ہم بنی مخزوم ہیں۔ اور ارض حجاز میں خاص مکّے کے رہنے والے ہیں۔ اور ہمارا شمار قریش میں ہے۔ جو حجاز میں سب سے زیادہ شریف مانے جاتے ہیں۔"

استفانوس: "میں آپ سے مل کے بہت خوش ہوا۔ آپ کے شہر اور آپ کے قبیلۂ قریش کا نام مدت سے سن رہا ہوں۔ مگر کوئی ایسا نہیں ملا جس سے وہاں کے مفصل اور مشرح حالات معلوم ہوتے۔"

عرب: "آپ کو جو کچھ پوچھنا ہو دریافت کیجئے۔"

استفانوس: "بہتر یہ ہوگا۔ کہ ایک دن کے لئے آپ سب صاحب ہماری دعوت قبول کریں۔"

عرب: "آپ کہاں رہتے ہیں؟ بصریٰ کے اندر؟"

استفانوس: "نہیں۔ شہر کے باہر جنوب کی طرف ہمارے مرشد بحیرا کی خانقاہ ہے۔ وہ ایک نہایت ہی پُر فضا مقام ہے۔ اور آپ وہاں چل کے بہت خوش ہوں گے۔"

یہ نہایت نازک زمانہ تھا اور سیاحوں کو سفر میں ہر شخص پر طرح طرح کی بدگمانیاں ہوا کرتی تھیں۔ خصوص تاجروں کو جن کے ساتھ روپیہ پیسہ اور مال و اسباب ہوا کرتا تھا۔ اُن لوگوں نے استفانوس سے طرح طرح کے سوالات کئے جہاں تک ممکن ہوا اُسے جانچا۔ اور آخر اپنا اطمینان کر کے راضی ہو گئے۔ کہ ہم میں سے تین آدمی کل چل کے بحیرا کی مشہور و معروف خانقاہ کی سیر کریں گے۔ جو اہل بصریٰ کے نزدیک سب سے اچھی تفرج گاہ تھی۔ اور لوگ وہاں جانے

کے اکثر مشتاق رہا کرتے۔

آخر استفانوس یہ وعدہ کر کے کہ صبح میں خود آ کے آپ کو لے جاؤں گا۔ رخصت ہوا۔ اور اپنی خانقاہ میں واپس آ کے اُن لوگوں کی ضیافت کا اہتمام کرنے لگا۔ شام کو بحیرا کی خدمت میں حاضر ہو کے اُسے بھی بتا دیا کہ مجھے چند خاص مکے کے رہنے والے مل گئے ہیں۔ اور میں نے کل اُن کی دعوت کر دی ہے۔ اُن لوگوں سے اُس نئے رسول کے بہت کچھ حالات معلوم ہو جائیں گے۔"

بحیرا: اُن لوگوں کا مذہب کیا ہے؟

استفانوس: بت پرست ہیں۔ لات و عزیٰ کو پوجتے ہیں۔ جو شاید اُن کے قومی دیوتا ہیں۔

بحیرا: کوئی ایسا نہیں ملا جو اُس رسول پر ایمان لایا ہو؟

استفانوس: ایسا تو کوئی نہیں ملا۔ مگر میں اُن کے ان دشمنوں سے بھی پوچھ کے بہت سی باتیں دریافت کر لوں گا۔

بحیرا: یہ لوگ تو اُن پر تہمتیں لگائیں گے۔ تاہم اصلی حالت کا تمہیں کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جائے گا۔

یہ رات استفانوس کو نہایت شوق اور صبح کے انتظار میں گذری۔ اور صبح کو خانقاہ کے گرجے میں نماز پڑھاتے ہی وہ روانہ ہو گیا۔ اور آفتاب کو نکلے دو گھڑی سے زیادہ نہ گزری ہوں گی۔ کہ مخزومی مہمانوں کو لے کے آ گیا۔

خانقاہ کے ایک بڑے کمرے میں ان لوگوں کو بٹھانے کے لئے صاف اور نفیس فرش بچھا رکھا تھا۔ آتے ہی اُنہیں پہلے پیتل کے کٹوروں میں شربت پلایا گیا۔ پھر شراب کی دعوت کی گئی۔ عشاء ربانی کے لئے عمدہ انگوری شراب خاص خانقاہ میں تیار ہوتی تھی۔ اور اُس سے جو بچتی وہ بیماری میں راہبوں کو دی جاتی۔ اور جو معزز مہمان آ کے یہاں ٹھہرتے اُن کے سامنے بھی پیش کی جاتی۔ اہل عرب شراب کے بے حد مشتاق تھے۔ یہاں اعلیٰ درجے کا خالص بادۂ گلرنگ ملا تو خوب جام پر جام لنڈھائے۔ اور اُن کے سردار نے مشہور مسلّم شاعر عرب عمرو بن کلثوم کا قصیدۂ[عہ] خمریہ گا گا کے

عہ یہ قصیدہ بھی اُن سات قصیدوں میں ہے جو جاہلیت میں دعوے کے طور پر خانۂ کعبہ میں لٹکائے گئے تھے۔

سنانے لگے جس کے ابتدائی اشعار پر جو میکشی کے ذوق و شوق میں تھے۔ تینوں عرب بیتاب ہو ہو کے جھومتے۔ اور کہتے ع اور پلا اور پلا ساقیا۔ پھر جب اپنے قومی فخر و ناز کے اشعار شروع ہوئے تو سب کی یہ حالت تھی۔ کہ جوش میں آ آ کے اُٹھ کھڑے ہوتے اور تلواریں میاں سے نکال لیتے۔

آخر سردار نے اُس قصیدے کا یہ آخری شعر پڑھا۔

اِذَا بَلَغَ الفِطَامَ لَنَا صَبِیٌّ   تَخِرُّ لَہٗ الجَبَابِرُ سَاجِدِیْنَا

(ہمارے کسی بچے کا ادہر دُودھ بڑھایا گیا۔ اور اُدھر بڑے بڑے سرکش لوگ آکے اُس کے آگے سجدے میں گر پڑے)

یہ سنتے ہی سب نے نہایت ہی جوش و خروش سے خوشی کے نعرے لگانا شروع کیے۔ اور یہ غلغلہ دیر تک بلند رہا۔ پھر جب سب خاموش ہوئے تو استفانوس اور اُس کے ساتھ والے راہب و زاہد جو مہمان داری کی غرض سے جمع تھے سخت متحیر تھے۔ مگر تینوں مست عربوں نے اس کا کچھ خیال بھی نہ کیا۔ اور استفانوس سے کہا: آپ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھیے۔"

استفانوس: "پہلے اپنا نام و نسب بتائیے۔ اپنی نسل کا پتہ دیجیے۔ اور اس کے بعد اپنے شہر اور اپنے مشہور عبادت خانے کا حال بیان کیجیے۔"

شیخ عرب: "میرا نام کعب بن عدی ہے۔ اور ہم سب لوگ بنی مخزوم میں سے ہیں جو عرب کے عالی مرتبہ قبیلہ قریش کا ایک معزز خاندان یا اُس کی ایک شاخ ہے ہم اور وہ تمام قبائل جو عرب کے شمالی اور درمیانی صحراؤں میں آباد ہیں۔ سب اسماعیل بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ ہمارا شہر مکہ اُنہیں کا آباد کیا ہوا ہے۔ اور کعبے کو بھی اُنہیں نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا۔"

استفانوس: "مگر میں نے تو سنا ہے کہ کعبے میں بت رکھے ہوئے ہیں۔"

کعب: "جی ہاں۔ اُس میں سینکڑوں مورتیں ہیں جن میں سب سے بڑی مورت ہُبل کی ہے۔ جو ہمارا سب سے بڑا دیوتا ہے۔"

استفانوس: "تو کیا یہ بت کعبے میں ابراہیمؑ و اسماعیلؑ ہی کے زمانے سے چلے آتے ہیں؟ ہمارے یہاں تو سب لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ دونوں موحد اور

خداپرست تھے۔"

کعب "بے شک وہ خداپرست و موحد تھے۔ اور ہم بھی خداپرست موحد ہیں۔ ؟ جانتے ہیں کہ ہمارے دادا اسماعیلؑ کے عہد میں یہ بت کعبے میں نہ تھے۔ مگر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اس کی ضرورت محسوس ہوتی گئی۔ کہ ان اگلے بزرگوں اور پرانے نامور لوگوں کی مورتیں بنا کے کھڑی کر دی جائیں۔ جن میں اسرار ربانی پیدا ہو گئے تھے۔ اور اس میں دو فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان خدارسیدہ اسلاف کی یاد تازہ رہتی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ انھیں ہم اپنا شفیع اور وسیلہ قرار دے کے پوجتے ہیں۔ تو خدا ہماری فریاد جلدی سن لیتا ہے۔"

استفانوس۔ "تو کیا بغیر ان کے ذریعے کے خدا نہیں سن سکتا ؟"

کعب "سنتا کیوں نہیں ؟ مگر ہماری اس طرح تھوڑا ہی سنتا ہے۔ جس طرح ان کی سنتا ہے ؟ وہ خدا کے پاس پہونچے ہوئے ہیں۔ اس کے دربار میں حاضر ہیں۔ اس سے مانوس و آشنا ہو بے ہیں۔ اس لئے ہم ان بزرگوں کی پوجا کر کے اپنا مقصد ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ اور وہ اگر خوش ہوئے۔ تو خدا کی درگاہ میں دعا کرتے ہیں۔ بس ان کے دعا کرتے ہی ہماری دعا قبول ہو جاتی ہے۔"

اس موقع پر کعب کا ایک بوڑھا ساتھی جو اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ جوش عقیدت سے بے اختیار ہو کے بول اٹھا۔" اور ان پرانے بزرگ لوگوں نے جن کے ناموں کی یادگار یہ مقدس مورتیں ہیں دنیا میں کام ہی ایسے کئے تھے۔ کہ خدا کے مقبول بندے ہو گئے۔ اور خدا ان کی ہر دعا قبول کرنے لگا۔ پھر ہمارا مانگنا اور ان کا مانگنا۔ کیسے برابر ہو سکتا ہے۔"

ایک تیسرا رفیق "جو تم کہتے تو ٹھیک ہو۔ مگر سب سے بڑے بزرگ ہمارے دادا ابراہیمؑ تھے۔ ان کے نام کا تو کوئی بت نہیں ہے۔ اور نہ ان کے فرزند اسماعیل کی مورت کعبے میں ہے۔ اور جو مورتیں موجود ہیں ان میں سے اکثر کے متعلق کسی کو بھی نہیں خبر کہ کس کی ہیں۔ اور وہ کون لوگ تھے ؟"

حزام: "نہ معلوم ہو۔ مگر یہ تو جانتے ہیں۔ کہ یہ سب خدا کے دربار میں رسائی رکھتے ہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا کہ مخلد تمہارے دل پر اُس صابئی کی باتوں کا اثر پڑ گیا ہے"۔

کعب: "مجھ بگاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر حزام تم سچ کہتے ہو۔ مخلد کے اعتراض میں بے دینی کی بو آتی ہے۔ اگر ابراہیم و اسماعیل کی مورتیں کعبے میں نہیں ہیں۔ یا اُس میں بعض ایسی مورتیں ہیں۔ جن کا حال ہمیں نہیں معلوم تو کیا اب ہم اُن کی پرستش چھوڑ دیں؟"

استفانوس۔ (حزام سے) "آپ کی زبان سے ابھی صابئی کا لفظ نکلا تھا۔ کیا صابئی لوگ آپ کے وطن میں ہیں؟"

حزام۔ جی ہاں ہمارے یہاں بہت سے صابئی ہیں۔ جو آسمان کے تاروں کو پوجتے ہیں۔ اور ہر امر میں عقلی دلیلیں پیش کر کے لوگوں کو قائل کر دیا کرتے ہیں؟ مگر ہم اُن کی دلیلوں کی پروا نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ہم نے تو خدا کو اور دین کی سب باتوں کو بغیر دلیل کے جانا اور پہچانا ہے"۔

کعب: "معلوم نہیں کہ یہ صابئی مذہب کہاں سے نکلا ہے؟ اور ان لوگوں کے مذہب کا بانی کون تھا؟"

استفانوس: "ہم کو اپنی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ بابل میں بخت نصر اور اُس سے پہلے بادشاہوں کے زمانے میں کواکب پرستوں کا جو مذہب قائم تھا وہی صابئی مذہب ہے۔ یہ لوگ ساتوں سیاروں کو پوجتے ہیں۔ بابل میں اُن کے بڑے بڑے مندر ان لوگوں نے بنائے تھے۔ مگر جب قیرس (سائرس) نے بابل کو تباہ اور اُس پرانی سلطنت کا خاتمہ کیا تو اُس پرانے مذہب کو بھی تباہ کر کے اپنا زرتشتی مذہب مروج کر دیا۔ صابئی لوگ اُس سے ڈر ڈر کے بھاگے اُن کے کئی خاندان یہاں بُصریٰ میں بھی موجود ہیں۔ مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ صحرائے عرب میں بھی وہ لوگ موجود ہیں"۔

حزام: "مگر میرا مطلب صابئی سے وہ لوگ نہ تھے۔ بلکہ ہمارے یہاں ایک نیا شخص پیدا ہوا ہے جو نئی نئی باتیں کہتا۔ ہمارے بتوں اور معبودوں کو

گالیاں دیتا ہے۔ اور اگر کوئی گفتگو کرے تو اپنی زبان آوری سے اُسے قائل کر کے اپنے مکر میں پھانس لیتا ہے۔ اور اس سحر بیانی اور عقل آرائی کی وجہ سے ہم اُسے صابئی کہا کرتے ہیں۔"

استفانوس:۔ "یہ کون شخص؟ اور اُس کا نام کیا ہے؟ اور آخر وہ کہتا کیا ہے؟"

کعب:۔ "خدام نے آپ کے سامنے اس ناگوار قصے کو چھیڑ دیا۔ جس سے میں اکثر گریز کیا کرتا ہوں۔"

استفانوس:۔ "مگر میں اُس شخص کے حالات ضرور دریافت کروں گا۔ آخر معلوم تو ہو کہ وہ ہے کون؟ اور کہتا کیا ہے؟ اور اس مخالفت سے اُس کا مقصد کیا ہے؟"

کعب:۔ "آپ کو ایسا ہی اشتیاق ہے تو سنیئے۔"

استفانوس:۔ "اچھا ذرا ٹھہر یئے میں آپ کو لے چل کے اپنے مرشد بحیرا سے ملا دوں۔ اور یہ حالات آپ اُن کے سامنے بیان کریں تو زیادہ اچھا ہو گا۔"

کعب۔ "میں نے تو سنا ہے کہ وہ فقط سال میں ایک دفعہ لوگوں سے ملتے ہیں۔ اگر آپ کے ذریعے سے اُن کی قدمبوسی حاصل ہو تو ہم آپ کے بڑے شکر گزار ہوں گے۔ مجھے اُن کی زیارت کا بڑا اشتیاق ہے۔ اکثر کوشش کی اُن کی زیارت کے دن یہاں آؤں۔ مگر موقع نہ ملا۔ ہم لوگ یوں تو اپنے بتوں کو پوجتے ہیں۔ مگر تعصب کسی سے نہیں رکھتے۔ کوئی بزرگ اور ولی کسی قوم کا ہو ہم اُس کی قدمبوسی کو ثواب اور موجب برکت سمجھتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے اور اپنے مریضوں کا علاج کرنے کے لئے ہم ہر قوم و ملت کے بزرگوں کے پاس یکساں ادب و عاجزی سے جاتے ہیں۔ آپ کے مرشد بحیرا کا تو ہم بہت ہی ادب کرتے ہیں۔ اور اُن کی زیارت کو اپنا فخر خیال کریں گے۔"

استفانوس:۔ "تو آپ ذرا صبر کریں۔ میں اُن سے پوچھ آؤں تو پھر آپ کو اُن کی خدمت میں لے چلوں۔" یہ کہہ کے استفانوس چلا گیا۔

اور یہ سب لوگ بے مثی کی بیقراری کے ساتھ دلی بحیرا سے ملنے کا انتظار کرنے لگے۔

افضل ماشہدت بہ الاعداء

(خوبی وہ ہے جس کی دشمن گواہی دیں)

دس بارہ منٹ میں استفانوس نے آکے کہا: "حضرات میں آپ کو زحمت دینے آیا ہوں۔ ہمارے محترم مرشد بحیرا یہیں چلے آتے مگر اس کی طاقت نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ انہیں آپ سے باتیں کرنے کا بے انتہا شوق بھی ہے۔ اُن کی آرزو ہے کہ آپ تکلیف گوارا کر کے اُنہیں کے حجرے میں چلے چلیں!"

کعب: (سخت حیرت سے) "محترم دلی بحیرا جو دنیا والوں کو سال میں فقط ایک بار اپنا جلوہ دکھایا کرتے ہیں۔ ہمیں اپنے عبادت کدے اور اپنے خاص حجرے میں بلاتے ہیں۔ ہم جہلائے عرب ایسے خوش نصیب ہیں! اور ہمارا یہ مرتبہ!"

استفانوس: "اصل یہ ہے کہ انہیں آپ کے مذہب و عقائد اور آپ کے پرانے حرم اور آپ کے شہر کے حالات دریافت کرنے کا ایک مدت دراز سے شوق ہے۔ اور اسی شوق کی وجہ سے وہ چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنے حجرے میں بلائیں۔ اور اطمینان سے بیٹھ کے باتیں کریں۔ لیکن آپ کو اتنا کرنا ہوگا۔ کہ اُن کے سامنے آہستہ آہستہ باتیں کریں۔ اور شور نہ مچائیں۔ اس لئے کہ کثرت ریاضت اور خلوت نشینی نے اُن کا دماغ بہت کمزور کر دیا ہے۔"

کعب: "ہم لوگ اُن سے نہایت ادب سے ملیں گے۔ اور بہت ہی خاموشی سے گفتگو کریں گے۔"

استفانوس: "مجھے اس بات کا خیال ہے کہ اس وقت کی مکیشی نے آپ سب

صاحبوں کے مزاج میں جوش پیدا کر دیا ہے۔"

کعب۔ "ہم لوگ نہایت ہی تند و تیز شرابوں کے پینے کے عادی ہیں۔ آپ کی اس لطیف انگوری شراب نے ہمارے دلوں میں کسی قدر مسرت ضرور پیدا کر دی ہے۔ مگر یہ نہ سمجھئے کہ ہم بدمست و مدہوش ہیں۔ اس شراب کی مدد سے ہم زیادہ تہذیب و خاموشی سے باتیں کریں گے۔"

حزام۔ "اور آپ اس کا خیال نہ کریں۔ کہ ہم نے اس وقت عمرو بن کلثوم کے قصیدے پر جو وجد و بیخودی کا اظہار کیا تو یہ اس شراب کی وجہ سے تھا۔ نہیں بلکہ یہ خود اُس کلام کی خوبیوں کا اثر تھا۔"

استفانوس۔ "بہر حال مجھے آپ کی متانت و عالی ظرفی کا یقین ہے۔ اب آپ سب صاحب تشریف لے چلیں۔"

تینوں مخزومی عرب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور استفانوس نے اُنہیں پہلے حسب معمول اپنے حجرے میں لے جا کے بٹھایا۔ اور اس کے بعد بُحیرا سے اجازت لے کے اُس کے پاس لے گیا۔ بحیرا نے جو فصیح عربی بولتا تھا۔ اُن لوگوں کا اچھے الفاظ میں خیر مقدم کیا۔ اور کہا۔ "اے برادران عرب میں آپ سے مل کے خوش ہوا۔ مجھے آپ کے شہر اور آپ کی قوم کے حالات معلوم کرنے کا ایک زمانے سے بیحد شوق ہے۔ جو آرزو امید ہے کہ آج آپ کے ذریعے سے پوری ہو جائے گی۔"

کعب (ادب و تواضع سے) "اور ہم کو زندگی بھر اس بات کا فخر و ناز رہے گا۔ کہ محترم ولی بحیرا کی یوں قریب بیٹھ کے زیارت کی۔ جس کا ایک جلوہ دیکھ لینے کی ساری دنیا متمنی ہے۔"

بُحیرا۔ "اب آپ اپنے وطن اور دین کے حالات شروع کریں۔"

کعب۔ "یہ تو میں ابھی اپنے دوست استفانوس کو بتا چکا کہ ہم لوگ حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے ہیں۔ ہمارا شہر مکہ اُنہیں کا بسایا۔ اور ہمارا محترم حرم کعبہ اُنہیں کا بنایا ہوا ہے۔ ہم سنتے ہیں کہ کعبے کو اُن بزرگوں نے خدا کی عبادت کے لئے بنایا تھا۔ اُس وقت اُس میں کوئی بت اور کسی دیوتا کی مورت نہ تھی۔ مگر جو زمانہ گزرتا گیا اس بات

کی ضرورت محسوس ہوتی گئی۔ کہ لوگ اپنے اُن بزرگوں کی مورتیں کعبے میں رکھیں جو خدا کے مقبول بندے ہیں۔ اور جن کی خدا اُن کے اچھے اور نیک ہونے کی وجہ سے زیادہ سنتا ہے۔ اسی خیال سے اگلے بزرگوں نے بہت سی مورتیں لا کے کعبے میں رکھ دیں۔ اور اُن کی پرستش اس خیال سے ہونے لگی کہ وہ خدا کی درگاہ میں ہماری شفاعت اور سفارش کریں گے۔ اور اُن کے ذریعے سے ہماری دعا جلد قبول ہو جایا کرے گی۔"

بہرحال اب ایک مدت دراز سے ہماری قوم میں اُن بتوں کے پُوجنے کا رواج ہے۔ عبادت کرتے وقت ہم جا کے سامنے کھڑے ہوتے۔ اور تالیاں اور سیٹیاں بجا کے اُنہیں جگاتے ہیں۔ اُن کی یادگاریں چوٹیاں رکھتے اور ان کے لئے سر منڈاتے ہیں۔ اُن کے نام پر اُونٹوں کو سانڈ بنا کے چھوڑتے۔ اور اچھی اچھی اونٹنیوں کو اُن پر چڑھا کے آزاد کر دیتے ہیں۔ کہیں کا سفر کرتے ہیں۔ تو عبادت کے لیے دو چار خوبصورت اور گول پتھر اُٹھا کے لے لیتے ہیں اور روز اُنہیں کو سامنے رکھ کے پوج لیا کرتے ہیں۔"

بحیرا۔ کیا تمہارے نزدیک حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے بیٹے اسماعیلؑ کا یہی دین تھا؟

کعب۔ "یہ تو ہم نہیں جانتے مگر اپنا قومی مذہب اور طریقہ فی الحال اسی کو خیال کرتے ہیں۔"

بحیرا۔ اچھا تمہارے یہاں حرام و حلال کیا کیا چیزیں ہیں! اور تمہارے عادات و خصائل کیا ہیں؟"

کعب۔ "اپنے افعال میں ہم بالکل آزاد ہیں۔ جو مل جائے کھاتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ جُوا کھیلتے ہیں۔ اور اگر کوئی ہمارے حقوق میں خلل انداز ہو تو فوراً لڑائی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لوٹنا اور بہادرانہ انداز سے رہزنی کرنا ہمارے شریفوں کا پیشہ ہے۔"

بحیرا۔ "یہ حال ہے تو پھر تمہارے یہاں کوئی سفر کیسے کرتا ہو گا؟"

کعب۔ "اس کے لئے ہم نے سب سے پہلے تو یہ عام قاعدہ مقرر کر لیا ہے۔ کہ سال کے چار مہینے جنگ و پیکار اور قتل و خونریزی کے لئے حرام کر دیئے ہیں۔ اسی وجہ سے اُن مہینوں کو شہور حرام کہتے ہیں۔ اُن میں سے اکثر دو ہی مہینے

ہوتے ہیں جن میں لوگوں کو حج کعبے کے لئے سفر کرنا ہوتا ہے۔ ان کے سوا اور مہینوں میں البتہ ہمارے ملک میں سفر کرنا کمزور اور معمولی لوگوں کے لئے دشوار ہے لیکن لوٹ مار سے بچنے کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔ ہمارے سینکڑوں قبیلے ہیں جو بادیۂ عرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے اکثر قبائل میں باہم یکجہتی ومودت پر قسم ہو جاتی ہے۔ جس کے ذریعے سے وہ ایک دوسرے کے حلیف ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا فرض ہو جاتا ہے۔ کہ ہر موقع پر ہمیشہ ایک دوسرے کے ممد ومعاون رہیں۔ جس قبیلہ کا کوئی آدمی کسی کے ہاتھ سے مارڈالا جاتا ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اُسکا قاتل فلاں شخص یا فلاں قبیلے کا آدمی ہے تو فوراً مقتول کے قبیلے والے اُس کے خون کا انتقام لینے یا خون بہا کی رقم وصول کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اُن کے تمام حلیف قبائل اُن کا ساتھ دیتے ہیں۔ بالغرض اس امر کا اتنا دباؤ رہتا ہے کہ کسی کو کسی کی جان لینے کی بہ مشکل جرأت ہوتی ہے۔"

بحیرا: "اور اپنی عورتوں کے ساتھ تمہارا کیا برتاؤ ہے؟"

کعب: "ہماری عورتیں بھی بہادر ہیں۔ وہ لڑائی میں مردوں کو غیرت دلاتی ہیں۔ اور مردوں کو اختیار ہے کہ جتنی بی بیاں اور جتنی لونڈیاں چاہیں رکھیں۔ اگرچہ مردوں کو عموماً طلاق دینے کی آزادی حاصل ہے مگر بعض شریف خاندانوں کی عورتیں بھی اپنے شوہروں کو طلاق دے سکتی ہیں۔ یا اُنہیں اختیار ہوتا ہے۔ کہ جب تک چاہیں کسی شوہر کے پاس رہیں۔ اور جب چاہیں اُن سے جُدائی اختیار کر لیں۔ تاہم عورتیں زیادہ تر مردوں کے بس میں ہیں۔ لڑکے باپ کے ورثے میں جائداد کے ساتھ باپ کی بی بیوں اور حرموں کو بھی پاتے ہیں۔ اور اُن کو اپنے تصرف میں لا سکتے ہیں۔ علاوہ بریں ہمارے اکثر شرفا اس ننگ کو نہیں برداشت کر سکتے کہ اُن کی بیٹی کسی کی جورو ہے۔ اس خیال سے اپنی بیٹیوں کو وہ کمال مردانگی سے زندہ دفن کر دیتے ہیں۔"

بحیرا: (سخت حیرت وخوف سے) "زندہ دفن کر دیتے ہیں! افسوس! اتنا بڑا ظلم!"

کعب: "جی ہاں ظلم تو ہے۔ مگر جب حمیت وغیرت نہ گوارا کر سکے تو کیا کریں؟"

بحیرا: "اور تمہارے یہاں ہر سال کعبے کا جو حج ہوا کرتا ہے۔ اُس کا کیا طریقہ ہے؟"

کعب: "ذی الحجہ کے مہینے میں ہمارے یہاں حج ہوتا ہے۔ اور یہ طریقہ ہمارے دادا

ابراہیم کے زمانے سے ہوتا چلا آتا ہے۔ اس موقع پر تمام قبائل عرب جو یہودی یا نصرانی نہیں ہیں دور دور سے اور کُل اطراف عرب سے آ کے جمع ہوتے ہیں۔ جو اپنا معمولی لباس اُتار کے اور خاص قسم کے بے سیئے کپڑے پہن کے حرم کعبہ کے حدود میں داخل ہوتے ہیں۔ کعبے کے گرد بیٹھ کے سر منڈاتے ہیں، پھر طواف کرتے ہیں۔ اُس کے بعد صفا اور مروہ نام دو پہاڑیوں کے درمیان اُچکتے ہوئے دوڑتے ہیں، پھر شہر مکے سے باہر چند میل کی مسافت پر منا اور مزدلفہ نام مقامات میں حج کے بعض ارکان ادا کرتے۔ اور اُن مورتوں کو پوجتے ہیں۔ جو وہاں نصب ہیں۔ اور وہاں سے واپس آ کے حج سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ قریش کے سوا باہر کے دیگر قبائل کے حاجیوں کے لئے عام اس سے کہ مرد ہوں یا عورتیں یہ بھی شرط ہے کہ وہی کپڑے پہن کے طواف کعبہ اور حج کریں جو قریش والوں سے ملے ہوں۔

بحیرا: "تو تم کو بہت سے کپڑے موجود رکھنا پڑتے ہوں گے؟"

کعب: "جی ہاں۔ مگر ہم انہیں لوگوں کو اپنے پاس سے کپڑے دیتے ہیں جن سے اچھا معاوضہ مل جاتا ہے۔ اور جو کچھ نہیں دیتے اُن کو کوئی کپڑا نہیں دیا جاتا۔"

بحیرا: "تو پھر وہ کیا کرتے ہیں؟"

کعب: "وہ لوگ بالکل برہنہ ہو کے طواف کرتے ہیں۔ حج میں آدھے سے زیادہ زن و مرد ننگے طواف کرتے نظر آتے ہیں جو آگے پیچھے ستر پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ اور خیال کر لیتے ہیں کہ آج کے دن برہنگی میں کوئی نقصان نہیں۔"

بحیرا: "مجھے تمہارے اعتقادات اور افعال و اطوار سُن کے تعجب معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے یہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو ان باتوں کی اصلاح کرے؟"

کعب: "اس وقت تک تو ہمیں کبھی کسی اصلاح کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔ یہ ضرور ہے کہ بعض قبائل اپنا ابراہیمی دین چھوڑ کے نصرانی یا مجوسی ہو گئے۔ بہت سے یہود کے دین کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ بعض صابی ہو جاتے ہیں جن کا

مذہب ہم کو اور دینوں سے زیادہ مہذب وشائستہ با اصول اور عقل کے موافق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہم میں سے کبھی کسی نے کوئی اختلاف نہیں پیدا کیا۔ مگر فی الحال ایک عجیب وغریب شخص خاص قریش کے ایک شریف ترین خاندان سے پیدا ہوا ہے جس نے عجب آفت مچا دی۔ ہماری قومی بندشیں توڑ دی ہیں ہمارے باپ دادا کے خصائص واخلاق کو مٹائے دیتا ہے۔ اور سارے قریش کو اُس نے نہایت ہی پریشان کر رکھا ہے۔"

بحیرا۔ "یہ کون شخص ہے؟"

کعب۔ "ہم قریش میں سب سے افضل واعلیٰ خاندان بنی ہاشم کا ہے۔ اسی گھرانے کے ایک بڑے معزز ومحترم نیک نفس وستودہ صفات بزرگ عبدالمطلب تھے جن کا ہم سب ادب واحترام کرتے تھے۔ اور خانۂ کعبہ کی تولیت ونگرانی اُنہیں کے ہاتھ میں تھی۔ اُن کے ایک مرحوم فرزند کا ایک لڑکا جو پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو گیا تھا۔ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں تو ایسا اچھا رہا کہ سب لوگ اُس کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اور اُس کی سچائی وراست بازی کی وجہ سے سارے شہر اور سارے قریش کو اُس کا سب سے زیادہ اعتبار تھا۔ ابتداً وہ مفلس ونادار تھا۔ اس لئے کہ باپ کی جائداد کچھ تھی نہیں۔ اور دادا کا ترکہ اُس کے چچاؤں میں بٹ گیا مگر بعد کو ہمارے قبیلے کی ایک شریف اور دولت مند بیوہ سے شادی کر کے کسی قدر خوشحال ہو گیا۔ اب اُسے چالیس برس کی عمر کو پہونچنے کے بعد خدا جانے کیا ہو گیا ہے۔ کہ یکایک ہمارے دین اور ہمارے دیوتاؤں کا دشمن ہو گیا۔ ہماری ہر چیز کو بُرا کہتا۔ ہمارے ہر عقیدے پر اعتراض کرتا۔ اور ہمارے بتوں کو ہمارے مُنہ پر گالیاں دیتا ہے۔ ایک عجیب قسم کا مقفّی کلام سناتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اُس کلام کو خدا نے اپنے فرشتے جبریلؑ کے ذریعے سے اُس کے پاس بھیجا ہے۔"

بحیرا۔ "تم کو اس کلام کا کوئی ٹکڑا یاد ہے۔"

کعب۔ "جناب ہم کبھی اُس کی باتیں دل لگا کے سنتے ہی نہیں۔ مشہور یہ ہو رہا ہے کہ

اُس کلام کو جس کسی نے ذرا توجہ سے سُن لیا اُسی کا کلمہ پڑھنے لگا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اُس کلام میں جادو ہے۔ جو ہر سننے والے پر فوراً چل جاتا ہے۔ اور جس کو یہ شخص فرشتہ، جبرئیل بتاتا ہے بظاہر وہی اُس کے جادو کا موکل ہے جس کے زور سے وہ ہر ایک کو اپنا غلام بنا لیتا ہے۔ ہم تو ہر ایک سے یہی کہتے ہیں کہ یہ شخص جادوگر ہے۔ یا شاعر ہے۔ یا سڑی سودائی ہے کہ جس بات کی دھن ہوئی پھر ممکن نہیں کہ اُس کو چھوڑ دے۔"

بحیرا: "آخر وہ کون سی ایسی بات ہے جو تمہیں اس قدر زیادہ ناگوار ہے؟"

کعب: "حضرت یہ کوئی بات ہی نہ ہوئی۔ کہ ہمارے باپ داداؤں کے دین کو بُرا کہتا۔ ہمارے بتوں کو گالیاں دیتا۔ ہمارے دیوتاؤں کی تحقیر و تذلیل کرتا۔ اور ہمارے ہر طریقے اور ہماری ہر رسم پر جو قرنہا قرن سے ہوتی چلی آتی ہے۔ اعتراض کرتا ہے؟ ہم تو ایسی باتوں کی تاب نہیں لا سکتے۔"

اس وقت کعب کے ایک ساتھی مخلد نے جو دیر سے کچھ کہتے کہتے رک جاتا تھا۔ بحیرا کی طرف متوجہ ہو کے کہا۔ "جناب اُس شخص کا دعویٰ یہ ہے کہ خدا کا اصلی اور برحق دین توحید ہے۔ یعنی وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ یہی مذہب حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے فرزند حضرت اسمٰعیل کا تھا۔ اور یہی مذہب تمام اگلے پیغمبروں اور نبیوں حضرت آدمؑ۔ نوحؑ۔ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ وغیرہم کا ہوتا آیا۔ جن کو خدا نے دنیا میں اسی غرض کے لئے بھیجا تھا۔ کہ توحید کو پھیلائیں۔ اور شرک کی بیخ کنی کریں۔ وہ کہتا ہے۔ کہ شرک اور بت پرستی مکّے اور کعبے میں اُن لوگوں نے پھیلائی جو انبیائے مرسلین کی تعلیموں کو بھول کے گمراہ اور کافر و مشرک ہو گئے تھے۔ وہ ہر وقت اور ہر گھڑی یوں بھی اور اپنے اُس کلام کے ذریعے سے بھی جسے وہ خدا کا کلام بتاتا ہے۔ بس اسی ایک بات کو کہا کرتا ہے کہ بتوں کو چھوڑ دو۔ شرک سے باز آؤ۔ کفر سے توبہ کرو۔ اور اُس ایک خدائے لم یلد ولم یولد پر ایمان لاؤ۔ عبادت کرو تو اسی کی کرو۔ کچھ مانگو تو اُسی سے مانگو۔ التجا کرو تو اُسی کے سامنے کرو۔ روزے

رکھو تو اُسی کے لئے رکھو۔ حج کرو تو اُسی کی عبادت کے خیال سے کرو۔ اور ڈرو تو فقط اُسی سے ڈرو۔ بس وہی وہ ہے۔ اور اُس کے سوا کسی کی کچھ ہستی نہیں۔ وہ سب کو دیکھتا ہے سب کی سنتا ہے۔ سب کچھ سمجھتا ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ وہی کھلاتا پلاتا ہے۔ اور کوئی ذرہ بغیر اُس کی مرضی کے اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ اُس کی مرضی میں کسی کو کچھ دخل نہیں۔ لہذا سب لوگوں کو چاہئے۔ کہ اپنے عادات و اطوار۔ گفتار و کردار۔ عبادت و طہارت اور خوف و رجا میں فقط اُس کا خیال رکھیں۔ اور کسی کا نہیں "

بحیرا" آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سلف کے تمام نبیوں اور رسولوں کو مانتے ہیں "

محلد" سب کو مانتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت عزیرؑ۔ ذکریاؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور اُن کے حواری سب کو مانتے اور خدا کا رسول برحق بتاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ وہ بھی جلیل القدر پیغمبر تھے۔ مگر عیسائیوں کی طرح اُنہیں خدا کا بیٹا بتانا۔ اُس کی خدائی میں شریک کرنا۔ یا تثلیث کا عقیدہ رکھنا کفر بتاتے ہیں "

بحیرا (کعب سے) " بس اُن کے اعتقادات یہی ہیں نا؟"

کعب" جی ہاں۔ ہیں تو قریب قریب یہی۔ مگر وہ تو مجنونوں کی طرح ان باتوں کو گلی کوچوں میں چلاتا پھرتا ہے۔ جس سے شرفائے قریش کو رہ رہ کے طیش آتا ہے اور اُس کی جان لینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ صرف اس اندیشے سے دل پر جبر کر کے رُک جاتے ہیں۔ کہ اُس کے اعزہ قصاص اور انتقام کے دعویدار ہوئے تو کیا ہو گا؟"

بحیرا" اور یہ نہیں ہو سکتا کہ تم لوگ اُس شخص سے مزاحم نہ ہو اور وہ جو کرے کرنے دو؟ رہا اُس کی باتیں ماننا۔ اس کا تمہیں اختیار ہے۔ جی چاہے مانو اور نہ جی چاہے نہ مانو "

کعب" حضرت اس میں اصلی قصور اُسی شخص کا ہے۔ وہ ہمارے بتوں اور معبودوں کو ہمارے منہ پر برا کہتا اور ہمارے بزرگوں کی تحقیر و تذلیل کرتا ہے۔

ایسی حالت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم خاموش بیٹھے سُنا کریں۔ اور کچھ نہ کہیں۔
ہمیں سچ پوچھئے تو اُس کے خیالوں اور اعتقادوں پر اتنا غصہ نہیں آتا ہے
جتنا اس پر آتا ہے کہ سر بازار اور عام لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہو کے وہ
ہمارے بزرگوں اور معبودوں کو بُرا کہتا ہے۔ اور پھر اُس میں ایسی ضد اور
دھن کو معلوم ہوتا ہے ایک مجنون ہے۔ جو کسی کی نہیں سنتا۔
بس اپنی کہے جاتا ہے ''

مخلد:۔ اُس میں ایسا جوش نہ ہوتا تو لوگ اُس پر ایمان کیوں لاتے؟ دیکھنا یہ
چاہیئے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔ اگر وہ شرک اور بت پرستی سے
روکتا ہے تو کیا بُرا کرتا ہے۔ جب ہم جانتے ہیں کہ ہمارے دادا ابراہیمؑ و اسماعیلؑ
بت پرست نہ تھے۔ اگر وہ خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کو کہتا ہے تو کون
سا گناہ کرتا ہے۔ جب ہمیں معلوم ہے کہ اگلے پیغمبروں میں سے کوئی نہ تھا جو توحید
کا قائل نہ ہو۔ اگر لڑکیوں کو زندہ گاڑ کے مار ڈالنے کو بُرا کہتا ہے تو یہ کون سی بُری
بات ہے۔ جبکہ ہم خود دل میں سمجھ رہے ہیں۔ کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ مجھے تو اُس
کی کسی بات میں کوئی بُرائی نہیں نظر آتی۔

کعب:۔ معلوم ہوتا ہے تم بھی بظاہر نہیں تو دل میں اُس کے مرید ہو چکے ہو؟''

مخلد:۔ میں اس وقت تک نہ مسلمان ہوا ہوں۔ اور نہ اُس کے پاس گیا ہوں۔
لیکن آپ کے اور اُس کے جھگڑوں کو جہاں تک میں نے سنا ہے اُس سے تو میری
یہی رائے قائم ہوتی ہے''

بحیرا:۔ میرا اعتقاد بھی یہی ہے۔ کہ جو شخص کسی بات کا دعویٰ کرے اُس کی باتوں
کو غور سے سنو۔ اور بجائے تعصب و عناد کے اُس کے حق میں انصاف کرو''

حزام:۔ مگر حضرت ہمارے یہاں یہ معاملہ اس حد سے گزر گیا ہے۔ ہم اب اُس
کے ساتھ نہ انصاف کر سکتے ہیں اور نہ اُس کی باتوں کے سننے کی تاب لا سکتے
ہیں۔ ہمیں تو ان باتوں کا انجام یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص آج ہی کل میں ہم
لوگوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا''

مخلد:۔ یہ بہت دشوار ہے مجھے ایسے آثار نظر آتے ہیں۔ کہ چند روز میں اُسی کی

بات بالا ہوگی۔ اور ہم سب اُس کے فرماں بردار ہوں گے "

بحیراؒ۔ اور تم لوگوں سے میں نے جتنی باتیں سُنی ہیں اُن سے مجھ کو بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

بحیرا کو مخلد کا طرفدار دیکھ کے کعب اور جواُم دل میں کسی قدر ناراض ہوگئے اور کہا،، اگر ایسا ہے تو آپ اُسے اپنے پاس بلالیں کہ عیسائیوں کو ہدایت کرے ہم اُس کی باتوں میں آنے والے نہیں ہیں۔ اور یہی حال اور چند روز رہا تو پھر یا تو ہم نہ ہوں گے۔ یا وہ نہ ہوگا "

اب وقت آخر ہو گیا تھا۔ مخزومی مہمانوں نے محترم میزبان سے جانے کی اجازت مانگی۔ بحیرا نے اُن کے آنے کا شکریہ ادا کر کے انہیں رخصت کیا۔ اور وہ استفانوس کے ساتھ نیچے جا کے اُس سے رخصت ہونے لگے۔ مگر اُس نے کہا، میں آپ کے پڑاؤ تک آپ کے ہمراہ چلوں گا " اور چار دن بُصری کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں استفانوس نے اُس نئے پیغمبر کے متعلق اور بہت سی باتیں پوچھیں۔ اور آخر میں کہا، ہماری کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام انبیائے سلف کل اگلے رسول اور خود حضرت مسیح پیشین گوئی کرتے رہے ہیں۔ کہ ایک پیغمبر آخرالزمان پیدا ہوں گے۔ جن کا رتبہ سب نبیوں سے بالا ہوگا۔ اسی وجہ سے ہمارے مرشد بحیرا اور ہم سب اس سوچ میں ہیں کہ تمہارے یہاں جو نئے ہادی پیدا ہوئے ہیں۔ یہ وہی تو نہیں ہیں جن کی خدا نے ہمیں پہلے سے خبر دے دی ہے "

اس کے جواب میں کعب نے کہا،، وہ تو یہ شخص نہیں ہو سکتا۔ خدا کو کوئی رسول پیدا ہی کرنا ہے تو اُن قوموں میں پیدا کرے گا۔ جو دولتمند ہیں۔ علم و حکمت رکھتی ہیں۔ حکومت اور سطوت والی ہیں۔ ہم جاہل عربوں میں کیا رکھا ہے۔ جو خدا ہماری طرف توجہ کرے گا "

مخلدؒ۔ خدا کی توجہ کو نہ پوچھیے۔ اُس کے نزدیک اعلیٰ و ادنیٰ۔ غنی و محتاج، عالم و جاہل سب برابر ہیں "

استفانوس: "بلکہ محتاج و جاہل اُس کی توجہ و عنایت کے زیادہ مستحق ہیں۔"
کعب: "مگر، جو کچھ ہو ہماری قوم اس بات کو تو گوارا نہ کرے گی۔ کہ ایک ایسے مجنون شخص کی گرویدہ ہو جائے جو ہمارا ہی سا ہے۔ ہم ہی میں پیدا ہوا ہے۔ خدا کو ہماری ہدایت ہی منظور تھی۔ تو کوئی فرشتہ بھیج دیتا جو آسمان سے اُتر کے ہمیں سیدھی راہ پر لگا دیتا۔ اور انسانوں ہی میں سے منتخب کرنا تھا۔ تو کسی دولت مند بادشاہ یا کسی عالم و فاضل یا کسی راہب و کاہن کو منتخب کرتا۔ ایک ایسے جاہل نوجوان کے پیغمبر بنانے سے سوا ناکامی کے کسی اچھے نتیجے کی امید نہیں ہو سکتی" اتنے میں وہ لوگ اپنے پڑاؤ میں پہنچ گئے۔ اور استفانوس اُن سے رخصت ہو کے واپس آیا۔

یہود کا تعصب

خانقاہ میں پہونچ کے استفانوس سیدھا اپنے مرشد بحیرا کی خدمت میں گیا۔ تاکہ اُسے بتا دے کہ آپ کے عرب مہمانوں کو میں اُن کی فرودگاہ تک پہونچا آیا۔ بحیرا نے اُس کی صورت دیکھتے ہی کہا "پہونچا آئے؟" اور اُس نے ادب سے عرض کیا "جی ہاں پہونچا آیا۔ راستے میں بھی وہی باتیں رہیں اور صاف کھل گیا کہ ان تینوں میں سے مخلد تو دل میں اِن نئے پیغمبر عرب کی حقیقت کا قائل ہے مگر اُس کے دوسرے رفقا بالکل خلاف ہیں۔"
بحیرا: "یہ تو ہوا ہی کرتا ہے مگر اُن لوگوں کے بیان سے جو کچھ حالات ان پیغمبر صاحب کے معلوم ہوئے اُن سے تم کیا نتیجہ نکالتے ہو؟"
استفانوس: "مجھے تو روز بروز زیادہ یقین ہوتا جاتا ہے کہ یہ بزرگ سچے ہیں اپنی قوم کو کفر و بت پرستی سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کوشش میں بھی لگے ہوئے ہیں کہ اُن سے تمام بُری باتیں چھڑا دیں۔"
بحیرا: "اور پیغمبروں کا کیا کام ہے؟ کیا وہ اس کے سوا کچھ اور کرتے تھے؟"
استفانوس: "یہ کون کہہ سکتا ہے کہ پیغمبروں کا یہ کام نہیں ہے؟ مگر میرا خیال یہ ہے کہ پیغمبروں کو تارک الدنیا۔ لذات دنیوی سے محترز۔ اور بعوض

جھگڑوں میں پڑنے کے عزلت گزیں اور عابد وزاہد ہونا چاہئے۔ جیسے کہ آپ یا ہمارے اور بہت سے بزرگ اور راہب ہیں۔"

بحیرا۔ دنیا کے مشہور پیغمبر نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسفؑ۔ موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ وغیرہ ہوئے ہیں۔ اُن میں سے کس میں یہ شان جو تم بتاتے ہو موجود تھی؟ اور کون تارک الدنیا اور گوشہ نشین تھا؟"

استغانوس۔ "مگر اعلےٰ ترین شان ربانی ہمارے خداوند عیسیٰ مسیح کی ذات سے نمودار ہوئی۔ وہ تارک الدنیا تھے۔ اور دنیا کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔"

بحیرا۔ "وہ نبی یا پیغمبر نہ تھے۔ وہ تو ذات ربانی کا ایک ظہور تھا۔ جس نے دنیا میں آکے اتقا اور پرہیزگاری کی اعلیٰ ترین شان دکھا دی۔ اور انسانی گناہوں کا کفارہ ہوگیا۔ تاہم تبلیغ کی ضرورت سے اُنہیں بھی دنیوی جھگڑوں میں پڑنے اور مشرکین و کفار کو برا کہنے سے مفر نہ ہوا۔ باقی رہے دوسرے پیغمبر وہ تو بجائے گوشہ گزینی کے لوگوں سے ملے چلے۔ اور دنیا کو پوری طرح برتا تاکہ دینداروں کو دنیا کا برتنا بتائیں۔"

استغانوس۔ "بے شک۔ بجا ارشاد ہوا۔"

بحیرا۔ "تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا فرق ہے۔ اگلے پیغمبروں میں اور اس نئے پیغمبر عرب میں؟ اگر کوئی فرق ہو تو بتاؤ؟ میں نے جب سے ان نئے بزرگ کا حال سُنا ہے اسی امر پر غور کر رہا ہوں۔ اور آج تک مجھے کوئی فرق نہیں نظر آیا۔ تم کو کوئی فرق نظر آتا ہو تو ضرور بتاؤ۔ تاکہ مجھے اپنے فیصلے میں مدد ملے۔"

استغانوس۔ جب حضور کو کوئی فرق نہیں نظر آتا تو اس عقیدت کیش کو کیا نظر آئے گا؟"

بحیرا۔ "تاہم ابھی مجھے پورا اطمینان نہیں ہوا ہے۔ اگر سنٹ واپس آتا تو شاید اطمینان ہو جاتا۔ اب تو اُسے گئے چار مہینے کے قریب زمانہ ہوگیا۔ ایسا تو نہیں ہے کہ وہ بھی وادی القریٰ کے یہود کے ہاتھ میں پڑ کے گرفتار ہوگیا ہو؟"

استغانوس۔ "مجھے تو اس کا اندیشہ نہیں ہے۔ اگر سنٹ بہت ہوشیار

اور زمانہ شناس آدمی ہے اُس سے ایسی غلطی نہیں ہو سکتی کہ کسی کو اُس کے اصلی حالات وخیالات کا پتہ لگ جائے۔ وہ آتا ہی ہوگا۔ اور نہ آیا تو یہیں ماہ بہ ماہ اُس کی کوئی تحریر ملے گی۔ وہ اگرچہ یہود کے ہاتھ میں اسیر ہیں۔ اور ہر قسم کے مظالم برداشت کر رہے ہیں۔ مگر حضرت نے جو فرض اُن کے ذمے کر دیا ہے۔ اور خود اُنہوں نے اپنی زندگی جس کام کے نذر کر دی ہے اُس کے بجا لانے میں وہ ہرگز کمی نہ کریں گے"۔

یہ کہنے کے بعد استفانوس اجازت حاصل کر کے اپنے حجرے میں گیا۔ اور پنیر کے دو ٹکڑے کھا کے اُن مشاغل میں مصروف ہو گیا جو مرشد نے بتا دیے تھے۔ اب تقریباً دو ہفتے خموشی میں گزر گئے۔ لیکن حضرت پیغمبر آخر الزمان کے جو واقعات بحیرا اور استفانوس کے دل میں جم گئے تھے ہر وقت پیش نظر رہتے۔ اور ہر گھڑی کسی نئی اطلاع میں دل لگا رہتا۔

آج شام کو استفانوس گرجے میں نماز پڑھ کے واپس آیا تھا۔ اور اپنے کوٹھے کے حجرے کے پہلے زینے پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک شخص نے جو سر سے پاؤں تک ایک کمل میں لپٹا ہوا تھا ہاتھ بڑھا کے اُسے ایک خط دیا اور بغیر اس کے کہ کچھ بات کرے یا اپنی صورت دکھائے اُن راہبوں میں رل کے غائب ہو گیا جو عبادت خانے سے خانقاہ تک اُس کے ساتھ آئے تھے۔ جب اُس شخص کا پتہ نہ لگا تو اپنے حجرے میں جا کے روشنی میں خط کو پڑھا۔ اور پڑھتے ہی بے اختیار ایک چیخ کی آواز اُس کے منہ سے نکل گئی اور سر سے پاؤں تک کانپنے لگا۔ کئی منٹ کے بعد جب حواس ٹھکانے ہوئے تو اُس خط کو لے کے اُوپر گیا۔ اور اُسے ادب سے بحیرا کے سامنے رکھ کے خاموش بیٹھ گیا۔ بحیرا نے خط ہاتھ میں اُٹھا لیا اور کہا "کیا کوئی اور خط آیا؟"

چوتھا خط

مگر بغیر جواب کا انتظار کیے وہ بہت تکلف سے چراغ کے پاس جا کے

خط پڑھنے لگا۔ یہ ماہ بہ کا خط تھا۔ اور الفاظ یہ تھے۔

مرشد من و مولائے من۔ زندہ ہوں۔ اور موت سے خائف۔ اس سے حضرت یہ نہ سمجھیں کہ میں مرنے سے ڈرتا ہوں۔ لیکن ہاں اس کا خوف ہے کہ ایسا نہ ہو ان پیغمبر آخر الزمان کی خدمت میں پہونچنے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ مجھ پر جو جور و تشدد ہوتا ہے اور میرے یہودی مالک مجھ سے جو سلوک کرتے ہیں۔ اُس کا مختصر حال اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں۔ مجھے اب رفتہ رفتہ اُن مظالم کے برداشت کرنے کی عادت سی ہو گئی تھی دل نے ہر ذلت و توہین کو اور جسم نے ہر تکلیف و اذیت کو گوارا کر لیا تھا۔ مگر ان دنوں ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ کہ وہ جور و ستم بدرجہا زیادہ بڑھ گئے۔ اور حضور سے مراسلت کرنے میں جو آسانی مجھے حاصل تھی۔ وہ بھی ہاتھ سے نکل گئی۔

حضور نے الوسنٹ راہب کو میری خبر گیری کے لئے بھیجا تھا۔ وہ ایک اسرائیلی شخص کی وضع میں یہاں آیا۔ اور شعیب نام ایک یہودی کا مہمان ہو جو میرے آقا شمعون کا عزیز ہے۔ اُن لوگوں نے اُس کی بڑی خاطر و تواضع کی۔ اور سب یہودی اُسے ایک دن میرے پاس لائے اور بتایا کہ "یہ شخص دینی ضرورت سے عیسٰی بنا لیا گیا ہے۔ اور اسے اذیت پہونچانا ثواب ہے" یہ کہہ کے اُن چند یہودیوں نے جو اُسے اپنے ساتھ لائے تھے مجھے گالیاں دیں۔ اور بڑی بیرحمی سے مارا۔ الوسنٹ جس نے یہاں اپنا نام عزرا رکھ لیا تھا۔ میرے ساتھ اُن کا یہ سلوک دیکھ کے متحیر ہو گیا۔ مگر چونکہ یہودی بنا ہوا تھا اس لئے اُس نے بھی اپنی وضع بنا ہنے کے واسطے مجھے سخت سست کہہ کے مارا بلکہ اپنے ہمراہیوں سے زیادہ گھونسے مارے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اُسے مجھ سے ہمدردی یا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس کارروائی سے یہ فائدہ ہوا کہ میرے زدوکوب کا بہانہ کر کے جب چاہتا میرے پاس چلا آتا۔ اور اگر تنہائی کا موقع مل جاتا تو اطمینان سے بیٹھ کے باتیں کرتا۔ مجھ سے حجاز کے نبی آخر الزمان کے حالات

دریافت کرتا۔ میری رہائی کی تدبیریں سوچتا۔ مگر میں نے اُس سے ہمیشہ یہی کہا کہ تمہارا یہاں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے۔ کہ لوگوں کو تمہارا حال معلوم ہو جائے۔ اس لئے جس قدر جلد بنے پلٹ جاؤ۔ اور حضرت بحیرا سے عرض کرو۔ کہ میری رہائی کی فکر نہ کریں صرف مراسلت کے آسان ذریعے پیدا کر سکیں تو اس کی ضرور کوشش کریں۔ جب تک مجھے یہاں اُن حجازی پیغمبر صاحب کے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں میں سب ذلتوں اور تکلیفوں کو خوشی سے گوارا کروں گا۔ اور یہیں رہوں گا۔" بہر حال میں نے اُس کو تاکید کی کہ "فوراً واپس جاؤ۔ اور تمہارا ایک گھڑی کے لئے بھی یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

مگر اُس نے ان مشوروں کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور جو جو اُس سے وادی القریٰ کے یہود سے خلا ملا بڑھتا گیا اور زیادہ بیفکر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اپنی وضع و حالت کے خلاف میرے آقا شمعون کی بیٹی ہر وڈیہ پر عاشق ہو گیا۔ یہ لڑکی ایک دن نوجوانی کی شوخیوں کے ساتھ کھیل کھیل کے مجھے ڈھیلے ہاتھوں سے مارتی اور اٹھلا اٹھلا کے گالیاں دیتی تھی۔ اور پھر آپ ہی ترس کھا کے مجھ سے کہتی تھی۔ کہ "بڑے میاں تم عیسٰی کیوں ہو گئے جو میں تمہارے ستانے پر مجبور ہوں؟" اس حالت میں انوسنٹ نے اُسے دیکھ لیا۔ اور اُس کے ساتھ مل کے وہ بھی مجھے تھپڑ اور گھونسے مارنے لگا۔ اس کے بعد جب ہر وڈیہ چلی گئی تو مجھ سے کہا۔ "بڑی حسین لڑکی ہے۔ اس کی ان اداؤں نے مجھے مار ڈالا۔ میں جاتا ہوں اس کے باپ کو شادی کا پیام دوں گا۔" یہ سُن کے میں نے اُسے سمجھایا کہ "یہ تمہاری وضع و حالت کے خلاف ہے۔ تم نے زندگی دین کے نذر کر دی ہے۔ پھر دنیاداری اور گنہگاری کو کیوں مول لیتے ہو؟" اُس نے ایک نہ مانی اور جواب دیا کہ "ہر کام نیت سے ہوا کرتا ہے۔ میں یہ کام بھی دین ہی کی خدمت کے لئے کروں گا۔

اِس یہودیہ لڑکی کو اپنے قبضے میں کر کے یہود وادی القریٰ کو ذلیل کروں گا اور یہ ذلت اُن کو اس دن نظر آئے گی جب ہرودیہ میرے ساتھ بُصریٰ میں جا کے دینِ عیسوی قبول کرے گی۔ اور فی بحیرا کی خانقاہ کی ایک راہبہ بن کے یہود پر لعنت بھیجنا شروع کرے گی۔"

غرض عشق کے اندھے پن سے اُس نے کسی خطرے کو نہ دیکھا۔ دوسرے ہی دن جا کے اپنے میزبان شعیب کے ذریعے سے یوشع کے پاس شادی کا پیام بھیج دیا۔ یہاں چونکہ یہودی خاندانوں میں لڑکیاں زیادہ ہیں اور لڑکوں کی تعداد کم۔ اس وجہ سے کسی اجنبی کو جورو ملنے میں زیادہ دشواری نہیں پیش آتی۔ ماسوا اس کے اہلِ عرب شادی بیاہ کے معاملے میں بہت آزاد واقع ہوئے ہیں اور اسرائیلیوں پر بھی اُن کا اثر پڑ گیا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ یوشع نے یہ خیال کر کے کہ لڑکی کو ارضِ فلسطین سے آیا ہوا ایک شریف اور نوجوان دولھا ملتا ہے۔ فوراً اس کی درخواست قبول کر لی۔ اس مقصد وری کے دوسرے ہی دن آکوسنٹ نے خوش خوش آ کے مجھ سے یہ حال بیان کیا۔ میں تو یہ سُن کے دل میں سہم گیا۔ اس کو جو دیکھا تو بالکل مطمئن تھا۔ اور اپنی کامیابی پر ناز کر رہا تھا۔

اس کے دو ہی چار روز بعد ہرودیہ کے ساتھ اُس کی شادی ہو گئی اور شبِ عروسی کی صبح کو آ کے مجھے اپنے عروسی کے کپڑے دکھائے اور کہا۔ تم نئے نبیٔ حجازی کے جو کچھ حالات راہ گیروں اور سیاحوں سے دریافت کر کے بتاتے ہو میں اُن کو یاد کر کے لکھتا جاتا ہوں۔ ہر روز کسی وادی میں تنہا جا کے بیٹھتا اور لکھتا ہوں اور اس تحریر کو اپنے کپڑوں کے اندر چھپائے رکھتا ہوں۔ تاکہ کافی ذخیرہ جمع ہو جائے تو اپنی جورو شوجورو کو ساتھ لے کے بُصریٰ جاؤں۔ اور وہ تحریریں اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کر دوں۔"

میں نے کہا "مجھے تمہارا یہ فعل کہ رہبانیت کا جامہ چاک کر کے شادی کر لی اچھا نہیں معلوم ہوتا خدا اس کا انجام بخیر کرے۔" اس نے کمالِ استغنا سے جواب دیا کہ "کوئی کام بظاہر چاہے کیسا ہی بُرا اور خراب ہو اگر اچھی نیت

سے کیا جائے تو اُس کا انجام اچھا ہی ہوتا ہے۔"

اس گفتگو کو ایک ہفتہ نہین ہوا تھا کہ ایک دن یکایک ہیروڈیہ نے آدھی رات کو غل مچایا اور اس قدر شور مچایا کہ گھر والے تو اپنے اپنے بچھونون سے اُٹھ اُٹھ کے دوڑے ہی سارے محلے والے بھی جمع ہو گئے ہیروڈیہ سے اس غل کا سبب پوچھا گیا تو اپنے باپ بھائیون سے اس نے کہا حرمت داؤد اور ہیکل سلیمانی کی قسم میرا شوہر نصرانی ہے۔ اس نے ہمارے خاندان کو فریب دیا۔ اور مکاری سے میری آبرو لی۔"

ہیروڈیہ کی آواز نہ تھی ایک بجلی کی کڑک تھی جس نے تمام یہودیون کو برہم و برافروختہ کر دیا۔ شمعون اور اس کے دو بیٹون ہیرون اور الیعزر نے تلوارین کھینچ لین۔ اور ہیروڈیہ سے کہا۔ ہم ابھی وقت اس شریر نصرانی کا سر اڑا دینگے مگر یہ بتاؤ کہ اس کے نصرانی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟"

ہیروڈیہ "اس نے لکڑی کی سوکھی چھلّیون پر یونانی زبان مین کچھ لکھ کے اپنے سینے کے پاس کپڑون کے اندر چھپا رکھا ہے۔ مین نے اس کے سوتے مین اُس تحریر کو نکال کے دیکھا۔ صاف نصرانیون کے ہاتھ کی تحریر ہے مگر چونکہ یونانی زبان مین تھی اس لیئے مین اُسے پڑھ نہ سکی۔ اور سب سے بڑا ثبوت اس کے یہودی نہ ہونے کا یہ ہے کہ ناپاک اور غیر مختون ہے۔"

یہ الفاظ سنتے ہی بیسیون زبانون سے طیش اور جوش کے لہجے مین نکلا "غیر مختون ہے!" فوراً انوسنٹ کو برہنہ کر کے اس کا معائنہ کیا گیا اور ساتھ ہی ہر طرف سے تلوارین کھنچ گئین۔ لیکن کسی کا ہاتھ پڑنے نہ پایا تھا کہ شعیب تلوار کھینچ کے سب کے آگے ہو گیا۔ انوسنٹ کو ڈھکیل کے زمین پر گرایا اور تلوار کھینچی کہ اس کا کام تمام کر دے مگر ہیروڈیہ کے بھائیون نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا "اس نصرانی سے انتقام لینے کا حق سب سے زیادہ ہمین ہے آپ کو اس نے فقط اتنا فریب دیا کہ اسرائیلی بن کے آپ کا مہمان ہو۔ مگر ہماری بہن کی آبرو لی ہے۔ اس لیئے خدا نے اس ثواب کے حاصل کرنے کا فقط ہم کو دیا ہے۔ اس کا قتل کرنا ثواب عظیم ہے۔ اور ہر شخص

اس ثواب کے حاصل کرنے کا آرزومند ہے۔ مگر اصل مین خدا نے اس فضیلت و ثواب کا استحقاق ہمین کر دیا ہے" شعیب نے پھر اصرار کیا کہ نہین مین ہی اس کافر کی جان لون گا" لیکن ہرون و ایلیعزر اپنی ضد پر قائم تھے

یوشع نے بھائی اور بیٹون مین جھگڑا دیکھ کے کہا "مین ایک تدبیر بتاؤن اس عیسائی کو خود اپنے خدا کے ہاتھ سے قتل کرایا جائے" شعیب نے حیرت کے لہجے مین پوچھا "کیونکر؟" کہا "اسے ہم اپنے غلام عیسیٰ کے ہاتھ سے قتل کرائین" سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور مین جو گھر کے اندر ایک کونے مین کھڑا اس خوفناک منظر کو دیکھ رہا تھا بلایا گیا۔ فوراً یوشع نے اپنے بھائی شعیب اور دونون بیٹون کی تلوارین اُن سے لے کر مجھے دین اور کہا "ان تلوارون سے تم اس اپنے مومن کو قتل کرو۔ اس طرح کہ پہلا وار شعیب کی تلوار سے کرو۔ اگر ایک ہی وار مین مر جائے۔ تو خیر ورنہ پہلے میرے بیٹے ہرون کی تلوار سے اور پھر چھوٹے بیٹے ایلیعزر کی تلوارون سے مارو۔ سب سے زیادہ خوش نصیب اور مستحق ثواب وہ ہوگا جس کی تلوار سے اس کا دم نکلے"

اس وقت یکایک ہروڈیہ نے جوش مین آ کے مجھ سے کہا "ذرا ٹھہرو" پھر اپنی گوشت کاٹنے کی چھری لپک کے اٹھا لائی اور اُسے میری طرف بڑھا کے کہنے لگی "لو یہ میری چھری لو۔ اگر تینون وار میں اس کی جان نہ نکلے تو یہ میری چھری اس کے کلیجے مین بھونک دینا۔ اصل مین یہ میرا مجرم ہے اس لیے جب تک میری چھری اس کے کلیجے مین تیرا کے خوب اچھی طرح گھنگھولی اور گھمائی نہ جائے اس کا دم ہرگز نہ نکلے گا۔ بوڑھے مسیح۔ تم جانتے ہو کہ مین نے تمھین ہمیشہ ڈھیلے ہاتھون سے مارا ہے۔ میری مار سے تمھین بہت کم چوٹ لگی ہے۔ اور دو ایک دفعہ مجھے تم پر ترس بھی آ گیا ہے اس کا عوض آج تم سے یہ چاہتی ہون کہ اس پر تلوار کے تینون ہاتھ اوچھے پڑین۔ اور دم اسوقت نکلے جب میری چھری اِس کے سینے مین تیر کے دل اور جگر کے ٹکڑے کر چکی ہو۔ غرض یہ کہ یہ جعلساز کافر میری ہی چھری سے

جہنم واصل ہو۔"

مجھ سے بار بار یہ ہدائتیں ہو رہی تھیں۔ مگر میں خاموش تھا۔ اور کھڑا سب کی باتیں سُن رہا تھا۔ آخر شمعون نے میرے گال پر بڑی زور سے تھپڑ مار کے کہا "کمبخت جواب کیوں نہیں دیتا؟" میں نے دل مضبوط کر کے جواب دیا کہ "میرے ہاتھوں میں اتنی قوت نہیں ہے۔" اس پر تمام یہودی نہایت برافروختہ ہوئے۔ اور دو ایک نے کہا "یہ اپنے عیسائی دوست کو نہیں قتل کرنا چاہتا۔" شعیب نے یہ سُن کے کہا "تم پہلے اسی کا کام تمام کر دو اور ساتھ ہی میرے سر پر ایک تلوار ماری جس سے زخمی ہو کے میں گر پڑا۔ میرے گرتے ہی میرا آقا شمعون میرے اور شعیب کے درمیان میں آ گیا اور کہا "بس بس! اس کے لیے یہی ایک وار کافی ہے بھائی اب اس مکار نصرانی عزرا کے قتل کا انتظام کرو اور یہی طریقہ ٹھیک ہے کہ پہلی تلوار آپ کی پڑے پھر میرے بیٹوں کی۔ اور اس کے بعد ہیروڈیا اپنی چھری سے اس کے دل و جگر چاک کرے۔"

اس تجویز کے مطابق اُس مصنوعی عزرا یعنی آپ کے راہب انوسنٹ پر پہلے شعیب نے تلوار کا ہاتھ مارا۔ جو سر پر پڑی اِنوسنٹ نے ایک چیخ ماری اور سر پکڑ کے بیٹھ گیا دوسرا وار ہیرون نے اس کی گردن پر کیا جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ اور انوسنٹ اوندھا ہو گیا ساتھ ہی الیعیزر کا ہاتھ پیٹھ پر پڑا۔ اور بیچارہ انوسنٹ تڑپ کے چت ہو گیا۔ یہ دیکھتے ہی ہیروڈیا ایک خونخوار بھیڑیں کی طرح جھپٹ کے اُس کے سینے پر بیٹھ گئی۔ اور داہنی بائیں جانب پسلیوں کے اندر چھریاں بھونک کے اندر اس طرح گھنگھول دیں کہ ایک چیخ اور تھوڑے تشنج کے ساتھ انوسنٹ نے جان دے دی۔

حضرت کے قاصد کا یہ حشر ہوا۔ اس کے بعد اس کے سینے سے وہ تحریر نکال کے پڑھی گئی جس میں جابجا میرا نام بھی تھا۔ اور میرے حوالے سے حجازی پیغمبر آخر الزمان کے حالات لکھے تھے اسے پڑھتے ہی سب کو یقین

ہو گیا کہ الوسنٹ کی سازش میں بھی شریک تھا۔ اور شاید اسی وقت میری زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا جاتا۔ مگر مجھے سب مردہ سمجھ کے واپس چلے گئے۔ اور گھر والے بھی اپنے اپنے بچھونوں پر گئے۔ اور جب سناٹا ہو تو سمعون نے جھک کے میری حالت دیکھی۔

میں زیادہ زخمی نہ تھا سر میں خفیف سا زخم آیا تھا جس نے مجھے خون میں تو نہلا دیا مگر کوئی اندیشہ کی بات نہ تھی ہاں شعیب کی تلوار کے دھکے سے میں گر پڑا تھا جس کے بعد مجھے اٹھنے کی جرأت نہ ہوئی اور پڑے ہی پڑے الوسنٹ کے قتل کا واقعہ دیکھتا رہا تھا۔ اب سمعون نے جو مجھے زندہ اور ہوش میں پایا تو چپکے سے اس طرح کہ گھر والوں میں سے بھی کوئی نہ سُنے کہا "میں جانتا تھا کہ تو زندہ ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ گھر کے کاموں کا حرج ہوگا تجھے بچا لیا ورنہ شعیب کے دو اور ہاتھ تیری زندگی کا خاتمہ کر دیتے۔ اگرچہ تو کسی رحم کا مستحق نہیں۔ نصرانی ہے اور وہ نصرانی جسے ہم نے باقاعدہ طور پر عیسی بنا لیا ہے۔ تاہم ظلم و جور کرتے کرتے اور تیری نیک دلی و اطاعت دیکھتے دیکھتے مجھے تجھ سے تھوڑا سا انس ہو گیا ہے یہ نہیں چاہتا کہ تیری جان لی جائے مگر کمبخت اپنی قوم والوں کو میں اس کا کیا جواب دوں گا کہ اس کے ساتھ تیری بھی سازش ثابت ہوتی ہے سچ سچ بتا کہ یہ کون تھا؟ اور تجھ سے اس کا کیا تعلق تھا؟ اگر تو نے سچ کہہ دیا تو میں تیری جان بچا سکوں گا"۔

اس کے جواب میں میں نے کہا "اگرچہ مجھے زندہ رہنے کا کچھ زیادہ شوق نہیں ہے مگر آپ اطمینان رکھیں کہ جھوٹ ایک لفظ بھی نہ کہوں گا یہ شخص حقیقت میں نصرانی تھا اور اس کا اصلی نام الوسنٹ تھا ایک نصرانی ولی کا بھیجا ہوا آیا تھا کہ اُن نئے پیغمبر صاحب کا حال دریافت کرے جو ارض حجاز میں پیدا ہوئے ہیں۔ مجھے چونکہ آپ نے مہمانوں کی خاطر داشت اور خدمت پر مجبور کیا تھا اس لئے اکثر آنے جانے والوں سے مجھے ان بزرگ کے حالات معلوم ہو جایا کرتے۔ الوسنٹ یہاں یہودی بن کے آیا تو مجھ سے صاف دل سے ملنے لگا۔ جب اُن پیغمبر صاحب کے کچھ حالات بن سنے

بتائے تو اُن کی تحقیق کے لئے یہاں ٹھہر گیا اور پوچھ پوچھ کے اُن بزرگ کے حالات لکھنے لگا۔ بس اِس کے سوا مجھ سے اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

میرا یہ جواب سُن کے تھوڑی دیر تک وہ غور کرتا رہا۔ پھر بولا "میں نے بھی سُنا ہے کہ حجاز کے بت پرستوں میں کوئی مجنون شاعر پیدا ہوا ہے۔ جو پیغمبری کا دعوی کرتا ہے۔ مگر یہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم نصرانیوں کو اس شخص سے کیا تعلق ہے؟" میں نے کہا "تعلق کیوں نہیں تمام آسمانی کتابوں میں ایک پیغمبر آخرالزمان کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ میں نے کتب سماوی میں اُن پیغمبر صاحب کے حالات اور اُن کی نشانیاں پڑھی ہیں۔ اور ایک مدت سے حق کی جستجو میں ہوں اس لئے جو کوئی دعویدار نبوت اور ہادی امت پیدا ہوتا ہے اُس کے حالات کو دریافت کر کے ان پر غور و خوض کیا کرتا ہوں۔"

یہ سُن کے شمعون کو بڑا تعجب ہوا۔ اور کہا "اچھا میں تمہیں بچا لونگا" یہ کہہ کے اُس نے میرے زخم میں پٹی باندھی۔ اور دوسرے جب یہود نے مجھے زندہ دیکھ کے میرے قتل پر اصرار کیا تو اس نے کہا "اب اس بوڑھے شخص کو زندہ رہنے دو۔ مار ڈالنے سے زیادہ ثواب اسے روز مارنے اور ذلیل کرنے میں ہوگا۔ لیکن اب سب سے اہم معاملہ اس حجازی پیغمبر کا ہے جس نے مکہ میں شور مچا رکھا ہے۔ میں اسے ایک معمولی نثری سودائی سمجھتا تھا۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ دُور دُور کے عیسائی اس کے گرویدہ ہونے لگے ہیں۔ اور اس کا نام شام و بصری کے نصرانیوں میں عزت سے لیا جاتا ہے۔ نصرانیوں کے اس کی طرف متوجہ ہونے سے مجھے کھٹکا ہوتا ہے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو۔ جس سے ہمارے دین کو نقصان پہونچے۔ پتہ لگانا چاہیے کہ آخر کیا بات ہے۔ جو یہود کو اس شخص کی طرف بالکل توجہ نہیں ہوئی اور نصرانی اس کے اس قدر گرویدہ ہو گئے۔ کہ کتب آسمانی کی پیشین گوئیوں کو اسکی طرف منسوب کرنے لگے

یوسُن کے اس کا بیٹا ہرون بولا" ابا جان اگر آپ اجازت دیں۔ تو
میں مکہ جا کے اس شخص سے ملوں۔ اور دریافت کروں کہ ہمارے اور نصرانیوں
کے دین کے بارے میں وہ کیا کہتا ہے" بھائی کو جانے پر مستعد دیکھ کے
ہروڈیہ نے کہا" ابا جان تو مجھے بھی بھائی کے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے
مجھے ابھی اپنی آبرو جانے کا پورا بدلہ نہیں ملا۔ میری چھری ابھی اور خون مانگتی
ہے۔ مکے میں پہونچ کر اگر دیکھوں گی کہ یہ نیا مدعی نبوت ہمارے خلاف اور
نصرانیوں کا طرفدار ہے۔ تو یہ میری چھری اس کے دل و جگر کے ساتھ بھی
وہی سلوک کرے گی جو آج رات کو ایک نصرانی کافر کے ساتھ کر چکی ہے"
شمعون :۔ ہروڈیہ یہ تیرا جانا مجھے گوارا نہ ہوتا مگر اس وقت تیرے دل کو
بڑا بھاری صدمہ پہونچا ہے۔ ایک نصرانی نے اسرائیلی بن کے تیری آبرو لی
اور تو شادی کے ایک ہفتہ ہی بعد سخت ناکامی و اندوہ اور ذلت و تحقیر کے
ساتھ بیوہ ہو گئی۔ شاید اس سفر میں تیرا دل بہلے۔ اور تیرا غم غلط ہو اس لیے
شوق سے اجازت دیتا ہوں۔ تم دو نو بہن بھائی جاؤ اور اس شخص کا پتہ
لگا کے جلدی واپس آؤ۔ مگر اتنا خیال رکھنا کہ وہ شخص اگر نصرانیوں کے موافق
نکلے تو اسے اپنا دوست بنانا اور اس کام میں ہروڈیہ تیری خوبصورتی اور
لگاوٹ زیادہ کامیاب ہو گی۔ لیکن ہاں اگر وہ ہمارے خلاف اور نصاریٰ
کے موافق ہو۔ تو پھر اس کے دنیا میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے"
ہروڈیہ :۔ یہی ہو گا۔ اور اگر وہ ہمارے خلاف نکلا تو میں اس مجنون کی پیغمبری
کا چراغ گل ہی کر کے آؤں گی۔ میرا دل اور میری کلائی دونوں مضبوط ہیں
اور چھری بھی خوب تیز ہے یہ نہ سمجھیے کہ میں بغیر کچھ کیے واپس آؤں گی
شمعون :۔ مگر وہ اپنا گھر نہیں۔ غیروں کا شہر ہے جو کچھ کرنا سوچ سمجھ کے
اور چلیپٹ بجا کے کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ ناتجربہ کاری سے تمہیں کچھ صدمہ
پہونچ جائے"

اس تجویز کے مطابق ہرون اور ہروڈیہ مکے روانہ ہو گئے۔
مجھے حکم ہوا کہ آئندہ کسی مسافر سے نہ ملا کروں گا اور وارد و صادر کی خبر گیری

ایک اور حبشی غلام کے ذمے کر دی گئی۔ اب مجھ سے متعلق فقط گھر کا کام کاج۔ باغ کی خدمت۔ اور ہفتہ میں دو بار پانی لانا ہے۔ جس جگہ سے میں پانی لاتا ہوں وہ بنی مصطلق کا تالاب کہلاتا ہے۔ یہاں پانی کی اتنی کمی نہیں۔ جتنی کہ سرزمین عرب کے اور مقامات میں ہے۔ یہاں جا بجا کئی تالاب ہیں میں ہر جمعہ اور دوشنبہ کو پانی لینے کے لئے علی الصباح جاتا ہوں۔ بنی مصطلق کو چھ سیر خرمے اور چار سیر جو دے کے دس اونٹوں کی پکھالیں بھر لیتا ہوں۔ اور شام سے پہلے یہاں واپس آجاتا ہوں۔ لیکن گھر کی ایک کمسن حبشن لونڈی غیلانہ اب میرے ساتھ کر دی جاتی ہے تاکہ وہاں میں اگر کسی سے ملوں یا بات کروں تو گھر میں آکے بیان کر دے یہ چھوکری ہے تو ابھی ذرا سی۔ اور آٹھ سال سے زیادہ نہ ہوگی مگر آفت کی پرکالہ ہے۔ راستے میں اگر میں کسی کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی دیکھ لیتا تھا تو گھر میں آکے بیان کر دیتی تھی۔

لیکن اب اس سے بنی مصطلق کی لڑکیوں سے ملاقات بڑھ گئی ہے جن کے ساتھ وہاں جاتے ہی وہ کھیل میں مصروف ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں شیخ قبیلہ حاطب بن جبیر کی بیوی زرقاء کچھ ستو دے کے اس سے کام بھی لینے لگی ہے۔ اس وجہ سے اب وہاں مجھے آزادی مل جاتی ہے۔ پانی بھر لینے کے بعد جو وقت بچتا ہے۔ اس میں دوسرے لوگوں سے جو پانی لینے کو آتے ہیں۔ ملتا جلتا اور اطمینان سے بیٹھ کے باتیں کرتا ہوں۔

اور اسی سبب سے مجھے حضرت کے ملاحظہ میں یہ تحریر بھیجنے کا موقع مل گیا۔ تالاب کے قریب ہی میں نے ایک ایسی خاموش گھاٹی ڈھونڈھ نکالی ہے جس میں کسی کا گذر نہیں ہوتا۔ وہاں ایک چھوٹے سے غار کے اندر میں بہت سے سوکھے کھجور کے پتے جمع کر لیے ہیں۔ دوات قلم بھی لے جا کے رکھ لیے ہیں۔ اور ان پتوں پر جو کچھ لکھنا ہوتا ہے لکھ لیا کرتا ہوں۔ اور جاتے وقت قلم دوات اور لکھے ہوئے پتوں کو

اُس غار میں رکھ کے اس کے مُنہ پر ایک بڑا سا پتھر رکھ دیتا ہوں۔ پھر اُس کے بعد جب دوبارہ آنا ہوتا ہے۔ تو آگے کا حال لکھ کے دیتا ہوں یوں میں نے لکھنے کا سلسلہ جاری کر دیا ہے۔

اس طریقے سے اپنی یہ پہلی تحریر تو اپنے حالات کے متعلق پیش کرتا ہوں۔ آئندہ خط میں حضرت نبی آخرالزمان صاحب کے بہت سے نئے حالات عرض کروں گا جو اب معلوم ہوئے ہیں اب یہاں بھی مجھے کئی ایسے آدمی مل جاتے ہیں جو مکے کے حالات سے واقف ہیں۔

تاہم یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ان تحریروں کو حضرت کی خدمت میں کیونکر بھیجوں۔ اتفاقاً یہیں تالاب کے کنارے انھیں اطراف کے یہود کا ایک غلام مل گیا جو ظاہر میں تو اُن کا ہم عقیدہ مگر دل میں عیسائی ہے۔ اس نے مجھ سے مل کے انوسنٹ کے مارے جانے پر افسوس کیا۔ اور میرے ساتھ ہمدردی ظاہر کی۔ اب کی دفعہ جو وہ واپس چلا تو رخصت ہونے لگا۔ اور کہا میں اپنے آقا کے حکم سے اُن کے ایک عزیز سے ملنے کے لئے بیت المقدس جاتا ہوں" اس کو ہمدرد دیکھ کے میں نے کہا "میری ایک چھوٹی سی گٹھری لیتے جاتے۔ اسے شہر بصریٰ کے باہر ولی بحیرا کی خانقاہ میں وہاں کے امام استفانوس کو دے دینا۔ مگر اس طرح چھپا کے لے جاؤ کہ اور کوئی نہ دیکھنے پائے اُس نے قبول کیا۔ اور کہا "مگر میں بھی اس طرح جاؤں گا کہ کسی کو میرا جانا نہ معلوم ہو سکے۔ بصریٰ میں میرے مالک کے قرابت دار موجود ہیں۔ اگر کسی کو بھی میرے وہاں جانے کی خبر ہو گئی تو میں فوراً مار ڈالا جاؤں گا" غرض اس طرح میں لکھے ہوئے پتوں کی یہ گٹھڑی روانہ کر سکا ہوں۔ پتوں کو میں نے ترتیب وار ایک دھاگے میں پرو دیا ہے۔ جس سے حضور کو پڑھنے میں آسانی ہو گی"

اب حضور کو میرے پاس کوئی خط بھیجنے کی ضرورت نہیں اور حضرت میری آزادی کی بھی فکر نہ کریں۔ اس میں بھی خدا کی کوئی مصلحت ہے

اور شاید اس کا انجام اچھا اور مفید ہو۔ زیادہ حد ادب۔

ارادت مند ماہ بہ

خط کا انتظار

یہ خط پڑھ کے بحیرا سناٹے میں ہو گیا۔ اور چند منٹ کے حسرت ناک سکوت کے بعد استقانوس سے کہا،، اس میں تو شک نہیں کہ انوسنٹ نے اپنے قتل کا خود ہی سامان کیا۔ وہ رہبانیت کے عہد کو توڑ کے شہوت پرست ہو گیا۔ اور دربار ابن اللہ سے اسے سزا ملی۔ مگر مجھے اُس کے مارے جانے کا افسوس ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ وہ شہادت سے محروم رہا۔ اور اتنے دنوں یہاں رہنے کے بعد انجام اس کا اچھا نہ ہوا "

استقانوس "میں اسے ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ یہاں کے قیام میں کبھی اس کے قدم کو لغزش نہیں ہوئی "

بحیرا " مگر یہ سب راہب جو میرے پاس اس خانقاہ میں جمع ہیں۔ اُن کی حالت سے میں خوب واقف ہوں۔ ان میں سے ایک بھی بھروسے کے قابل نہیں۔ اگر ان پر اطمینان ہوتا تو میں انھیں کو اُس نئے حجازی نبی کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجتا؟ اصل یہ ہے کہ خدا نے ان کو نہ سچا دل دیا ہے۔ نہ سچی آنکھیں "

استقانوس " بجا ارشاد ہوا۔ حضرت صاحب دل ہیں۔ اور دلوں کا حال معلوم فرما لیتے ہیں۔ ہمیں اتنی بصیرت اور معرفت کہاں نصیب؟ ،،

بحیرا " خیر جو ہوا سو ہوا اب یہ بہتر ہے کہ ہم خاموش بیٹھ رہیں۔ ماہ بہ کے خطوط کا انتظار کریں۔ اور جو جو تحریریں اُن کی ملتی جائیں اُن کو احتیاط سے رکھتے جائیں۔ مجھے امید ہے کہ عنقریب آفتاب ہدایت طلوع ہو گا۔ اور ہر چیز روشنی میں آ جائیگی "

استقانوس " مگر افسوس اس بات کا ہے۔ کہ ماہ بہ کو اب خط بھیجنے میں دشواریاں پیش آئیں گی "

بحیرا:۔ مین تو یہ سمجھتا ہون کہ اب اُن کو خط لکھنے کا پہلے سے زیادہ موقع حاصل ہے۔ ہان ہمین پیام بھیجنا البتہ دشوار ہے۔ مگر خدا کوئی نہ کوئی سبیل پیدا ہی کر دیا کرے گا۔"

اس کے بعد استفانوس اپنے حجرے مین واپس گیا۔ اور بحیرا اپنے وظائف مین مشغول ہو گیا۔ لیکن حضرت نبی آخر الزمان کی تعلیمون کے معلوم ہونے کا اُسے اِس قدر شوق تھا کہ عبادت اور مراقبے مین بھی اس کا خیال نہ جاتا۔ امید تھی کہ ماہ بہ نے جس دوسرے خط کا وعدہ کیا ہے۔ عنقریب مِل جائے گا۔ ہر روز اسی کے انتظار مین صبح سے شام ہو جاتی مگر اسی بیقراری کی حالت مین چھ مہینے ہو گئے اور وہ نہ ملنا تھا نہ ملا۔

اس مدت مین بیقرار بحیرا ہر روز استفانوس سے پوچھتا کہ "کوئی اور خط نہین آیا؟" اور اس سے یہی جواب ملتا کہ "نہین آیا" آخر ایک دن بحیرا نے کہا "معلوم نہین ماہ بہ کس حال مین ہے؟ زندہ ہے یا مر گیا؟ اتنی مدت تک کوئی تحریر نہ ملنے سے میرے دل مین طرح طرح کے اندیشے پیدا ہوتے ہین۔ کیا پھر کسی کو اس کی خیریت دریافت کرنے کے لئے بھیجنا چاہیے؟"

استفانوس:۔ جو حضرت کا حکم ہو؟ خدا نے حضور کو روشن ضمیر بنایا ہے اس لئے حضور جو حکم دین گے وہ مناسب اور واجب التعمیل ہو گا۔"

بحیرا:۔ لیکن اب کسی کا بھیس بدل کے وہان جانا بھی مناسب نہین معلوم ہوتا۔ چند ہی روز ہوئے انوسنٹ کا واقعہ پیش آ چکا ہے۔ اور اب وادی القری کے یہود ہر شخص کو بدگمانی کی نگاہ سے دیکھتے ہون گے۔"

استفانوس:۔ بے شک اب وہ کسی اجنبی کو اپنے پاس نہ آنے دینگے۔"

بحیرا:۔ کیا یہ نہین ممکن ہے کہ تم یہان کے یہود سے راہ و رسم بڑھاؤ۔ اور انھین کے ذریعے سے پتہ لگاؤ؟"

استفانوس:۔ یون تو حضرت کی توجہ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر بظاہر اسمین بہت زیادہ دشواریان نظر آتی ہین۔ اس لیے کہ اول تو یہود

ہمارے دوست نہین ہو سکتے۔ہم چاہے ان پر بھروسہ کرلین مگر وہ ہم پر ہرگز بھروسہ نہ کرین گے۔دوسرا اندیشہ یہ ہے کہ اگر اُن کو ذرا بھی پتہ لگ گیا کہ ماہ بہ کو ہم سے کچھ علاقہ ہے تو فوراً اپنے وادی القری کے بھائیون کو اس کی خبر کر دین گے اور کیا عجب کہ پھر ماہ بہ کی زندگی بھی خطرے مین پڑ جائے۔حضرت کو دنیا سے الگ رہنے کے باعث یہود کی حالت کا اندازہ نہیں ہے وہ نہایت ہی متعصب۔سخت بے وفا اور حد درجے کے دغا باز ہین۔"

بحیرا۔"تو پھر عرب کے بت پرستون ہی سے کام لو جو ادھر سے گذرا کرتے ہین؟"

استفانوس۔"اس مین شاید کامیابی ہو جائے۔اور حضور کی ہدایت کے مطابق کل سے مین اس کی کوشش شروع کر دونگا۔"

اب پھر استفانوس نے بصری کی گلیون اور کاروان سراؤن مین چکر لگانا شروع کیا۔یون تو بہت سے عرب ملے۔مگر کوئی ایسا نہ ملا۔جس سے کام نکل سکتا۔وہ کسی ایسے عرب تاجر کو ڈھونڈھتا تھا جس کی شہر بصری مین بالاستقلال آمدرفت رہتی ہو سال مین دو ایک بار آتا جاتا ہو۔اور یہان ایسا کاروبار رکھتا ہو جس کا سلسلہ بارہون مہینے جاری رہتا ہو۔غرض اس کوشش مین بھی اسے دو مہینے ہو گئے اور کچھ نتیجہ نہ ہُوا۔"

ماہ بہ کے خط کے انتظار کو اب دس مہینے سے زیادہ مدت گذر گئی اور جو جو دن گزرتے جاتے ہین تشویش بڑھتی جاتی ہے۔اسی اثنا مین ایک روز استفانوس دن بھر بصری کی خاک چھان کے واپس آیا اور چونکہ شام ہو گئی تھی اس لیے آتے ہی سیدھا گرجے مین گیا شام کی نماز پڑھائی اور اپنی خانقاہ کو روانہ ہُوا

ہلالی مہینے کا دوسرا ہفتہ شروع ہوا تھا اور رادھ کٹا چاند سقف فلک کے بیچوں بیچ مین قائم تھا۔اس کی روشنی مین راستہ طے کرکے اپنی خانقاہ

کے زینے پر چڑھنے لگا۔ دو ہی زینے چڑھا تھا کہ کوئی نرم سی چیز پاؤں کے نیچے پڑی۔ گھبرا کے پاؤں اُٹھایا۔ تو دیکھا۔ کہ زینے کے عین درمیان میں ایک بڑی سی تھیلی رکھی ہے حیرت سے کہا۔ "یہ تھیلی کس کی ہے؟ یہاں اسے کون لایا؟ اور کیوں رکھ گیا؟" کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ اُسے لے کے نیچے اترا۔ اور نئے راہب پیوس کو آواز دی۔ جو اسی خانقاہ کے نیچے والے حجرے میں رہتا تھا۔ اور فی الحال اتوسنٹ کی جگہ وارد و صادر کی خبرگیری کیا کرتا تھا۔ پیوس اُس کی آواز پر "لبیک" کہتا ہوا آیا۔

اِستفانوس۔ "یہ تھیلی میرے حجرے کے زینے پر کون رکھ گیا؟"

پیوس۔ (تھیلی کو غور سے دیکھ کے) "میں نہیں جانتا کس کی ہے۔ اور آپ کے زینے پر تو آپ کے سوا کوئی جاتا ہی نہیں۔ وہاں یہ کیسے پہونچ گئی؟"

اِستفانوس۔ "خانقاہ میں جتنے راہب یا مہمان ہوں۔ سب کو لے جا کے دکھاؤ۔ اور جس کی ہو اُسے دے دو۔" یہ حکم دے کے اِستفانوس اپنے حجرے میں گیا۔ اور اپنے اوراد و وظائف میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پیوس اُس تھیلی کو لئے ہوئے واپس آیا۔ اور کہا "میں سب لوگوں کو دکھا لایا۔ کوئی اِسے اپنی نہیں بتاتا۔"

اِستفانوس نے مجبور ہو کے تھیلی لے لی۔ اور چراغ کے پاس لے جا کے اُسے کھولا تو کھجور کی خشک پتیوں کی ایک ملفلک گڈی نظر آئی فوراً خیال گزرا کہ "ماہ بہ کا خط یہ ہو" اور غور کیا۔ تو واقعی پتوں پر ماہ بہ کے ہاتھ کی تحریر تھی۔ فوراً سمجھ گیا۔ کہ جو قاصد لایا ہے۔ چپکے سے رکھ کے چلا گیا۔ تاکہ کسی کو اُس کا حال نہ معلوم۔ فوراً پیوس کو رخصت کر دیا۔ اور خود اُسے لے جا کے بحیرا کے سامنے پیش کیا۔ اور اُس کے ملنے کی کیفیت بیان کی۔

بحیرا۔ "تم نے اسے پڑھا بھی؟"

اِستفانوس۔ "میں بغیر حضرت کی اجازت کے کیسے پڑھ سکتا تھا؟"

بحیرا۔ "تو اچھا تمہیں پڑھ کے مجھے سناؤ۔ تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔"

اور نہ میں تم سے کسی بات کو چھپانا چاہتا ہوں۔

شیخ اور مرشد سے اجازت پاتے ہی استفانوس نے اُس کے خط کو پڑھنا شروع کیا۔ جس کے الفاظ یہ تھے:۔

پانچواں خط

میرے ہادی و مرشد۔ مجھے ان دنوں اُن نئے پیغمبر آخر الزماں کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوئیں جن کو کمال ادب سے عرض کرتا ہوں میں سمجھتا تھا۔ کہ اب مجھے حضور کے ملاحظے میں کوئی عریضہ بھیجنا نہ نصیب ہوگا لیکن بنی المسطلق کے تالاب پر مجھ کو اس قدر اطمینان سے بیٹھ کے لکھنے کا موقع مل جاتا ہے اور ایسی فرصت اور آزادی حاصل ہے کہ ایسا موقع یہاں کبھی نہیں نصیب تھا لیکن خطوں کے بھیجنے کی دشواری یہاں بڑھ گئی ہے اور اسکی وجہ ظاہر ہے۔ وادی القرای اس عام گزرگاہ پہ واقع ہے۔ جو ارض یمن سے مکے اور یثرب ہوتی ہوئی شام کو گئی ہے۔ اس لئے جنوب سے شمال کو اور شمال سے جنوب کو جانے والے قافلے وہاں دو ایک روز ضرور قیام کرتے ہیں۔ برخلاف اِس تالاب کے کہ اگرچہ دن بھر میلا سا لگا رہتا ہے۔ مگر آنے والے گرد و پیش کے قبائل ہوتے ہیں جو فقط پانی لینے کو آتے ہیں اور اپنی پکھالیں اور مشکیں بھرتے ہی واپس چلے جاتے ہیں ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو حضرت کی خانقاہ کی طرف جانے والا ہو ان پیغمبر صاحب کے حالات بھی یہاں کم معلوم ہوتے اس لئے کہ حجاز و بطحا سے آنے والے یہاں کم ملتے ہیں مگر مجھے وہاں کے حالات دریافت کرنے کا ایک بہت ہی اچھا ذریعہ مل گیا ہے جس دن میں پانی لینے کو جاتا ہوں۔ اُسی دن قبیلۂ بنی غطفان کے لوگ بھی آیا کرتے ہیں۔ اور ان سے قریش سے قرابت ہے۔ اور ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔ اس سبب سے کوئی مہینہ نہیں گزرتا کہ مکے کا کوئی شخص اُن میں نہ آتا ہو یا اُن کا کوئی شخص وہاں نہ جاتا ہو۔ اِس میل جول اور ربط و ضبط کی وجہ سے مکے اور اہلِ مکہ

کے صحیح حالات مجھے بنی غطفان سے معلوم ہو جایا کرتے ہیں۔ اسی ضرورت سے
میں نے اُن سے دوستی بڑھالی ہے۔ اور جب ہم ضروری کاموں سے فارغ
ہو کے تالاب کے کنارے بیٹھتے ہیں۔ سوا اُن نئے پیغمبر صاحب کے اور
کسی کا تذکرہ ہی نہیں ہوتا۔

میں بتا چکا ہوں کہ قریش اور اہل مکہ نے اُن پیغمبر صاحب کو نہایت
ہی ستایا۔ سخت پریشان کیا۔ اور اُن کے پیروؤں پر طرح طرح کے عذاب
کرنے لگے۔ اُس کا انجام یہ ہُوا کہ جو لوگ اُن پر ایمان لاتے۔ اپنے
مسلمان ہونے کو چھپاتے۔ اور اُن سے ملتے بھی خوف کھاتے۔ ڈرتے
ڈرتے کبھی اُن کے پاس جاتے بھی تو دھڑکا لگا رہتا۔ کہ کوئی دیکھ نہ
لے۔ اور اس پر بھی اُن غریبوں کی یہ حالت تھی۔ کہ دشمنوں کو کسی
کی نسبت مسلمان ہونے کا وہم و گمان بھی ہو جاتا۔ تو اُس
کی جان لینے کے درپے ہو جاتے۔

یہ حالت اور یہ مجبوریاں دیکھ کے انہوں نے اپنے پیروؤں کو
حکم دیا کہ ارض حجاز کو چھوڑ کے ملک حبشہ میں چلے جائیں۔ مکہ سے
تھوڑی دور پر بحر قلزم ہے۔ اور اس سمندر کے پار ہوتے ہی حبشیوں کے
ملک کا ساحل ملتا ہے۔ حبشہ اور عرب میں مدت سے آمد و رفت
ہے۔ اور وہاں کا بادشاہ نجاشی عیسائی ہے۔ جو بڑا منصف اور نیک مشہور ہے۔
اسی بھروسے پر اُن عربی نبی نے اپنے ساتھیوں کو وہاں جا کے پناہ گزین
ہونے کا حکم دے دیا۔ اور چند مسلمان زن و مرد کا ایک چھوٹا
قافلہ جس کے قافلہ سالار خود اُن پیغمبر صاحب کے داماد تھے۔ سمندر
پار ہو کے حبشیوں کی مملکت میں پہنچ گیا۔ یہ لوگ جب جا چکے تو دشمنوں
کو خبر ہوئی اور اس پر انہیں اس قدر طیش آیا۔ کہ اُن کا ایک گروہ
سفارت کی شان سے حبشہ میں پہنچا۔ تاکہ مسلمانوں کو وہاں بھی جا کر ستائے
اور جس طرح بنے اُس سرزمین سے نکلوا دے۔ اس سفارت کا پیام
سُن کے نجاشی نے پناہ گزین مسلمانوں کی حالت دریافت کی۔ اور اپنے سامنے

بلوا کے اُن کا اظہار لیا۔ مسلمانوں کا اخلاق اور ان کی سچائی صفائی اُور حق پرستی نجاشی پر ایسا اثر کر گئی۔ کہ خوش ہو کے انہیں اپنی قلمرو میں رہنے کی اجازت دی اُور اُن کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر کے نکلوا دیا۔

اِس ناکامی نے مکّے والوں کو اَور غصّہ دلایا۔ اور عمائد قریش نے باہم مشورہ کیا۔ کہ اِس نئے مدّعی نبوّت کی کوششوں کو کیونکر روکیں اُور کس طرح اُس کی زبان بند کریں۔ قرار پایا کہ دنیا کی لذتوں اَور نعمتوں کا لالچ دلایا جائے۔ اپنے بتوں اور معبودوں کی مذمّت موقوف کرانے میں ہم سے جو مانگا جائے۔ اس کے دینے کو تیار ہو جائیں۔ پیغمبر صاحب ایک دن خانہ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اِس قرار داد کے مطابق عُتبہ بن ربیعہ نام ایک زبان آور شخص چند معززین قریش کے ساتھ اُن کے پاس آیا۔ اُور کہا " اے ابن عم۔ تم ہم سب سے زیادہ شریف اَور عالی خاندان ہو۔ جس کی وجہ سے تم علانیہ ہمارے معبودوں اُور دیوتاؤں کو بُرا کہا کرتے ہو۔ اَور ہم سے کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتا۔ اِس اختلاف و جھگڑے کی وجہ سے تم بھی سارے عرب میں بدنام ہوتے ہو۔ اور ہماری بھی بدنامی و رسوائی ہوتی ہے۔ اِس کا انجام تم دیکھ ہی رہے ہو۔ کوئی تمہیں دیوانہ بتاتا ہے کوئی جادوگر کہتا ہے۔ اور ہمیں یہ سُن سُن کے شرم آتی ہے۔ اچھا اَب صاف صاف کہدو تم چاہتے کیا ہو؟ اَور اِس شورش سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ اگر تمہیں کسی پری جمال عورت کا شوق ہے۔ تو جس خاندان کی جس گل اندام و ناز آفرین لڑکی کو کہو تمہارے نکاح میں دے دیں۔ روپیہ پیسہ چاہتے ہو تو ہم سب مل کے جہاں سے بنے گا۔ دولت جمع کریں گے اور جتنا روپیہ کہو۔ تمہارے حوالے کر دیں۔ حکومت و فرمان روائی کی ہوس ہو۔ تو آج ہی سے ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنانے کو موجود ہیں۔ غرض جو چاہتے ہو۔ بتاؤ۔ ہم تمہاری تمنا پوری کر دیں گے۔ بہرحال جو چاہو لو۔ مگر ہمارے دیوتاؤں کو بُرا کہنا۔ اَور دین میں تفرقہ ڈالنا چھوڑ دو۔ اِس لے

جواب میں اُنہوں نے اپنا کچھ الہامی کلام سنایا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ "جو لوگ کافر ہیں۔ اور خدا کی راہ میں مزاحم ہوتے ہیں۔ اُن کے اعمال غارت ہو گئے اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے اور محمدؐ پر جو کچھ آسمان سے اترا ہے اُسے حق مان لیا۔ اللہ اُن کے گناہوں کو محو کر دے گا۔ اور اُن کی حالت سُدھار دیگا۔ اور اسکے بعد کہا ان دونوں راستوں میں سے جو چاہو اختیار کر لو۔ اُن کے اس جواب کا عتبہ پر ایسا اثر پڑا کہ خاموش ہو کے واپس ہو گیا۔ اور اہل شہر میں جا کے اُس کلام آسمانی کی تعریف کرنے لگا۔ کہا میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سُنا۔ یہ اثر تو نہ شاعری میں ہے۔ نہ جادو میں ہے۔ رئیسوں نے بگڑ کے کہا؟ "ہم نے کس لئے بھیجا تھا اور تم نے کیا کیا؟" اُس نے کہا "مجھ سے جو کچھ ہو سکا کیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ میں تمہارے بیچ میں نہ پڑوں گا۔"

ان دنوں جو مسلمان حبشہ میں گئے ہوئے تھے۔ انہیں خبر پہنچی۔ کہ اُن کے ہادی و سردار کی قریش میں صلح ہو گئی ہے۔ یہ سُن کے واپس آئے مگر جب ساحل عرب پر قدم رکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ خبر غلط تھی۔ وطن کے قریب آچکے تھے دل میں آئی۔ کہ گھر چل کے دوست آشناؤں اور عزیزوں سے مل لیں۔ مکہ میں آئے۔ تو دشمنوں کو پہلے سے زیادہ خون کا پیاسا پایا۔ بادشاہ حبشہ کی ہمدردی و جانب داری نے اُن کے دلوں میں ایسی آتش غضب بھڑکا دی تھی۔ کہ اب مسلمانوں پر علانیہ جور و تشدد کرتے۔ اور اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ مجبور ہو کے پھر مسلمانوں نے حبشہ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر ایک ساتھ جانا غیر ممکن تھا۔ اس لئے کہ دشمن مزاحم ہوتے چھپ چھپ کے اور ایک ایک دو دو ہو کے کوئی ایک سو مسلمان مکہ سے نکلے اور بھاگ کے حبشہ میں جا رہے۔

لیکن ان سختیوں اور مزاحمتوں پر بھی پیغمبر کی ہدایت برابر اثر کرتی گئی۔ اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی رہی۔ آخر تمام معززین مکہ پیغمبر صاحب کے چچا کے پاس آئے۔ جو ان کے بڑے حامی و یاور تھے۔ اور

کہ یہ تمہارا بھتیجا ہمارے دیوتاؤں کو برابر برا کہتا ہے۔ اور ہم نے لاکھ کوشش کی۔ ہر طرح کا لالچ دلایا۔ مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آتا۔ اب صبر و تحمل کی حد ہو گئی۔ اور آئندہ ہم اس مذہبی تذلیل و توہین کو ہرگز نہ برداشت کر سکیں گے۔ تم اگر اس کی حمایت نہیں چھوڑتے۔ تو پھر ہمارے مقابلے کو تیار ہو جاؤ۔ ورنہ مناسب یہ ہے۔ کہ تم الگ ہو جاؤ۔ ہم اُس سے سمجھ لیں گے۔" اُن بزرگ نے نرمی و مصلاحیت سے سمجھا بجھا کے اُن لوگوں کو واپس کیا۔ مگر اُن کے جانے کے بعد دل میں بہت پریشان ہوئے۔ نہ قبیلے کو چھوڑتے بنتی تھی۔ اور نہ بھتیجے کو۔ آخر اپنے مدعی نبوت بھتیجے کے پاس آ کے کہا "بیٹا۔ دشمنوں کی عداوت بڑھتی جاتی ہے۔ اُن کے شر سے تم خود بھی بچو۔ اور مجھے بھی بچاؤ۔ اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو۔ کہ میں اٹھا نہ سکوں۔"

اُس نئے ہادی کے لئے یہ بہت ہی نازک وقت تھا۔ ساری قوم دشمن تھی۔ قبیلے والے اور تمام قرابت دار جان لینے کے درپے تھے۔ لے دے کے ایک چچا کی ذات تھی۔ اُنہوں نے بھی اپنی مجبوری ظاہر کر دی۔ تو اب نجات و فلاح کی کیا صورت پیدا ہو سکتی تھی؟ مگر اُن کے حوصلے اور جوشِ تبلیغ میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور استقلال و جوش کے لہجے میں اُن کو جواب دیا "اگر مشرکین مکہ آفتاب کو میرے دہنے ہاتھ میں اور ماہتاب کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں۔ تو بھی میں اپنے فرض تبلیغ کو نہ چھوڑوں گا۔ وہ یاد رکھیں۔ کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ یا تو وہ کام ہی پورا ہوگا۔ جس کیلئے خدا نے مجھے بھیجا ہے اور یا اس کوشش میں میں ہی فنا ہو جاؤں گا۔"

بھتیجے کا یہ استقلال دیکھ کے چچا کے بوڑھے دل میں بھی غیرت کی گرمی پیدا ہو گئی۔ اور دل میں ٹھان لی۔ کہ چاہے جو ہو۔ میں حق پرست بھتیجے کو نہ چھوڑوں گا۔ اور اپنی حفاظت کے لئے اپنے تمام خاندان والوں کو جو بنی ہاشم کہلاتے ہیں۔ جمع کر کے اپنی مدد اور حمایت پر آمادہ کر لیا یہ خبر جب قریش کو معلوم ہوئی تو وہ سب اور اُن کے ساتھ تمام اُن کے ہم مذہب و ہم خیال یک بیک بنی ہاشم کے دشمن ہو گئے۔

اسی اثنا میں ایک دن یہ سچے ہادی مکّے کی پہاڑی صفا پر بیٹھے تھے۔ کہ اُدھر سے اُن کا ایک عزیز ابوجہل گزرا جو نہایت ہی ضدّی جاہل اور اُن کا دشمن تھا۔ وہ انہیں دیکھ کے قریب آیا۔ اور بے تحاشا گالیاں دینے لگا۔ پیغمبرؐ نے جواب میں ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اور ابوجہل اپنی ضلالت وجہالت میں خود ہی تھک کے چلا گیا۔ اس واقعے کو چند گھڑیاں ہی گزری ہوں گی۔ کہ پیغمبر صاحب کے بہادر چچا حمزہ آگئے۔ جن کا شمار نامور شجاعان عرب میں تھا۔ کسی شخص نے اُن سے کہہ دیا۔ کہ آپکے بھتیجے کو ابھی ابھی ابوجہل نے سینکڑوں گالیاں دیں۔ اور انہوں نے دم نہ مارا۔ اس پر حمزہ کو غصّہ آگیا۔ اور قسم کھا گئے کہ جب تک اس کا بدلہ نہ لے لوں گا کھانا نہ کھاؤں گا۔ اور سیدھے پاک نفس بھتیجے کے پاس دوڑے گئے اور کہا۔ تمہارا چچا دشمنوں سے تمہارا بدلہ لینے کو تیار ہے۔ "جواب ملا کہ" ایسے شخص سے واسطہ نہ رکھو جس کا کہا نہ کوئی چچا ہے۔ نہ ماں باپ ہیں۔ اور نہ کوئی انیس وہمدرد ہے۔ حمزہ نے کہا میں اپنے دیوتاؤں لات وعزّیٰ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تمہاری مدد اور اعانت کے لئے آیا ہوں۔" اس کا جواب پیغمبر صاحب نے یہ دیا کہ اس کفر وضلالت کی حالت میں اگر آپ کافروں کو قتل کرتے کرتے خون کی ندیاں بہادیں تو بھی بے فائدہ ہے۔ جب تک آپ خدا کی توحید اور میری رسالت کو نہ قبول کریں گے آپ کی ہمدردی سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔" ایسے نازک موقع پر بھی بھتیجے میں تبلیغ کی ایسی دھن دیکھ کے حمزہ کے دل میں کچھ ایسا جوش پیدا ہوا کہ بے اختیار کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے۔

حمزہ کے ایمان لانے سے پیغمبر صاحب کی قوت کسی قدر مضبوط ہوگئی مگر دشمنوں کا سامنا کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس لئے کہ مکّے میں سب سے زیادہ زبردست اور صاحب اثر دو شخص تھے۔ ابوجہل بن ہشام۔ اور عمر بن الخطاب اور یہ دونوں نہایت ہی سخت دشمن تھے چنانچہ پیغمبر نے خدا کی درگاہ میں دعا کی "خداوندا۔ ان دو شخصوں میں سے کسی ایک کو مسلمان بنا کے میرے اس دین اسلام کو قوت دے"۔ خدا کی قدرت کہ ادھر تو پیغمبر نے

پر دعا کی - اور اُدھر دشمن کافروں نے اُن کے خلاف ایک جلسہ کیا۔ جس میں ابوجہل نے کہا۔ کہ جو کوئی اِس نئے پیغمبر کا سر کاٹ لائے گا۔ اُسے میں ایک ہزار جوان سُرخ اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ سونا (یا چاندی) دوں گا۔ یہ بھاری انعام سُنتے ہی عمر بن الخطاب اٹھ کھڑے ہوئے۔ تلوار گلے میں حمایل کی اور اُن رسول کی تلاش میں چلے۔ راستے میں ایک بزرگ سے ملے۔ جو اُن کے شناسا تھے۔ مگر مسلمان ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے پوچھا۔ "عمر۔ غصّہ میں بھرے ہوئے کہاں جاتے ہو؟" کہا "اس مدعی رسالت کے قتل کرنے کو" اُن بزرگ نے طیش میں آ کے کہا۔ "رسول اللہ سے بعد مقابلہ کرنا۔ پہلے مجھ سے تم سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ اِس گفتگو کے ساتھ ہی دونو طرف تلواریں کھنچ گئیں۔ مگر حرب و ضرب کی نوبت نہ آئی تھی۔ کہ مسلمان بزرگ نے کہا "اور تمہیں مجھ سے لڑنا بھی بے حاصل ہے۔ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن اور اُن کے شوہر مسلمان ہو چکے ہیں۔ اُن کو جا کے قتل کر لو۔ پھر اور طرف کا رُخ کرنا۔ اِس جواب پر آگ بگولا ہو کے عمر بہنوئی کے گھر پہنچے۔ وہاں دونوں میاں بیوی دروازہ بند کئے ہوئے ایک تیسرے مسلمان شخص سے پیغمبر صاحب کا الہامی کلام پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ کچھ دیر تک دروازے پر کھڑے اُن کا کلام پڑھنا سنتے رہے۔ پھر دروازے پر ہاتھ مارا۔ بہنوئی نے وہ لکھا ہوا کلام چھپا کے اور اُستاد کو کونے میں بٹھا کے دروازہ کھولا۔ عمرؓ یہ کہتے ہوئے گھر میں گھسے کہ "تم لوگ ابھی کیا کر رہے تھے؟" اُنہوں نے ٹالا۔ اِنہوں نے کہا "میں سُن چکا ہوں۔ کہ تم دونوں مسلمان ہو گئے ہو" یہ کہتے ہی بہنوئی کو ڈاڑھی پکڑ کے اس طرح جھٹکا دیا۔ کہ وہ نیچے آ رہے۔ اور اُن کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ یہ دیکھ کے بہن میاں کے بچانے کو دوڑیں تو اُن کے منہ پر اِس زور سے تھپڑ مارا۔ کہ بیچاری خون میں نہا گئیں۔ اور جوش میں آ کے بولیں۔ ہاں ہم صاف کہتے ہیں۔ کہ ہم دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور کلمہ پڑھ کے کہا "لو سنو۔ اور جو ظلم ہو سکے۔ کرو" زخمی بہن کی زبان سے یہ کلمات سُن کے عمرؓ کو سناٹا ہو گیا۔ بہنوئی کے

سینے سے اُترے۔ اُور بہن سے کہا "اچھا تو جو تم پڑھ رہی تھیں مجھے بھی تو سناؤ"۔ انہوں نے وہ صحیفہ جس میں وہ وحی کی عبارت لکھی تھی سامنے رکھدیا۔ اور عمرؓ نے ہاتھ میں لے کے پڑھنا شروع کیا۔ چند ہی سطریں پڑھی تھیں۔ کہ شانِ توحید اثر کر گئی۔ اُور بے اختیار کَلِمَۂ اسلام زبان پر جاری ہوگیا۔ اُور سنتے ہی بہن کے اُستاد جو چھپے بیٹھے تھے "اللہ اکبر" کے نعرے لگاتے ہوئے باہر نکل آئے۔ اُور کہا "عمرؓ تمہیں مبارک ہو۔ کہ رسول اللہؐ نے درگاہِ الٰہی میں دعا مانگی تھی۔ کہ خدایا اسلام کو عمرؓ یا ابوجہل کی ذات سے قوت دے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اِس برکت کے لئے تمہیں کو منتخب کیا"

اِس کے بعد عمرؓ سیدھے پیغمبر صاحب کے پاس گئے۔ وہاں ابھی کفار کے خوف سے دروازہ بند تھا۔ دروازے پر ہاتھ مارا۔ اور حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ لوگوں نے دروازوں سے اُن کے گلے میں تلوار حمائل دیکھی۔ تو سب پریشان ہوگئے۔ اُور کسی کو دروازہ کھولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حمزہؓ موجود تھے جوش میں آکے بولے "بے تکلف دروازہ کھول دو۔ عمرؓ کسی بُری نیت سے آئے ہیں۔ تو انہیں کی تلوار سے اُن کا سر اڑا دوں گا۔" غرض دروازہ کھولا گیا۔ عمرؓ اندر داخل ہوئے۔ اُور پیغمبرؐ نے ایک عجیب محبت آمیز جوان مردی سے بڑھ کر انہیں دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اور پوچھا "کس ارادے سے آئے ہو؟" ادب سے عرض کیا "ایمان لانے کو" یہ الفاظ سنتے ہی جتنے مسلمان وہاں موجود تھے سب میں جان آگئی۔ اُور خوشی سے بے تاب ہو کے سب "اللہ اکبر" کے نعرے لگانے لگے۔

عمرؓ نے ایمان لاتے ہی عرض کیا "یا رسول اللہؐ کافر اپنے جھوٹے معبودوں کی پرستش علانیہ کریں۔ اور ہم گھروں میں چھپ کے؟ تشریف لے چلیئے کہ ہم اِسی وقت اپنی توحید کا اظہار کر دیں" پیغمبرؐ نے اُس کو قبول کیا۔ اور اِس شان سے کعبے میں پہونچے۔ کہ داہنے ہاتھ پر اُن کے ایک دوست ابوبکرؓ تھے بائیں ہاتھ پر اُن کے ابن عم علیؓ تھے۔ حمزہؓ اور عمرؓ ننگی تلواریں علم کئے ہوئے

آگے آگے تھے۔ اور پیچھے تمام مسلمانوں کا غول تھا۔

یہاں لوگ منتظر تھے کہ عمرؓ رسول خدا کا سر لاتے ہوں گے۔ انہیں اس وضع میں آتے دیکھا تو پوچھا "ہائیں عمرؓ! یہ کیا؟" عمرؓ نے جواب میں کلمۂ اسلام پڑھا۔ اور کہا "کسی نے بھی کوئی بے ادبی یا گستاخی کی۔ تو اسی تلوار سے اُس کا سر اُڑا دوں گا۔" مگر پھر بھی مشرکوں سے صبر نہ ہو سکا۔ عمرؓ پر نرغہ کر دیا۔ مگر وہ بھلا کب دبنے والے تھے؟ سب کو مار کے کعبے سے نکال دیا۔ اور مسلمانوں نے نہایت آزادی سے نماز پڑھی۔ اُسی وقت سے عمرؓ کا لقب فاروق ہو گیا۔ اِس لئے کہ اُن کی ذات سے حق غالب آکے کفر سے جدا اور ممتاز ہو گیا۔

اِن واقعات نے کفارِ مکّہ کو اور مشتعل کر دیا۔ اور سب نے مل کے کہا "ہم اِس نئے مدّعیِ نبوّت کو مجنوں و ساحر ہی کہتے رہ گئے۔ اور اِس کا زور بڑھ گیا۔ حبشہ کے جہاندار نے ہمیں ذلیل کر کے اس کی طرفداری کی۔ اور اُس کے پیرووں کو اپنے ملک میں پناہ دے دی۔ اِدھر آل ہاشم اس کی حمایت اٹھ کھڑے ہوئے۔ اُدھر عمر بن الخطاب کا ایسا زبردست شخص اس کا دوست اور رفیق بن گیا۔ اور سب نے آکے دھڑلّے سے کعبے میں نماز پڑھ لی۔ اِن باتوں کا نتیجہ یہ ہونے والا ہے۔ کہ یہ شخص اور اِس کے ساتھی اب آکے ہمارے منہ پر ہمیں اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں گے۔ اور ہمیں سننا پڑیں گی۔ لیکن چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔ یہ نہ ہو سکے گا۔ کوئی ہمیں بُرا کہہ لے۔ مگر ہم اپنے دیوتاؤں کی مذمت نہیں سن سکتے۔"

ایک شخص نے مشورہ دیا کہ "اگر بنی ہاشم اِس کا ساتھ دیتے ہیں۔ تو اِنہیں سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ اُن سے میل جول۔ لین دین۔ شادی بیاہ اور ہر قسم کے تعلقات کلیتہً موقوف کر دئے جائیں۔ چند ہی روز میں سیدھے ہو جائیں گے۔" دوسرے نے کہا "اِسی قدر نہیں۔ ہم سب اِس کا بھی عہد کر لیں گے۔ کہ جو شخص کسی ہاشمی کو مار ڈالے وہ قابل مواخذہ

نہ خیال کیا جائیگا۔ سب نے اس تجویز کو پسند کیا اور غور و فکر کے بعد طے پایا کہ "بنی ہاشم سے تین سال کے لئے کل تعلقات قطع کر دیئے جائیں۔" مزید اطمینان کے لئے مکے کے تمام معزز سرداروں نے اس مضمون کا ایک تحریری معاہدہ قلمبند کیا۔ سب نے اُس پر دستخط کئے۔ زیادہ مضبوط کرنیکے لئے اُسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ اور نہایت سختی سے اُس پر عمل درآمد ہونے لگا۔

اس چیز نے ہاشمیوں کو جو ان پیغمبر صاحب کے قرابت دار اور عزیز تھے۔ انتہا سے زیادہ پریشان کر دیا۔ ایک بستی کے کل باشندوں کا ایک گھر انے والوں کو چھوڑ دینا کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اُن کے وہ ہمدرد چچا جن کا نام اب مجھے معلوم ہوا کہ ابوطالب ہے پہاڑوں کی ایک گھاٹی میں رہتے ہیں جو عام بستی سے بالکل الگ ہے۔ سب بنی ہاشم جان بچانے کے لئے وہیں چلے گئے۔ اور جہاں تک بنا اپنی حفاظت کرنے لگے۔ لیکن بستی سے لین دین اور کل تعلقات کے ٹوٹ جانے کے بعد کھانے پینے کی چیزیں کہاں سے لاتے؟ اور کس سے مول لیتے؟ نہ کسی سے بات کر سکتے تھے اور نہ کہیں سے کچھ لا سکتے تھے۔ تین چار روز میں فاقے ہونے لگے اور سب نہایت ہی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ عورتیں روتی ہیں اور کوئی ترس نہیں کھاتا۔ بچے بلکتے ہیں۔ اور کوئی اُن کے آنسو نہیں پونچھ سکتا۔

لیکن اس مصیبت میں بھی اگرچہ اُن پیغمبر کے پاس کوئی کھڑا بھی نہیں ہوتا وہ اپنا کام کئے جاتے ہیں جب کوئی باہر کا قافلہ آجاتا ہے یا میلوں اور حج کے موقعوں پر باہر کے لوگوں کے پاس جا جاکے وہ توحید کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور بہتوں کے دل پر اپنا اثر ڈال ہی دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ دشمنوں کی بھی یہ وضع ہے کہ جہاں کہیں سن پاتے ہیں کہ باہر والوں کے کسی قبیلے اور گروہ کے پاس وہ گئے اور انہیں موعظت کی۔ فوراً خود دوڑے جاتے اور کہتے ہیں "کہ شخص سڑی ہے۔ اور اس کی زبان میں جادو ہے۔ خبردار اس کی کسی بات کا یقین نہ ماننا۔ یہ جو کچھ کہے۔ جان لو۔ کہ سراسر جھوٹ ہے۔" غرض بہکانے اور پیغمبر کا اثر مٹانے میں

کوئی بات نہیں اٹھا رکھتے۔

بہر حال آج کل سنتا ہوں کہ یہ ہدایت کرنیوالے پیغمبر ایسی آفت میں مبتلا ہیں اور اُن کے وطن والوں نے انہیں اس قدر عاجز و پریشان کر رکھا ہے۔ سنتا ہوں کہ اُنہیں توحید کا نعرہ بلند کئے اور حق کی تبلیغ شروع کئے سات سال ہوئے ہیں۔ اور اتنی مدت سے وہ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اگر میرا بس چلتا تو جا کے اُن کی مدد کرتا۔ وہ تو ایک توحید کے مبلغ ہیں کسی معمولی انسان پر بھی ایسے مظالم ہوتے تو ہمدردی کرنا میرا فرض تھا۔ لیکن افسوس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ واقعات سن کے حضرت کو بھی تکلیف ہوگی۔ لیکن جس طرح مَیں بے بس ہوں اُسی طرح حضرت بھی مجبور ہیں۔

میرے آقا کی بیٹی تھرڈیہ اپنے بھائی کے ساتھ مکہ گئی ہے۔ اور نہایت ہی بُری نیت اور دشمنی کے ارادے سے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب خود قریش باوجود ایسی عداوت کی اُن پیغمبر صاحب کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو یہ وہاں جا کے کیا بنا لینگے؟ لیکن یہودی مکار اور ذلیل قسم کے کینہ جو ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے اندیشہ ضرور ہے۔ لیکن اگر خدا کو دنیا کی ہدایت منظور ہے۔ اور اسی غرض کے لئے اُن پیغمبر صاحب کو اُٹھا کے کھڑا کیا ہے۔ تو وہ تمام آفتوں سے اُن کو بچائیگا اور اس کی مرضی پوری ہو کے رہے گی۔

مشتاق زیارت ماہ بہ

مزید تحقیق اور نئی تصدیق

اس خط نے بحیرا اور استیفانوس کے دل پر بڑا اثر کیا۔ اور استیفانوس نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا۔ "افسوس! جو لوگ خدا کا کام کرنے کو اُٹھتے ہیں اُنہیں کیسی کیسی تکلیفیں پہنچتی ہیں؟"

بحیرا:- یہی تکلیفیں سچی نبوت اور سچی ہدایت خلق اللہ کی پہچان ہیں۔ پیغمبروں کی ایسی ہی آزمائشیں اُن کو اپنے راستبازی کے ارادوں میں مستقل اور

مضبوط بناتی ہیں۔"

استفانوس:۔"لیکن ایسا نہ ہو کہ زمانے کی ان سختیوں سے ان سچے ہادی کی جان کو صدمہ پہنچ جائے۔"

بحیرا:۔(دیر تک غور کرنے کے بعد) "نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اپنے قدیم اور ازلی وعدوں کے مطابق جس کام کو شروع کیا ہے اسے ضرور پورا کریگا۔"

استفانوس:۔"تو پھر کوشش کرنی چاہئے کہ مکّے کے دشمنان حق کا زور ٹوٹے اور یہ ہادی اپنی تبلیغ میں کامیاب ہوں۔"

بحیرا:۔"ہمیں اس کی تدبیریں سوچنے کی ضرورت نہیں۔ یہ دشمنیوں اور دشواریوں کے پہاڑ خود ہی سامنے سے ہٹتے چلے جائینگے۔"

استفانوس:۔(تعجب سے) "تو ہمیں اس کی کچھ فکر نہ کرنی چاہئے؟"

بحیرا:۔"کچھ نہیں مجھے تھوڑی بہت جو فکر تھی تو اس بات کی تھی کہ ماہ بہ کو یہودیوں کے ظلم سے بچاؤں۔ مگر تجربے سے معلوم ہو گیا کہ اس میں بھی خدا کی کچھ مصلحت ہے ماہ بہ کا غلام رہنا اور یہودیوں کے مظالم کا نشانہ بننا اُس کے آزاد رہنے سے اچھا ہے۔ آزادی میں شائد اُسے جستجوئے حق کے ایسے موقع نہ ملتے جیسے کہ اب مل رہے ہیں۔ مجھ سے خود غلطی ہو گئی کہ ماہ بہ کو اُن پیغمبر کے پاس مکّہ میں بھیجنا چاہتا تھا۔ اور یہ یاد نہ رہا کہ بنی کلب کے مسکن سے قریب زکریا نام جو ولی ماہ بہ کو ملا تھا اُس نے یہ کہا تھا کہ "ارض حجاز میں جاؤ۔ اور اُس نئے پیغمبر کا انتظار کرو جو مکّہ کو چھوڑ کر یثرب میں جائیگا۔" اگر اُس کا یہ کہنا میرے خیال سے نہ اُتر گیا ہوتا تو میں ہرگز نہ چاہتا کہ ماہ بہ وادی القریٰ کو چھوڑ کے جو یثرب کے قریب ہے مکّہ جائے۔ اُسے یثرب ہی میں ملنے کا موقع ملیگا۔ اور یہ یقینی سمجھو کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ نے اپنے اپنے شہر والوں کو چھوڑ کے اور سواد وطن سے نکل کے تبلیغ میں کامیابی حاصل کی یونہیں یہ مکّہ کا پیغمبر اگر خدا کا بھیجا ہوا سچا پیغمبر ہے تو یقیناً وہ اپنا وطن مکّہ چھوڑ کے یثرب میں آئیگا۔ اور اُسی گھڑی سے اُس کی تبلیغ کامیاب ہونے لگے گی۔

استغفانوس ۔" تو اب ہمیں ماہ بہ کی تکلیفوں کی فکر بھی نہ کرنا چاہیئے؟"
بحیرا ۔" فکر تو ہمیں کیسے نہ ہوگی؟ یہ ہماری فطرت ہے مگر ہاں اس کے وہاں سے ہٹانے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے جس طرح بادشاہوں کو سلام کرنے کے لئے لوگوں کے واسطے حسب مرتبہ مقامات مقرر کر دیئے جاتے ہیں اسی طرح پیغمبروں کے الٰہی دربار میں باریاب ہونے کے لئے بھی تقدیر نے اوقات اور مقامات مقرر کر دیئے ہیں جن لوگوں کا بڑا درجہ ہے یا جن کا ظرف و ضبط اور جوش عقیدت اعلےٰ ترین مرتبے کا ہے اُن کو خاص مکے میں اُس پیغمبر کی رفاقت و اعانت کی عزت دی گئی جن کا مرتبہ اس سے کم ہے اُن کو بعد کے مقامات میں زیارت و قدمبوسی کی شرافت نصیب ہوگی ۔ یہ سمجھ لو کہ ماہ بہ کا اتنا مرتبہ اور ظرف نہیں ہے کہ مکہ میں جا کے اُن پیغمبر سے ملے وہ یثرب میں ملے گا ۔ اور اسی ضرورت سے تقدیر نے اُسے وادی القریٰ میں ٹھیرا دیا ہے ۔ اور اسی وجہ سے خدا نے اس میں تحمل پیدا کر دیا ہے ۔ کہ جو اذیتیں اُسے یہود کے ہاتھ سے پہنچ رہی ہیں اُن کو صبر و شکر سے بغیر کسی شکایت کے برداشت کر رہا ہے ۔"
استغفانوس ۔" تو پھر اب کیا کریں ؟"
بحیرا ۔" بیٹھ کے آفتاب نبوت کے طلوع کا انتظار دیکھیں ۔ ماہ بہ کے خطوں کا انتظار کریں ۔ اور اپنے شہر میں بنی عربوں کو پائیں اُن سے مل مل کے ان نئے رسول کے حالات دریافت کریں ۔"
استغفانوس ۔" تو اب میں یہی کروں گا ؟ اور جس طرح مکہ کے رہنے والوں اور واقف کار عربوں کی تلاش میں پہلے بصریٰ کی خاک چھانتا تھا پھر چھاننا شروع کروں گا ۔" یہ کہہ کے مرشد سے رخصت ہو کے اپنے حجرے میں واپس آیا ۔ اور دوسرے ہی دن سے حجری عربوں کی تلاش میں پھرنے لگا ۔
تقریباً سات مہینے تک سرگرداں رہنے کے بعد ایک دن استغفانوس کو بنی کندہ کا ایک نصرانی عرب تاجر ملا ۔ جو کارواں سرا کے پھاٹک کے اندر ایک کوٹھڑی کے سامنے اونٹ پر سے اسباب اتار رہا تھا ۔ استغفانوس نے اُسے سلام کیا ۔ تو وہ اپنے مذہب کے ایک راہب کو مخاطب دیکھ کے

ادب سے کھڑا ہو گیا۔ سلام کے جواب کے ساتھ ہی اُس کے سامنے جھکا کہ اس کے قدم چومے۔ اُسے مسیحی پا کے استفانوس کو یاس ہوئی کہ اس سے کیا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ خود ہی چھیڑ کے بات کی تھی اس لئے ضرورت معلوم ہوئی۔ کہ اس سے دو ایک باتیں کر لے۔ اور پوچھا۔ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اور کہاں سے آتے ہیں؟"

تاجر:۔ "حضرت میں بنی کندہ میں سے ہوں جس قوم کے بادشاہ نعمان بن منذر سارے عرب میں مشہور ہیں۔ اور میرا نام ربیعہ بن قداح الکندی ہے۔ مشک نافے اور فارسی چادریں لے کر بازار عکاظ میں گیا تھا وہاں مال بیچ کے میں نے عود قماری مول لے لیا ہے اور اُسے لے کے یہاں آیا ہوں کہ شام میں فروخت کروں دعا کیجئے۔ کہ ابن اللہ اور اُن کی کنواری ماں مجھے اس تجارت میں برکت دیں۔"

استفانوس:۔ "تم دین دار اور خوش عقیدہ معلوم ہوتے ہو۔ اس لئے اُمید ہے کہ خدا تمہارے ہر کام میں برکت دے گا۔ یہ بازار عکاظ جہاں سے تم آ رہے ہو کہاں ہے؟"

ربیعہ:۔ "ارض حجاز میں شہر مکّہ کے قریب ہر سال ایک بازار لگا کرتا ہے۔ اور اُس میں تمام بُت پرست قبائل عرب جو حج کو آیا کرتے ہیں شریک ہوتے ہیں اُن کی وجہ سے وہاں بہت بڑا مجمع ہو جاتا ہے اور مال اچھے داموں نکل جاتا ہے۔"

استفانوس:۔ "اس شہر کے حالات بھی تمہیں معلوم ہیں؟"

ربیعہ:۔ "بُت پرستوں کی بستی ہے۔ وہاں ایک بہت بڑا بت خانہ ہے جس کا عرب کے تمام بُت پرست ادب کرتے ہیں۔ بارہا بڑے زور و شور سے کوششیں کی گئیں کہ دین مسیحی کو وہ لوگ قبول کریں مگر ایسے کٹر اور بے عقل ہیں کہ بالکل سماعت نہیں کرتے۔ ابن اللہ مسیح کے دین کو عرب کے بہت سے قبائل نے اختیار کر لیا ہے۔ مگر مکّہ والے نہیں مانتے۔ اور اس کا ایک باعث بھی ہوا۔"

استفانوس:۔ "وہ کیا؟"

ربیعہ :۔ تو پھر آ کے بیٹھ جائیے۔ میں اپنا اسباب اتار کے رکھ لوں تو پھر حضرت سے وہ واقعہ بیان کروں ۔"

استفانوس :۔ ضرور۔ میں بیٹھوں گا اور بے اِن حالات کے سُنے نہ جاؤں گا شاید کوئی ایسی صورت پیدا ہو کہ ان لوگوں کو حق کی تعلیم دی جا سکے ۔"

اب ربیعہ نے اپنی کملی بچھا دی جس پر استفانوس خاموش بیٹھ گیا اور اُس کندی عرب نے جلدی جلدی اپنا سب اسباب اونٹوں پر سے آتار لیا اُسے کارواں سرا کی ایک کوٹھڑی میں دوڑ دوڑ کے رکھا۔ پھر واپس آ کے استفانوس کے پاس بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ اس ارضِ عرب کے انتہائی جنوب میں سمندر کے کنارے ایک ملک آباد ہے جو یمن کہلاتا ہے وہاں قدیم الایام میں بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں اور حضرت سلیمان کے پاس ملکۂ سبا وہیں سے آئی تھی۔ اُس ملک پر تھوڑا زمانہ ہوا ملکِ حبش کے مسیحی بادشاہ نجاشی نے اپنے ایک سپہ سالار ابرہہ کو بھیج کے قبضہ کر لیا۔ ابرہہ نے جب وہاں اپنا قدم مضبوط جما لیا۔ تو ایک عالیشان گرجا بنوایا۔ اور وہاں کے لوگوں کو مسیحی بنا بنا کے حکم دیا۔ کہ اس میں آ کے عبادت کیا کریں۔ یمن کے بہت سے لوگ عیسائی ہو گئے۔ اور ابرہہ کی کوشش سے اُس گرجے کی دور دور تک شہرت ہو گئی۔ اسی اثنا میں ابرہہ کو معلوم ہوا کہ عرب کے تمام قبائل حجاز کے شہر مکے میں آ کے یہاں کے بُت خانے کعبے کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ بات ابرہہ کو ناگوار ہوئی۔ اور اُس نے حکم دے دیا کہ اُس کی قلمرو میں جو قبیلے آباد ہیں وہ کعبہ کی زیارت کو نہ جائیں اور بجائے وہاں جا کے بت پوجنے کے گرجے میں آ کے خدا کی عبادت کیا کریں۔ اس حکم پر بت پرست عربوں میں برہمی پیدا ہوئی۔ اور اُن میں سے ایک نے یہ حرکت کی کہ ابرہہ کے گرجے میں جا کے اُس کی توہین و تحقیر کی اُسے گندہ و ناپاک کیا۔ اور بھاگ گیا۔ یہ حال جب ابرہہ کو معلوم ہوا۔ اور بتایا گیا کہ کعبے کے پوجنے والوں کے سوا یہ اور کسی کا کام نہیں ہے تو اُسے بڑا غصہ آیا۔ فوراً زبردست اور قوی ہیکل ہاتھیوں کا لشکر مرتب کر کے اور خود ایک بڑے بھاری ہاتھی پر سوار ہو کے چل کھڑا ہوا کہ مکے

پر چڑھائی کر کے کعبہ کو ڈھا دے۔ اور اس پرانے بُت خانے ہی کو نیست و نابود کر دے جس پر مشرکین عرب کو بڑا گھمنڈ ہے۔

جن دنوں وہ مکے کے قریب پہنچ کے اُس کے گرد اُترا ہے عبدالمطلب نام ایک معزز و معمر بزرگ اہل مکہ کے سردار تھے۔ ابرہہ نے شہر والوں کے ستانے کے لئے اُن کے مویشی پکڑ لئے جن میں عبدالمطلب کے مویشی بھی تھے اور سب لوگ تو گھبرا کے اِدھر اُدھر پہاڑوں میں بھاگ گئے مگر عبدالمطلب خود ابرہہ کے پاس گئے اُس نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ کہا میرے مویشیوں کے گلوں کو آپ کے لشکر والوں نے پکڑ لیا ہے وہ چھوڑ دیے جائیں۔ ابرہہ نے کہا۔ اپنے مویشیوں کی فکر ہے اور کعبے کی نہیں جس کے ڈھانے اور منہدم کرنے کو میں آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے جواب دیا۔ مویشی میرے ہیں اس لئے مجھے اُن کی فکر ہے۔ کعبہ تو خدا کا گھر ہے اُس کی فکر بھی خدا کو ہوگی۔ اس جواب پر خاموش ہو کے ابرہہ نے اُن کے مویشی چھوڑ دیئے اور دل میں خوش ہوا کہ مکہ والے کعبے کے منہدم کرنے میں مزاحم نہ ہوں گے۔ اور دوسرے دن اپنے ہاتھیوں کا لشکر لے کے چلا۔ کہ اُن سے ریل کے خانہ کعبہ کو ڈھا دے۔ تمام اہل مکہ اُس کی آمد سنتے ہی بھاگ گئے۔ خود عبدالمطلب نے کعبہ کی زنجیر چڑھا دی۔ اور خدا کو سونپ کے شہر سے چلے گئے۔

اب ابرہہ اپنے ہاتھیوں کے ساتھ کعبے کے قریب آیا۔ اور سب سے بڑے ہاتھی کو جس پر خود سوار تھا ریلا کہ ٹکر مار کر کعبے کو گرا دے۔ مگر ہاتھی اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹا۔ اور ہزار مارا اور للکارا مگر اُس نے کعبے کی طرف سے رُخ پھیر لیا۔ اور جوں جوں مارا جاتا اُلٹا پیچھے ہٹتا۔ ابرہہ اپنے ہاتھی کی اس حرکت پر برہم اور متعجب تھا کہ ناگہاں آسمان پر چڑیوں کا ایک غول نمودار ہوا۔ جو بدلی کی طرح آ کے ابرہہ اور اُس کے لشکر کے سر پر چھا گئیں۔ اور اُوپر سے کنکریاں برسانے لگیں جن کو اپنے پنجوں اور چونچوں میں دبائی تھیں۔ مگر یہ کنکریاں نہ تھیں قضا کے تیر تھے جنہوں نے ابرہہ کے سارے لشکر کو تہس نہس کر دیا جو کنکری جس پر گرتی اُسے اور اُس کے ہاتھی کو توڑتی ہوئی زمین پر جا پہنچتی۔ تمام

نیاں اسوار اور سپاہی جو ابرہہ کے ساتھ آئے تھے بدحواس ہو کے بھاگے۔ اور ابابیلوں نے ان کا تعاقب کیا۔ جدھر جاتے مارے جاتے۔ خود ابرہہ نہایت ہی بدحواس ہو کے بھاگا۔ اور ہجا سے آگے کر اپنے پڑاؤ میں ٹھہرے بغیر سیدھا یمن کی طرف بھاگا مگر ابابیلوں کے نشانے سے نہ بچا۔

اس واقعہ کے بعد سے سارے عرب میں کعبے کی دھاک بیٹھ گئی۔ لوگوں کو اس سے جو عقیدت تھی ایک کی جگہ وہ چند ہو گئی۔ اور اب کسی مسیحی کی مجال نہیں کہ کسی بت پرست سے تبدیل مذہب کو کہے۔"

استفانوس "یہ تو تم نے عجیب ہی واقعہ بیان کیا۔ خدا کی طرف سے ایک بتخانے کی تائید ہو بڑی حیرت کی بات ہے۔"

ربیعہ "مگر خدا نے کعبے کی یہ مدد اس لئے نہیں کی کہ وہ بت خانہ ہے بلکہ اس لئے مدد کی کہ اس کو انہیں عربوں کی خاندانی روایتوں کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا؟"

استفانوس "حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا! تو پھر یہ بت خانہ کیسے بن گیا؟"

ربیعہ "وہی عبدالمطلب جن کا میں نے ابھی ذکر کیا فی الحال ان کے ایک پوتے نمودار ہوئے ہیں، جو باوجود توحید کی تبلیغ اور بت پرستی کے عدوے جانی ہونے کے کعبے کی بے انتہا عزت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس مکان کو خاص خدائے واحد ذوالجلال والاکرام کی عبادت کے لئے بنایا تھا۔ جس میں انہوں نے اور ان کے بیٹے اسماعیل نے عبادت کی اور لوگوں کو ہدایت کی۔ کہ اس میں خدا کی عبادت کیا کریں۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد ان کی نسل کے لوگ باہر والوں کے میل جول سے بت پرست بن گئے۔ اور کعبہ خدائے احد کی عبادت گاہ سے ایک بہت بڑا بت خانہ بن گیا۔ جس میں سینکڑوں بت لاکے رکھ دیئے گئے۔"

استفانوس "سبحان اللہ! یہ اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات ہے کہ انہیں بت پرستوں میں ایک بڑا پکا موحد پیدا ہو گیا۔ مگر اس کے تو سب لوگ دشمن ہو گئے ہوں گے؟"

ربیعہ۔ دشمن! حضرت خون کے پیاسے۔ اور اس نئے مصلح و موعود کے ظہور سے ان میں عجیب ہنگامہ پیدا ہو گیا ہے کوئی خاندان نہیں جس میں جھگڑے نہ ہو رہے ہوں اس لئے کہ شاذونادر ہی کوئی گھرانہ ہے جس کا کوئی شخص اس نئے ہادی کا پیرو نہ ہو گیا ہو۔

استیفانوس۔ لیکن ایسے امور میں جھگڑے فساد کی تو کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس نئے ہادی کی باتوں پر غور کریں اور سوچیں کہ وہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔ سچ کہتا ہو تو بلا تامل مان لیں اور غلط کہتا ہو تو نہ مانیں۔ تعصب اور لڑنے جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے؟

ربیعہ۔ کہتا تو وہ سچ ہی ہے اور اس کی کوئی بات نہیں جس کو لوگ دل سے نہ مانتے ہوں مگر چونکہ وہ باتیں ان کے قدیم عقائد اور رسم و رواج کے خلاف ہیں اس لئے اکثر لوگوں کو گوارا نہیں ہے کہ اپنے باپ دادا کا کیش و آئین چھوڑ کے ایک نئے شخص کے پیرو ہو جائیں۔

استیفانوس۔ تم نے کبھی اس نئے موحد کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے؟

ربیعہ۔ کئی بار دیکھا۔ ایک نہایت ہی خوبصورت اور خوش اطوار شخص ہے اسکی صورت اُس کی باتوں اُس کے اطوار و خصائل میں کچھ ایسی بلا کی دلکشی ہے کہ جی چاہتا ہے بس اُسی کے ساتھ ہو جایئے شب و روز ہمراہ رہ کے اُس کی صورت زیبا دیکھیئے اُسکی باتیں سنیئے! اور اسکے افعال ملاحظہ کیجئے مجھ پر تو اس کی ہر چیز کا اثر پڑا اور یقین ہے کہ جو دیکھتا ہو گا اُس پر بھی ایسا ہی اثر ہوتا ہو گا۔

استیفانوس۔ اور باوجود ان باتوں کے اُس کے ہم قوم دشمن ہیں! تم نے اُس کی کچھ تعلیمیں اس کی زبان سے بھی سُنیں؟

ربیعہ۔ جی ہاں سنیں اور اُن کا ہر ہر لفظ میرے دل پر اس وقت تک نقش ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بس ایک خدا کو مانو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اُسی سے مدد مانگو۔ اور اسکے سوا کسی سے سروکار نہ رکھو۔ تمام پیغمبر، تمام رسول، تمام بزرگ، ولی، شہید اُس کا راستہ بتانے اُس کے پہچاننے اور تمہیں اُسکی درگاہ میں لیجا کے کھڑا کر دینے کے لئے ہیں اس لئے نہیں کہ اُن سے مدد مانگو۔ اُن کے آگے سجدے کرو۔ یا اُن کی ایسی تعظیم کرو۔

جو پوجنے کی صورت پیدا کرے۔ شرک سے بڑا گناہ کوئی نہیں۔ خدا سارے گناہ معاف کر دیگا مگر شرک کو نہ معاف کریگا۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے خدا نے فقط اس لئے بھیجا ہے کہ تمام معبودان باطل کو مٹا دوں۔ اور مخلوق کو خالق سے اس طرح ملا دوں کہ درمیان میں کوئی واسطہ باقی نہ رہے۔ اس کے سوا وہ تمام گناہوں سے روکتا اور اچھی خصلتوں کے اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اکثر عربوں میں رواج ہے کہ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ گاڑ دیتے ہیں۔ اس کی وہ سخت مذمت کرتا ہے۔ بتوں کے نام پر اونٹوں کو سانڈ بنا کے چھوڑتے ہیں۔ اس کے وہ نہایت ہی خلاف ہے۔

استفانوس۔ کچھ یہ بھی سُنا۔ کہ ہمارے ابن اللہ اور ہمارے دین کے بارے میں وہ کیا کہتا ہے؟

ربیعہ۔ ہمیں اور یہود کو وہ اہل کتاب کے لفظ سے خطاب کرتا۔ اور ہم دونوں کو بت پرستوں سے بہتر جانتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا دین ایک ہی دین تھا اور وہ وہی دین تھا جسے آدمؑ و حواؑ لے کے دنیا میں آئے تھے جس کی نوحؑ و ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ و اسمٰعیلؑ اور یعقوبؑ و یوسفؑ علیہم السلام نے تعلیم دی۔ اور جس کی طرف اب میں لوگوں کو بلاتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ لوگوں نے اصلی مذہب کو بدل ڈالا۔ اور اختلاف پیدا کر لیا۔ ہمارے مسیح کی نسبت کہتا ہے کہ وہ خدا کے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اور آدمیوں کی ہدایت کے لئے خدا کے بھیجے ہوئے آئے تھے۔ حضرت مریمؑ کنواری اور پاکدامن بی بی تھیں۔ جن کا مرتبہ خدا کے یہاں بہت بڑا ہے۔ ان کے پیٹ سے بغیر اسکے کہ انہیں کسی مرد کا ہاتھ لگے حضرت مسیح خدا کی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا ہو گئے۔ اور سچائی پر آخر تک قائم رہے۔

استفانوس۔ تو وہ مسیح کو خدا کا بیٹا نہیں بتاتا؟

ربیعہ۔ جی نہیں بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ کسی کو خدا کا بیٹا یا عزیز بنانا کفر ہے خدا کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے ماں۔ باپ۔ بھائی۔ بہن۔ بیٹا۔ بیٹی یا کوئی اور عزیز ہو حضرت وہ تو سرے سے تثلیث ہی کا منکر ہے۔ اور اسے شرک بتاتا ہے۔

استفانوس۔ اس بات کو مسیحی نہ مانینگے۔ مگر خیر وہ مسیح کو بُرا تو نہیں کہتا؟

ربیعہ۔ برا کہنا کیسا؟ وہ تو اُن کی بے انتہا تعریف کرتا اور انہیں معزز ترین انبیاؑ سے صاحب کتاب بتاتا ہے۔

استفانوس۔ مگر یہ چیز یہود کو ناگوار گزرتی ہوگی؟

ربیعہ۔ حد سے زیادہ ناگوار۔ اُن کی خواہش ہے کہ یہ شخص اور جو چاہے کہے مگر حضرت عیسٰیؑ اور اُن کی محترم ماں مریم عذرا کو اچھا نہ بتلائے۔ بہ خلاف اس کے یہ نیا ہادی یہ کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے جھگڑے سب جہالت و ضلالت کی وجہ سے ہیں۔ اور ان کی نزاعوں کا یہی سچا اور قطعی فیصلہ خدائے تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے اس کا انجام یہ ہوا کہ مسیحیوں نے تو کچھ زیادہ خیال نہ کیا اور یہود اس نئے عربی نژاد پیغمبر کے دشمن ہو گئے۔ وہ اُس کی جان کے دشمن اور اس کے خون کے پیاسے ہیں۔"

استفانوس۔ افسوس یہود میں نہایت ہی ذلیل قسم کا تعصب پیدا ہو گیا ہے۔

ربیعہ۔ جی ہاں! مجھ کو تو جناب یہ دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا کہ مکے اور عرب کے بُت پرستوں کے ساتھ یہود بھی اس ہادی کی جان لینے کے درپے ہیں۔ اور فقط اس بنا پر کہ وہ حضرت مسیح کو کسی طرح برا نہیں کہتا۔ ضرورت تھی کہ اس موقع پر مسیحی اس شخص کی مدد کرتے۔ مگر انہیں اس کی مطلق فکر نہیں۔

استفانوس۔ شائد تمہارا جی چاہتا ہے کہ اُسکے پیرو بن کے یہود سے لڑو۔

ربیعہ۔ جی تو یہی چاہتا ہے مگر اکیلا مَیں کیا کر سکتا ہوں؟

استفانوس۔ ایسے امور میں ایک شخص کی قوت بھی بڑا کام دیتی ہے لیکن خرابی یہ ہے کہ وہ ہماری بہت سی باتوں کو نہیں مانتا۔

ربیعہ۔ آپ ناراض نہ ہوں تو مَیں اپنے دل کی بات عرض کر دوں۔ میری رائے میں تو جن جن باتوں میں وہ مسیحیوں کے خلاف ہے۔ اُن میں وہی حق پر ہے۔ اور سب سے زیادہ دل پر اثر ڈالنے والی اُس کی خالص سچی اور بے ریا توحید ہے۔"

ان باتوں نے استفانوس کے دل پر بھی بڑا اثر ڈالا۔ مگر اپنے دل کی حالت

کو ربیعہ سے چھپایا اور اُٹھ کے کہا "اب مَیں جاتا ہوں۔ اگر آپ کا یہاں قیام رہا۔ تو پھر ملوں گا۔ یقین ہے کہ آپ ابھی ٹھہریں گے۔"

ربیعہ۔ جی ہاں مَیں کم از کم ایک مہینہ تو ضرور ٹھہرونگا۔ اپنا مکان بتایئے تو مَیں خود حاضر ہوں۔

استفانوس۔ آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ضرورت ہوئی تو مَیں خود آکے آپ کو لے جاؤں گا۔ یہ کہہ کے استفانوس اُس سے رخصت ہو کے چلا آیا

دلوں میں توحید کی شعاعیں

استفانوس عربی ہم مذہب سے رخصت ہو کے سیدھا خانقاہ میں آیا۔ آتے ہی براہِ راست اپنے مرشد بحیرا کے پاس گیا۔ اور ساری کیفیت بیان کر دی حضرت مسیح اور دینِ مسیحی کے بارے میں نئے ہادی عرب کا فیصلہ سُن کے بحیرا چونک سا پڑا۔ اُس کی بڑھاپے کی رگوں میں ایک نیا جوش پیدا ہُوا۔ اور ایک بے اختیاری کے لہجے میں بولا۔ یہی باتیں بارہا میرے خیال میں آئیں مگر مَیں زبان سے نہ نکال سکا۔

استفانوس۔ مادبہ کا پہلا خط یاد کرو۔ بھول گئے ہو تو اُسے نکال کے دیکھ لو۔ وہ کامل ولی جو مادبہ کو بنی کذب کے چشمے کے پاس ملا تھا۔ اور اس نئے ہادی کی نبوت کی تصدیق کی تھی۔ اُس نے اصلی مسیحیت کیا بتائی تھی؟ وہی جو اس مسیحی عرب کے ذریعے سے تم کو اس نئے حامی توحید حق پرست کا دین معلوم ہوئی۔

استفانوس۔ بے شک مادبہ نے اُس ولی کے بھی عقائد لکھے تھے۔

بحیرا۔ اب تو مَیں نے تھک کے طالبِ علمانہ جستجو کو چھوڑ دیا اور ریاضت و عبادت میں مصروف ہو کے اپنے خیالات دبا دیئے۔ مگر جن دلوں میں عقاید کی تحقیق میں ہمہ تن مصروف تھا۔ اگلی کتابوں اور مذہبی تاریخ پڑھ کے مجھے یقین ہو گیا تھا۔ کہ حضرت مسیح نے سوا توحید کے کبھی تثلیث کا دعویٰ

نہیں کیا۔ ایک معلم کی شان سے وہ لوگوں کو حق کی تعلیم دیتے پھرتے تھے۔ بیت المقدس میں یہود میں سے جتنے لوگ اُن کے پیرو ہوئے اُن کا بھی یہی عقیدہ تھا مگر جب یونان و روم کے لوگ مسیح کی تعلیموں کے حامی ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے عقائد اور اپنے رسوم کو بھی ہمارے دین میں شامل کر دیا اور مسیحیت کو دنیا کے سامنے ایسی وضع میں پیش کیا جو حضرت مسیح کی تعلیموں سے بہت الگ تھی تھوڑے ہی دنوں میں اُن کی کثرت اور قوت ارض یہودا کے سچے مسیحیوں پر غالب آگئی اور اُس کا زور یہاں تک ہوا کہ وہ سچی مسیحیت اُن کے ہجوم میں پامال ہو کے فنا ہو گئی۔ اُس کو فنا کرنے کے بعد رومی مسیحیت جو دولت روم کا مذہب بننے کے قریب پہنچ گئی تھی اپنی مشرکانہ خصوصیتوں کو نمایاں کرنے لگی یہاں تک کہ نیقیہ کی کونسل میں مشرقی اسقف اریانوس نے اگرچہ توحید کو بڑے زور و شور کے ساتھ پیش کیا مگر مغربی و رومی مسیحیوں کے شور و ہنگامے میں کون سن سکتا تھا؟ انجام یہ ہوا کہ اُس کونسل نے تثلیث کو مسیحیت کا سب سے پہلا لازمی عقیدہ قرار دے دیا اور سچا حق شناس آریوس ملحد و بے دین بنا کے واجب القتل مان لیا گیا۔ چند روز بعد اگرچہ اریانوس کو آزادی مل گئی مگر حکومت تثلیث ہی کی طرفدار رہی جس نے آخر کار اریانوس کا اثر مٹا دیا۔ اور سارے عیسائیوں کے دل پر تثلیث چھا گئی۔

استفانوس۔ بجا ارشاد ہوا مختلف انجیلوں اور دین مسیحی کی تاریخ پر غور کرنے سے یہی باتیں صحیح معلوم ہوتی ہیں تو پھر کیا حضرت کے نزدیک مناسب ہے کہ اب ہم تثلیث کو چھوڑ کے توحید کے قائل ہو جائیں؟ اور یہ نیا ہادی عرب جو کچھ بتائے اُسے صحیح مان لیں؟

بحیرا۔ میں ابھی تم کو مشورہ نہ دوں گا اس نئے ہادی کا یہ دین جو بظاہر سچا معلوم ہوتا ہے اگر حقیقت میں برحق ہے تو ہمیں اُس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی ہم تک آ پہنچیگا۔ اور ہم اُس پر ایمان لائینگے۔

استفانوس۔ مگر فی الحال میں کیا کروں؟ یہ بے اطمینانی اور شکوک کا زمانہ کیسے بسر ہوگا؟

بحیرا۔ خاموش بیٹھو۔ اور اپنے جویائے حق دوست ماہ بہ کے خطوں کا انتظار کرو۔

اس جواب پر خاموش ہو کے استفانوس اپنے حجرے میں واپس آیا۔ مگر نہایت پریشان اور بیتاب و بیقرار تھا۔ اپنے قدیم مسلمہ اصول کی طرف سے بیفکری ہو گئی تھی۔ نہ کسی عبادت میں مزہ آتا تھا نہ کسی ریاضت میں۔ اگرچہ رسم کے طریقے سے وہ تمام معمولی کام کئے جاتا تھا اور دونوں وقت پابندی سے گرجے میں امامت بھی کرتا لیکن ان سب چیزوں میں وہ مزہ نہیں باقی رہا تھا جو اس سے پہلے ملا کرتا تھا۔

اسی پریشانی میں وہ روز بلاناغہ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے ہی خانقاہ سے چلا جاتا۔ بُصریٰ کی سراؤں اور بازاروں میں مارا مارا پھرتا۔ جہاں کبھی کوئی عربی مل جاتا۔ اُس سے مکہ اور نئے ہادی عرب کے حالات پوچھتا جو مختلف حالات بیان کرتے کوئی اُن پیغمبر صاحب کا مداح ہوتا۔ اور کوئی مخالف و بدگو۔ مگر اُسے اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ خاص مکے کے تاجروں میں سے جتنے لوگ ملے اُن میں سے دو چار کے سوا سب مخالف اور شاکی مانے گئے۔ اور جو دو ایک طرفدار ملے بھی تو خائف۔ اپنے رفیقوں اور ہم وطنوں کے سامنے وہ خاموش رہتے۔ اور اتنی جرأت نہ ہوتی۔ کہ ہمراہیوں کے سامنے اپنے دل کا اصلی حال اور اپنی رائے سچ سچ بیان کر دیں۔

مگر ان باتوں کا استفانوس پر بہت کم اثر پڑتا۔ وہ جانتا تھا اور ماہ بہ کے خطوط میں پڑھ چکا تھا کہ مکے والے ان پیغمبر صاحب کی جان کے دشمن ہیں اور آپ کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھتے۔ جو چند ہم وطن ایمان لا چکے ہیں وہ مغلوب ہیں اور اُن میں اتنی قوت نہیں کہ اپنے سچے عقائد کو علی الاعلان بیان کریں۔

چھٹا خط

ماہ بہ کے خط کے انتظار میں اب بحیرا و استفانوس دونوں پہلے سے زیادہ

بیتاب تھے ہر گھڑی خانقاہ کے بیرونی راستے پر نظر لگی رہتی کہ کوئی عربی قاصد تو نہیں آرہا ہے، لیکن راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پتھرا گئیں خط کا پتہ نہ تھا آخر خدا خدا کرکے دو سال بعد ماہ بہ کا ایک خط ملا جسے ایک عورت نے لا کے استفانوس کے ہاتھ میں دیدیا۔ اُس نے بحیرا کے سامنے لا کے پڑھا تو یہ عبارت تھی۔

مرشد محترم! اپنے حالات اِن دِنوں کسی شخص کو بہت کم معلوم ہو سکے اس لئے کہ اب مکے والے اپنے پیغمبر سے ملتے ہی نہیں ہیں۔ یہ البتہ سنا جاتا ہے کہ وہ اب تک توحید کی تعلیم اور صنم پرستی کی بیخ کنی میں اسی دھن اور ضد کے ساتھ قائم ہیں۔ اندر ہی اندر اُن کی تعلیم اثر کرتی جاتی ہے اور اُن کے پیروؤں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ ساتھ ہی دشمن بھی اپنے کئے پر پچھتانے لگے ہیں اُنہیں نظر آگیا کہ اس قطع تعلق کر لینے کا بھی کچھ نتیجہ نہ ہُوا۔ سمجھے تھے کہ یہ نیک نفس ہادی قطع تعلق کر لینے سے چند ہی روز میں اس قدر پریشان ہوں گے کہ عاجز آکے ہدایت کرنے سے باز آجائینگے اور ان کے بتوں اور معبودوں کا ادب کرنے لگینگے مگر کچھ نہ ہُوا۔ اور مسلمانوں کی تعداد اسی طرح بڑھتی رہی۔

مگر ہیروڈیہ کا واقعہ نہایت ہی عبرتناک اور حیرت انگیز ہے وہ یہاں سے دشمن بنکے گئی تھی۔ وہاں پہنچ کے اُسے جب یہ معلوم ہُوا کہ یہ نئے پیغمبر حضرت مسیح کو بُرا نہیں کہتے بلکہ ایک بڑا جلیل القدر پیغمبر بتاتے ہیں۔ انہیں رُوح اللہ کے لقب سے یاد کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے محض خدا کی قدرت سے ایک پاکدامن کنواری کے بطن سے پیدا ہو گئے جو خدا کی تمام نیک بندیوں پر فضیلت رکھتی ہے تو بہت ہی برافروختہ ہوئی۔ اور اُن کی جان لینے کے موقع ڈھونڈھنے لگی۔ مگر موقع نہ ملتا تھا۔ میں نے اپنے آقا شمعون کی بیوی راحیل کو شوہر سے کہتے سنا کہ تین بار ہیروڈیہ خنجر باندھ کے گئی کہ اس ناموس الٰہی پر حربہ کرے اور ہر بار ایسے عجیب اتفاقات پیش آئے کہ اب اُسے حوصلہ نہیں ہوتا۔ پہلی بار تو یہ ہُوا کہ راستہ میں یکایک ٹھوکر کھا کے گری اور خنجر خود اُسی کی کمر میں بھُنک گیا جس سے سیروں لہو بہ گیا۔ اور اتنی طاقت نہ رہی کہ اپنے پاؤں سے گھر واپس آئے۔ لوگ اُٹھا لائے۔ اور مہینوں میں زخم اچھا ہُوا۔ دوسری بار اُس نے اُن پیغمبر صاحب

کو باہر والوں کے مجمع میں وعظ کرتے دیکھا اور غصّے کے ساتھ چلی کہ حربہ کرے۔ اس بار اُس نے ارادہ کرلیا تھا کہ چاہے مار ڈالی جاؤں مگر بے حربہ کئے نہ رہوں گی لیکن جیسے ہی اُدھر کا رُخ کیا۔ کیا دیکھتی ہے کہ ایک زبردست شیر ببر راستہ روکے کھڑا ہے اور جب اُدھر کا رُخ کرتی ہے مُنہ پھیلا کے جھپٹتا ہے اُس کی سمجھ میں نہ آتا کہ سامنے بیسیوں آدمی کھڑے ہیں اُن کے بیچ میں یہ شیر کہاں سے آگیا مگر آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور کوئی تدبیر آگے قدم بڑھانے کی نہ بن پڑتی مجبور ہوکے واپس چلی آئی۔ تیسری بار یہ ہوُا کہ ایک دن مکّہ کے باہر ایک پہاڑی کے دامن میں ایک یہودی کے ساتھ تھی کہ پیغمبر صاحب کو اپنی طرف آتے دیکھا خنجر پاس موجود ہی تھا دل میں کہا کہ آج بے حربہ کئے نہ رہوں گی اس سے بہتر موقع نہ ملیگا۔ فوراً تیار ہوگئی۔ پیغمبر صاحب پہنچے اور وہ خنجر کھینچ کے جھپٹی یکایک کسی ازغیبی شخص نے جس کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی اس زور سے دھکا دیا کہ خنجر الگ جا پڑا۔ خود وہ اپنی جگہ سے اُچھل کے کئی گز پیچھے آگری اور بیہوش ہوگئی۔ ساتھ والا یہودی اس واقعے سے اس قدر مرعوب ہوُا کہ اُسے چھوڑ کے بدحواس بھاگا۔ ہوش آیا تو کیا دیکھتی ہے کہ وہی پیغمبر صاحب سرہانے بیٹھے اُس کے ہوش میں لانے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ اسے ہوشیار دیکھتے ہی انہوں نے ہمدردی و رحم کی آواز میں پوچھا۔ کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟ اور اُس کا خنجر اُس کی طرف بڑھا کے کہا ”لو یہ اپنا خنجر لو اور چلو میں تم کو تمہارے گھر تک پہنچا دوں“ یہ مافوق العادت رحم دیکھ کے اُس کے ہوش جاتے رہے نیچی نظر کئے ہوئے اُٹھی۔ اور اپنا خنجر لے کے کہا ”میں خود چلی جاؤں گی آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن انہوں نے نہ مانا اور اُس کی قیام گاہ تک پہنچا دیا۔

پیغمبر صاحب کے اس احسان کا اُس کے دل پر بڑا اثر ہوُا۔ راستے میں آپ سے کہنے لگی۔ میں آپ کا دین قبول کرنے کو تیار ہوں مگر اس شرط سے کہ آپ عیسیٰ اور اُن کی ماں مریم کو اچھا نہ بتائیں“۔ اس کی زبان سے یہ الفاظ سن کے انہیں طیش سا آگیا۔ اور فرمایا وہ شخص جو حقیقت میں اچھا ہے اُسے

اُسے اچھا کیسے نہ کہوں؟ وہ خدا کے مقبول اور نیک بندے تھے خلقت کی ہدایت کے لئے دنیا میں آئے تھے پیغمبر برحق تھے۔ اپنے معجزے سے بیماروں کو تندرست اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور خدا نے اُن پر خوان نعمت نازل کیا تھا۔ اُن کی والدہ پاکدامن و عفت مآب کنواری تھیں خدا کی پیاری اور صدیقہ تھیں اُن کی جیب میں خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے نے روح پھونک کے انہیں حاملہ کیا اور مسیح پیدا ہوئے۔

یہ سُن کے ہروڈیہ کو پھر غصہ آیا۔ دل میں آئی کہ دوبارہ آپ پر حملہ کرے مگر کچھ تو گذشتہ واقعہ کا خوف طاری ہوا اور کچھ آپ کی ہمدردی و مرحمت یاد آئی۔ بہرحال گھر میں واپس آئی اور سمجھ گئی کہ یہ کام میرے کئے نہ ہوگا آخر اب مکے سے واپس آ کے شہر یثرب میں اپنے عزیزوں میں ٹھہر گئی ہے اُس کا بھائی بھی وہاں اُس کے ساتھ ہے اور دونوں کو اپنی ناکامی پر اس قدر ندامت ہے۔ کہ گھر نہیں آتے۔

ان واقعات کو سُن کے میرے آقا شمعون اور اُن کی بیوی سخت متحیر و پریشان ہیں۔ بیٹی اور بیٹے کو یثرب سے بُلا بُلا بھیجتے ہیں مگر نہیں آتے۔ جن یہودیوں سے یہ واقعات بیان کئے گئے وہ کہتے ہیں کہ عورت ہونے کی وجہ سے ہروڈیہ کا دل اتنے بڑے کام میں کمزوری دکھاتا ہے اُس نے مکے میں اس نئے مدعی نبوت کے ایسے ایسے حالات عوام سے سُنے ہیں کہ اس کے دل پر رعب پڑ گیا ہے اور جب حربے کا ارادہ کرتی ہے طرح طرح کے اوہام اُس پر غالب آجاتے ہیں جن کی وجہ سے اُس کو ایسے ایسے حیرت کے کرشمے نظر آئے۔

مگر حضرت مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزے ان پیغمبر صاحب کی رسالت کی دلیلیں ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ خدا کو اُن سے جو کام لینا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

سب سے پچھلی خبر ہروڈیہ کی مجھے یہ معلوم ہوئی ہے۔ کہ یثرب کے اطراف میں جو یہودی خاندان آباد ہیں اُن میں سے ایک نوجوان یہودی ایوب نام اُس پر عاشق ہو گیا۔ اور شادی کا پیام دیا۔ مگر ہروڈیہ نے اُس سے

یہ شرط پیش کی کہ اگر تم مکّے کے اس نئے نبی کو مار ڈالو گے تو میں تمہارے ساتھ شادی کروں گی۔ نوجوان نے یہ شرط قبول کر لی ہے۔ اور ہیروڈیہ کے بھائی نے اپنے باپ کو خبر دی ہے کہ جب تک ایوب اس شرط کو پورا نہ کرے شادی تو نہ ہوگی۔ مگر ہم دونوں بھائی بہن یثرب ہی میں ٹھہر کے انتظار کریں گے۔ کہ یہ پُرجوش یہودی ایوب کیا اور کس طرح اپنی شرط پوری کرتا ہے۔

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مرضی الہیٰ کی مخالفت میں اصرار کر کے یہ دونوں بھائی بہن زیادہ سخت نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ خاموش ولی زکریا سے میں سن چکا ہوں کہ یہ پیغمبر شہر یثرب میں تشریف لائیں گے۔ جہاں مجھے اُن کی زیارت نصیب ہوگی۔ اسی انتظار میں یہ ناگوار زندگی بسر کر رہا ہوں۔

اور متعصب یہود کے ہاتھ سے جو اذیتیں پہنچتی ہیں مجھے راحت ولذت معلوم ہوتی ہیں لیکن ہیروڈیہ کا خاص یثرب میں ٹھہرنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا مگر کوئی اندیشہ نہیں۔ وہ خود ہی نقصان اُٹھائیگی۔

میں یہ عریضہ بہت دیر میں بھیج سکا۔ اور اگر کوئی نئی بات نہ پیش آئی تو آپ کی بھی دیر میں خط لکھوں گا۔ اس لئے کہ اب مجھے اُن پیغمبر صاحب کے خیال اور شوق میں اس قدر انہماک پیدا ہو گیا ہے کہ خط لکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ زیادہ حد آداب

حق کا دلدادہ ماہ بہ

حق کے شوق میں بیتاب رہنا عبادت ہے

ان واقعات کو پڑھ کے بحیرا اور استفانوس ایسے سہم گئے۔ کہ دیر تک خاموش رہے۔ اور آخر بحیرا نے اپنے مرید کی طرف ناتوانی کی عبرت آلود نظر سے دیکھ کے کہا۔ کیسے لوگ ہیں کہ ایسے ایسے معجزے اور جلال ربانی کے ایسے پُرغضب اشارے ہوتے ہیں۔ اور پھر بھی نہیں سمجھتے؟ آہ! یہود نے نہ حضرت مسیح کی باتوں کو سُنا۔ اور نہ اس پیغمبر کی تعلیموں کا خیال کرتے ہیں۔ پہلے ناموس الہیٰ سے بھی دشمنی کی۔ اور اس آیت ربانی سے بھی اختلاف

کر رہے ہیں مگر ہدایت کی شمع اُن کی کمزور پھونکوں سے گل نہیں ہو سکتی

استفانوس - جی ہاں جس قوم پر خدا کا غضب نازل ہو اُس کی یہی حالت ہوتی ہے مگر یہ تو ارشاد ہو کہ ہم کیا اس لئے ہیں کہ یہاں سے بیٹھ کے ان باتوں کو سنیں اور یوں ہی خاموش پڑے رہیں؟ میرا تو اب یہ جی چاہتا ہے کہ اس نئے ہادی کی خدمت میں جا کے اُس کی غلامی کروں۔"

بحیرا (مسکرا کے) یہ تمہارا کام نہیں تم میں نہ اتنا صبر و ضبط ہے اور نہ اتنی ہمت و استقامت کہ ایسے نازک وقت اور ایسی سختی کی حالت میں کسی ناموس الٰہی کی مدد کرو۔ اس موقع پر ٹھہرنا جن فرشتہ سیرت لوگوں کا کام ہے اُن کو خدا نے اُس داعی حق کے پاس پہنچا دیا ہے۔ وہ اُس پر اپنی جانیں فدا کر رہے ہیں۔ اُس کے لئے اپنا مال لٹا رہے ہیں۔ اُس کی محبت میں اپنی زندگی اور اپنی دنیا کو بھولے ہیں۔ گویا وہ خود اور ان کے پاس جو کچھ ہے سب اُسی کے لئے ہے۔ تم سے یہ کام انجام پانا بہت دشوار ہے۔

استفانوس - یوں تو حضرت جو ارشاد فرمائیں بجا و درست ہے مگر میرا دل تو گواہی دے رہا ہے کہ اگر میں وہاں موجود ہوتا تو نہ اطاعت و فرمانبرداری میں کمی کروں گا اور نہ کسی خوف و دہشت سے مغلوب ہوں گا۔

بحیرا - فرض اور واقعے میں بڑا فرق ہے۔ ہم دل میں بیٹھے ہوئے منصوبے گانٹھتے ہیں کہ یہ دشواری پیش آئے گی تو یہ کریں گے۔ دشمن سے سابقہ پڑا تو یوں لڑیں گے۔ اور اس طرح اُسے زیر کریں گے مگر وہی لوگ جو ایسی خیالی عمارتیں قائم کیا کرتے ہیں اُس دشواری کے پیش آنے اور دشمن کا سامنا ہو جانے پر اکثر نہایت ہی بزدل اور بدحواس ثابت ہوتے ہیں۔ کسی پیغمبر کے آغازِ تعلیم کے وقت اُس کا ساتھ دینا بہت دشوار ہے۔ ہمارے مولا مسیح کو یاد کرو۔ پطرس کے ایسے زبردست حواری نے جب ساتھ چھوڑ دیا تو تم سے کیا امید ہو سکتی ہے۔

استفانوس - غالباً آپ کا فرمانا صحیح ہو مگر اس وقت تو مجھے یقین نہیں آتا کہ میں ایسا کمزور اور اس درجہ بے وفا ثابت ہوں گا۔

بحیرا - اس سے زیادہ سچائی اور جفاکشی تم میں نہیں ہو سکتی۔ اور نہ تم میں

ہزار غور کروں اُس جویائے حق سے زیادہ ثابت قدمی و صداقت کو پاتا ہوں لیکن اس نازک وقت میں مجھے اس سے بھی امید نہیں کہ ثابت قدم رہ سکے یہ دولت نعمت خدا نے ادھی لوگوں کے لئے نہ اس کی ہے جن کو خدا نے اپنی توحید کے مدعی کی مدد کے لئے بھیج دیا ہے اور اس ہادی کے گرد موجود ہیں۔ ماؤبہ کا یہ رتبہ نہیں کہ ابھی اُن کے پاس چلا جائے اور اُن کا ممد و معاون بنے۔

استفانوس۔ لیکن اگر حضرت ابھی جانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں تو مجھے کسی ایسے کام میں لگائیں کہ اس میں مشغول ہو کے میں اس شوق کو بھول جاؤں۔ اب میری یہ حالت ہے کہ نہ میری عبادت عبادت ہے اور نہ ریاضت ریاضت۔

بحیرا۔ شوق کی بیتابی و بیقراری تو ہے؟ اسی کو عبادت تصور کرو۔ حق کے شوق میں بیتاب رہنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ دو سال کی بیقراری کے بعد تم ایسی باتیں سنو گے جو تمہیں الیقین کے درجے تک پہنچا دیں گی۔ جاؤ جس طرح اُن پیغمبر صاحب کے حالات سننے کے شوق میں بیقراری کے ساتھ مارے مارے پھرتے ہو اُس سے زیادہ بیقراری دکھاؤ۔ اس سے زیادہ سرگرداں بنو۔

مرشد سے یہ جواب سن کے استفانوس چلا آیا۔ اور اب اس شوق کی بیتابی و سرگردانی ہی کو اُس نے اپنی عبادت و ریاضت سمجھ لیا۔ اگرچہ معمولی عبادت نہیں چھوٹی تھی مگر رسالت جدیدہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے کا ذوق شوق دل میں پرورش پا کے عشق اور بیتابانہ تشنگی کی شان پیدا کرتا جاتا تھا۔ اور اسی حالت میں اُسے تین سال ہو گئے۔

زبانی پیام

ایک دن وہ خانقاہ سے نکل کے اُس راستہ پر جو بصریٰ کو گیا ہے مڑا تھا کہ ایک شتربان شہر کی طرف سے آتا دکھائی دیا جس نے استفانوس کی صورت غور سے دیکھی پھر اونٹ کو روک کے پوچھا۔ اس خانقاہ کے نائب امام استفانوس راہب آپ ہی ہیں۔

استفانوس۔ ہاں میں ہی ہوں فرمائیے۔

شتر سوار۔ میں سمجھا تھا کہ آپ کی خانقاہ شہر کے اُس طرف ہے اس دھوکے میں اُدھر چلا۔ مگر بصرہ کے اندر جا کے ٹھیک پتہ لگا۔ اور مجھے واپس آنا پڑا۔''

استفانوس۔ تو آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟

شتر سوار۔ میں یمن کے شہر مآرب سے آرہا ہوں اور قبیلۂ حمیر میں سے ہوں۔ راستے میں مجھے ایک بوڑھا شخص ملا اور کہا کہ آپ کو اس کا ایک پیام پہنچا دوں۔ وہ خط لکھنا چاہتا تھا۔ مگر مجھے جلدی تھی۔ ٹھہرنے میں عذر کیا اور اُس نے کہا یہ دو چار باتیں جو میں بتاؤں میرے دوست استفانوس سے کہدینا۔

استفانوس۔ تو اُس نے کیا پیام دیا ہے؟

شتر سوار۔ وہ یہاں بیچ سڑک میں کہنے کی نہیں بلکہ اطمینان سے بیٹھ کے بیان کرنے کی ہیں اپنی خانقاہ میں چلئے۔ اور کسی خلوت کی جگہ میں ہم آپ بیٹھ کے فراغت سے باتیں کریں۔

استفانوس۔ تو آئیے تشریف لائیے۔ یہ کہہ کے اُسے خانقاہ کے اندر خاص اپنے حجرے میں لے جا کے بٹھایا۔ اور کہا۔ اب فرمائیے آپ کیا پیام لائے ہیں؟''

شتر سوار۔ مگر میری باتیں سن کے آپ خفا تو نہ ہوں گے۔ آپ کے شبہ میں میں نے ایک اور مسیحی شخص سے یہ باتیں کی تھیں وہ بہت ہی خفا ہوا۔ اور لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اگر میں تلوار ہاتھ میں نہ لے لوں تو وہ مجھے مار بیٹھے۔

استفانوس۔ نہیں۔ آپ بیان فرمائیں کہ وہ کون بوڑھا شخص تھا۔ کہاں ملا تھا اور آپ سے اُس نے کیا کہا؟

شتر سوار۔ میں سب بیان کئے دیتا ہوں آپ اطمینان سے بیٹھ کے سنیں میں یثرب سے آگے بڑھ کے علاقۂ وادی القریٰ میں گزر رہا تھا کہ مجھے ایک بہت ہی بوڑھا کہن سال شخص جو اونٹوں پر پکھالیں بھر کے پانی لئے جا تا تھا ملا۔ مجھے تنہا سفر کرتے دیکھ کے اُس نے اپنے اونٹ روکے اور دریافت کیا کہ میں کہاں جا تا ہوں میں نے کہا کہ اگرچہ میں اکیلا ہوں مگر سفر دور و دراز کا عازم ہوں۔ اتنا

کہہ کے رُکا اور استفانوس سے کہا معاف فرمایئے میں اس سلسلہ میں اپنے ذاتی واقعات بھی بیان کرنا چاہتا ہوں اس لئے سنیئے میں ایک شاعر اور یمانی قبیلہ حمیر کی ایک شاخ وطناز لطنی اُمِ جمیل کا عاشق شیدا ہوں اور میرا نام سنان بن معافر حمیری ہے ایک دن ایک دشت نور و راوی اشعار عکرمہ بن ہرثمہ قیسی کا میرے شہر مارب میں گذر ہوا۔ اُسکی زبان سے نامور شاعروں کا کلام سُن کے میں بہت ہی خوش ہوا خصوص بعض عاشقانہ اشعار نے تو ایسی وجد کی کیفیت طاری کی کہ اُمِ جمیل کا عشق ایک کی جگہ دس گنا ہو گیا۔ اُسی شب کو میں نے اُمِ جمیل سے ملکے اُن اشعار کا حال بیان کیا وہ مصر ہوئی کہ اُس راوی اشعار کو لاؤ مجھے بھی اُس کے شعر سنواؤ۔ اُس کی خوشی میں کیسے نہ پوری کرتا؟ دوسرے دن میں نے کشت زار عرم کی ایک شاداب وادی میں اُس شاعر کی دعوت کی، اُمِ جمیل کو وہاں بلایا جو اپنی چند ہمجولیوں کے ساتھ آئی۔ ایک دُنبہ جو میں نے منگوا رکھا تھا ذبح کیا گیا۔ اور کباب بھنے لگے میں تھوڑی سی جَو کی شراب بھی لیتا گیا تھا جسے پی پی کے لڑکیوں نے کباب کھانا شروع کئے اور وہ راوی اشعار شعر سنانے لگا اُس وقت کیف صہبا میں عاشقانہ اشعار نے بڑا لطف دیا ہم سب کا سرور زوروں پر تھا۔ کہ کمبخت راوی نے عمرو بن کلثوم کا قصیدہ معلقہ سنانا شروع کیا۔ جو شراب کی تعریف سے شروع ہوا ہے اور شاعر اپنی محبوبہ اُمِ عمرو سے جام بادۂ ناب مانگتا ہے اور جوش بیقراری کے الفاظ میں کہتا ہے وہ شراب پلاؤ جو میں بعلبک میں اور دمشق و قنسرین میں پی تھی۔ یہ اشعار سُن کے اُمِ جمیل پر بڑا اثر ہوا۔ پوچھنے لگی بعلبک کی شراب اچھی ہوتی ہے یا دمشق کی؟ راوی نے کہا دمشق شام کی شراب کا جواب نہیں۔ یہ اُسی کی صفت ہے کہ شیشے اور بلور کی طرح چمکتی ہے اور رنگ معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں زعفران گھلی ہوئی ہے۔ یہ سُن کے وہ بولی "بس اب میں شعر نہ سنوں گی" اور میری طرف دیکھ کے کہا اگر مجھے چاہتے ہو اور میرے عشق کا دعویٰ ہے تو میرے لئے دمشق سے جاکے شراب لے آؤ۔ تاکہ ہم دونوں ساتھ بیٹھ کے پئیں پلائیں اور تم اسی طرح مجھ سے اُس کا جام زعفرانی مانگو جس طرح عمرو بن کلثوم نے اپنی محبوبہ اُمِ عمرو سے مانگا۔ اُس کا یہ حکم سُن کے ہم سب سناٹے میں آگئے اور

ام جمیل نے ایسی ضد کے ساتھ اُسی وقت روانہ ہو جانے پر اصرار کیا کہ اب نہ اس راوی کو کوئی شعر سنانے دیتی نہ اپنی ہمجولیوں کو ہنسنے بولنے دیتی۔ اور نہ مجھے لب ہلانے دیتی۔ مجھے بھی عشق کا جوش ہوا۔ سب کو رخصت کر کے فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور بغیر اسکے کہ کسی قافلے یا رفیق سفر کو تلاش کروں اُونٹ پر بیٹھ کے گرم جولان ہو گیا۔ اور جاتا ہوں کہ دمشق سے شراب لے آؤں۔"

میرا یہ بیان سُن کے وہ پیر مرد ہنسا اور کہا۔ تعجب ہے کہ تمہیں راستے میں کوئی مزاحم نہ ہوا۔ میں نے کہا حجاز تک کے تمام معزز و ذی اثر قبائل میرے قبیلہ حمیر کے حلیف ہیں۔ اور حجاز میں پہنچ کے میں نے قریش سے وعدہ لے لیا کہ ارض شام تک جن قبیلوں سے ان سے مخالف ہو اُن سے میری سفارش کر دیں چنانچہ اُن کی سفارش کے ثبوت کے لئے میں نے اُن کے ایک سردار کا خود لے کے پہن لیا ہے جو سارے عرب میں مشہور ہے۔ اور اُن خودوں میں سے ہے جن کے لئے یوم ذی قار میں خسرو عجم نے عربوں پر حملہ کر کے شکست کھائی تھی۔ اس خود کو جو کوئی عرب میرے سر پر دیکھتا ہے دوست بن جاتا ہے۔

پیر مرد۔ تو غالباً اس خود کے حاصل کرنے کے لئے تم مکے میں ضرور ٹھہرے ہو گے؟ میں نے کہا میں شہر مکے میں ایک ہفتہ وہاں کے رئیس ابو سفیان کا مہمان رہا۔

پیر مرد نے پوچھا تو تم کو اُس نئے پیغمبر کا بھی حال معلوم ہو گا۔ جو بت پرستی کا دشمن اور عربوں کے تمام رسم و رواج کے خلاف ہے؟ میں نے کہا۔ بیشک میں نے اُس شخص کو دیکھا اور اُس کے حالات سُنے۔ یہ سُن کے پیر مرد نے کہا۔ تو تم وعدہ کرو کہ تم اُس شخص کے سچے سچے حالات بتا دو گے؟ میں نے کہا بیشک۔ جو کچھ دیکھا اور سنا ہے حق حق کہہ دونگا۔

اب اُس بوڑھے پانی لانیوالے کے اصرار سے میں اونٹ سے اُترا اور وہ بھی اُتر پڑا۔ ہم دونوں زمین پر بیٹھ گئے اور اس پیغمبر کا ذکر شروع کیا۔ میں نے کہا اُسکے ہموطن بہت ہی برا کہتے اور مجنون و شاعر بتلاتے ہیں اور اسقدر رخلاف ہو رہے ہیں کہ مکے کے چار آدمی جہاں بیٹھینگے اُسی کا ذکر ہو گا اور دشمنی و تمسخر کے لہجے میں وہ اُسکی ہر ہر چیز کا نام رکھتے ہیں اُسکی ہر ہر بات کو جھوٹ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک

یہ نہ مار ڈالا جائیگا نہ ہمارے دین کی بدنامی دور ہوگی۔ اور نہ ہمارے دل کو چین آئیگا جو کوئی اس شخص کو قتل کرے اُسے جو ملنگے وہ دینے کو تیار ہیں۔

یہاں تک سن کے استفانوس نے ایک بیقراری کے ساتھ سوال کیا۔ آخر اس دشمنی و عداوت کا وہ کوئی سبب بھی بتاتے ہیں؟

سنان (وہی شتر سوار) یہی کہ وہ شخص اُن کے دین کا دشمن ہے اُن کے بتوں کو برا کہتا ہے۔ اُن کی قدیم رسموں میں عیب نکالتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا نے ساری دنیا کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مجھے اپنا رسول بنا کے بھیجا ہے۔

استفانوس۔ خود تم نے اُس شخص کو اپنی آنکھ سے دیکھا تو کیسا پایا؟

سنان۔ مَیں جھوٹ نہ کہوں گا۔ مجھے اس میں کوئی عیب نہیں نظر آتا۔ وہ راستباز سچا رحمدل اور خلیق و متواضع ہے اور ہر شخص کی بات پوری توجہ سے سنتا ہے۔ کوئی ایسی بات جو عقل میں نہ آئے نہیں کہتا۔ اور اپنے ہر دعوے پر ایسی سچی دلیل لاتا ہے کہ کسی سے جواب نہیں بن پڑتا۔ اسی وجہ سے مکے والے اُسکو صابی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ صابی لوگ جو عرب میں جا بجا موجود ہیں اُن میں فلسفیوں اور حکیموں کی سی شان پائی جاتی ہے۔ اور بے دلیل کے بات نہیں کہتے اسی مشابہت سے ان لوگوں نے اس رسول کو صابی کہنا شروع کر دیا۔

استفانوس۔ مگر تم نے ان رسول کو کہاں اور کس حال میں دیکھا؟ مَیں نے تو سُنا تھا کہ مکے والوں نے اُس سے اور اُس کے خاندان والوں سے تعلقات قطع کر لئے اور سب نے باہم عہد کیا ہے کہ نہ اُن سے ملیں جُلینگے۔ نہ شادی بیاہ کرینگے۔ نہ لین دین رکھینگے۔ نہ اُن کے ہاتھ کچھ بیچیں گے۔ نہ اُن سے مول لینگے۔ یہاں تک کہ اُن سے بات چیت بھی نہ کرینگے۔

سنان۔ تو معلوم ہوتا ہے آپ اُس شخص کا کچھ حال کسی سے سن چکے ہیں۔ بے شک ایسا عہد لوگوں نے کیا تھا۔ اور چار پانچ سال تک ایسی ہی بے تعلقی و علیحدگی رہی۔ لیکن خود ہی اہل مکہ میں سے بعض لوگ اپنی اس بے رحمی پر پچھتائے اور اُدھر یہ ہوا کہ اس چھوڑ دینے کا جو معاہدہ لوگوں نے لکھ کے کعبے میں لٹکا دیا تھا۔ اُسے جا بجا سے دیمک چاٹ گئی۔ اور خدا ہی نے ایسے اسباب پیدا کئے

کہ وہ کالعدم ہوگیا۔ بہرحال اب مکے کے لوگوں اور اُس رسول کے خاندان والوں میں پھر صفائی ہوگئی۔ باہم میل جول ہوگیا۔ آمد و رفت ہوئی۔ اور لین دین جاری ہوگیا۔ چنانچہ میں نے خود اُس رسول کو کعبے کے سامنے اپنے چند رفیقوں کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا۔"

استفانوس۔ (بے صبری سے) "ہاں یہ ضرور بتایئے کہ نماز وہ کس طرح پڑھتے ہیں؟"

سنان:۔ نہایت ہی سنجیدگی، رجوع قلب سے دونوں ہاتھ باندھ کے کھڑے ہوتے اور اپنی ایک کتاب کے جسے وہ آسمانی کتاب بتاتے ہیں۔ چند فقرے خوش الحانی سے پڑھ کے آگے کی طرف جھکتے ہیں۔ اس کے بعد کھڑے ہو کے زمین پر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اسی طرح دو سجدے کرکے پھر کھڑے ہو جاتے ہیں اور یونہی دوبارہ قیام و رکوع و سجود کرکے ادب سے دو زانو بیٹھ جاتے ہیں اور دیر تک کچھ پڑھ کے اِدھر اُدھر دیکھ کے سلام کرتے ہیں۔"

استفانوس:۔ "عبادت تو یہ بہت سیدھی سادھی ہے۔"

سنان:۔ "عبادت ہی پر کیا موقوف ہے آپ کو ان کی کوئی چیز ظاہر میں بُری نہ نظر پڑے گی۔ لیکن ہاں آپ ان کے دشمن اہل مکہ سے پوچھیں گے تو وہ ہر چیز کو بُرا بتائیں گے۔"

استفانوس:۔ "مگر یہ غنیمت ہوا کہ وہ آپس کی بے تعلقی موقوف ہوگئی۔"

سنان:۔ "لیکن اس سے کچھ دشمنی تھوڑے ہی جاتی رہی ہے۔ پہلے سے زیادہ عداوت ہے۔ اور آج کل میں نے سنا کہ ان رسول صاحب کو دو بڑے بھاری صدمے بھی پہونچے۔ جن کی وجہ سے میل کا وہ پھر قائم ہو جانا بیکار ہوگیا۔"

استفانوس:۔ "وہ صدمے کیا ہیں؟"

سنان:۔ "پہلا صدمہ تو یہ ہے کہ ان کے ایک چچا جو اُن کے حال پر نہایت ہی مہربان تھے اور ان کی حمایت میں انہوں نے اپنی زندگی بسر کی تھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ ان کی محبت والی بی بی بھی سفر آخرت کر گئیں جن سے ان کو اپنی تمام دینی و دنیوی باتوں میں اعلےٰ درجے کی مدد ملتی رہتی تھی۔"

استفانوس "واقعی ان سانحوں سے ان کو بڑا صدمہ ہوا ہوگا۔ اور اپنے دین کی تبلیغ و ہدایت بھول گئے ہوں گے"

سنان "تبلیغ بھول گئے ہوں گے! یہ کہیے کہ غم تنہائی اور بیکسی نے ہدایت کا جوش اور بڑھا دیا۔ اس میں کمی ہوتی تو مکے والے بہت ہی خوش ہو جاتے۔ اور بجائے عداوت کے ان کے قدموں پر جا کے گرتے۔ لیکن ان پیغمبر کو ایسی دھن نہیں ہے کہ کسی ضرر یا صدمے سے موقوف یا کم ہو"

استفانوس "اگر ایسی ہی دھن ہے تو پھر مکے والوں کا کچھ زور نہ چلے گا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو کے رہیں گے۔ خیر اب بتائیے۔ کہ ان پیغمبر صاحب کے اور کچھ حالات بھی آپ کو معلوم ہوئے؟"

سنان "اور حالات کیا کہوں! بس یہ سمجھیے۔ کہ اپنے خیالات کے جوش اور اپنی سچائی کے زعم میں انہوں نے ساری خدائی سے دشمنی مول لے لی ہے اور پھر ملک عرب میں جہاں کسی کا کسی کو مار ڈالنا کوئی بات ہی نہیں۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ بجائے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے کسی نہ کسی دن وہ مار ڈالے جائیں گے۔ ہاں ان دنوں ان کی ایک نئی بات مشہور ہوئی ہے۔ جس پر ان کی قوم والے نہائیت ہی برافروختہ ہو رہے ہیں۔ اور اپنی اپنی صحبتوں میں مضحکہ اڑاتے ہیں"

استفانوس "وہ کون سی بات ہے؟"

سنان "انہوں نے ایک صبح کو اٹھ کے لوگوں سے بیان کیا کہ آج رات کو خدا کا فرشتہ جبرائیل مجھے بستر سے اٹھا کے اور ایک آسمانی گھوڑے پر سوار کرا کے مکے سے بیت المقدس میں لے آیا۔ یہاں تمام اگلے پیغمبروں کو میں نے نماز پڑھائی۔ اور پھر وہ فرشتہ مجھے عالم بالا پر لے گیا۔ آسمانوں اور ملاء اعلیٰ کی سیر کرا دی۔ جنت و دوزخ کا حال دکھایا۔ اور پھر زمین پر لا کے میرے بچھونے پر لٹا گیا۔ یہ قصہ میں جانتا ہوں انہوں نے اپنی فضیلت منوانے کے لئے دل سے جوڑ کے تصنیف کر لیا ہے"

استفانوس "لیکن میں نے تو سنا ہے۔ کہ وہ آج تک جھوٹ نہیں بولے"

سنان "مشہور تو مکے میں بھی یہی ہے۔ لیکن وہ لوگ کہتے ہیں کہ اب

اس شخص کو جھوٹ کا مزہ پڑ گیا ہے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تو جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ لیکن اب بولنا شروع کیا تو اُس کی حد کر دی۔ اور واقعی ایسے بے بنیاد اور خلاف عقل قصوں کو کون مانے گا؟"

استفانوس: "لیکن روحانیت کے عالم اور خدا کی درگاہ میں یہ دشوار نہیں ہے بہرحال چند ہی روز میں جھوٹ سچ کھل جائیگا۔ اب یہ بتایئے کہ اُن پیرمرد کا آپ کیا پیام لائے ہیں؟ درمیان میں یہ باتیں نکل آئیں اور ان میں اس قدر دلچسپی ہوئی کہ اصل معاملہ جس کے لئے آپ یہاں تشریف لائے ہیں نہ مجھی کو یاد رہا اور نہ آپ نے اس کا خیال کیا"۔

سنان: "جس طرح آپ نے مکّے کے ان نئے اور عجیب و غریب بزرگ کے حالات مجھ سے پوچھ پوچھ کے سُنے ان پانی لیجانے والے پیرمرد نے بھی نہایت ہی توجہ سے کُرید کُرید کے پوچھے۔ اور سنتے تھے۔ اور آخر میں کہا تھا کہ یہی حالات میں آپ سے بھی آکے بیان کر دوں۔ بس یہی ان کا پیام ہے جسکو میں نے پہنچا دیا۔ اور اب اجازت دیجئے۔ کہ اپنی محبوبہ اُمّ جمیل کی فرمائش پوری کرنیکے لئے دمشق روانہ ہو جاؤں"۔

استفانوس: "جلدی کیا ہے؟ دو چار روز ہمارے مہمان رہیئے۔ خانقاہ کے اس تر و تازہ باغ میں سیر کر کے سفر کی کلفت مٹایئے۔ جب جی گھبرائے چلے جایئے گا"۔

سنان: "میں جب تک اپنی معشوقہ کا سوال نہ پورا کر لوں کہیں نہیں ٹھہر سکتا۔ اگر ان پیرمرد نے مجبور نہ کر دیا ہوتا۔ تو میں اتنی دیر بھی یہاں نہ ٹھہرتا۔ بس اب اجازت دیجئے۔ رخصت"۔

یہ کہتے ہی سنان بغیر اس کے کہ استفانوس کے جواب کا انتظار کرے۔ اٹھ کھڑا ہوا۔ استفانوس نے اسے جاتے دیکھا۔ تو پھر روکا اور کہا۔ اچھا یہ تو بتا دیجئے کہ وہ پیرمرد کون تھے؟ اور ان کا نام کیا تھا؟"

سنان: "نام انہوں نے مجھے نہیں بتایا۔ دراصل انہوں نے مجھ پہ یہ مہربانی کی کہ میرے پاس پانی ختم ہو گیا تھا۔ پیاس کی شدت تھی۔ اور کہیں آس پاس پانی

ملنے کی امید نہ تھی۔ ایسی حالت میں وہ بزرگ ملے۔ میری چمڑے کی چھاگل پانی سے بھر دی۔ پھر جب میں نے مکے کے یہ حالات بیان کئے تو انہوں نے اپنی عنایت کے معاوضے میں خواہش کی کہ یہ سب واقعات میں آپ سے مل کے بیان کر دوں۔ اس سے زیادہ ان کی نسبت میں کچھ نہیں جانتا۔ اور اب امید ہے کہ آپ مجھے جانے کی اجازت دیں گے۔"

مجبوراً استفانوس نے اجازت دی۔ خانقاہ کے پھاٹک تک خود ساتھ جا کے رخصت کیا اور واپس آ کے یہ واقعات اپنے مرشد سے بیان کئے۔

چند شبہے اور ان کا جواب

اب اس پیام کو پہونچے ایک سال گزر گیا تھا اور بحیرا اور استفانوس کو مکے کے پیغمبر کے حالات کا بے حد انتظار تھا۔ انہیں ان نئے پیغمبر کیساتھ کچھ ایسی دلچسپی ہو گئی تھی کہ قطع نظر مذہبی جوش اور مسئلہ نجات و کمال روحانی کے حل ہونے کی فکر کے اس کا بے انتہا خیال رہتا۔ کہ وطنی دشمنوں اور متعصب یہودیوں نے اس ہادی کے ساتھ کیا کیا۔ اور خدانخواستہ اسے کوئی نقصان تو نہیں پہونچ گیا۔ قریش کی دشمنی کے علاوہ یہ بھی فکر تھی۔ کہ تبر دڈیہ کی عداوت کا کیا انجام ہوا اور جس یہودی نے اس سے نکاح کرنے کے شوق میں ان نیک نفس مصلح عالم کی جان لینے کا بیڑا اٹھایا ہے اس نے کیا کیا۔

استفانوس نے لوگوں میں پھر پھر کے اور عربی سوداگروں سے پوچھ پوچھ کے جو کچھ واقفیت بہم پہونچائی اسی قدر تھی کہ وہ ہادی عرب اسی وضع اسی حال۔ اسی شان اور اسی توحید پر قائم ہیں۔ اور اہل مکہ و قریش پھر مشتعل و برافروختہ اور پہلے سے زیادہ ایذارسانی پر آمادہ ہیں۔ ابھی تک ان کے محترم چچا اور ان کی پاک نفس بی بی کا تھوڑا بہت اثر تھا۔ جو دشمنوں کا سدراہ ہوتا۔ مگر اب وہ بالکل بے کس و بے دست و پا ہیں۔ اور دشمن

جان کے خواہاں ہیں۔

چنانچہ ایک دن وہ ہم وطنوں کی بے رحمیوں سے عاجز آکے اپنے ایک خادم عزیز زید کو ساتھ لے کے باہر کی بستیوں میں نکل گئے۔ کہ وہاں کے لوگوں کو خدا کا راستہ بتائیں اور توحید کی تعلیم دیں۔ راستے میں بہت سی آبادیوں میں صدائے حق بلند کرتے ہوئے پچاس میل کی مسافت تین دن میں بے آب و دانہ طے کرکے طائف نام ایک شہر میں پہونچے اور لوگوں کو خدا کا کلام سنایا۔ اہل مکہ کے تعلقات اور دشمنوں کی سازش نے یہاں والوں کو بھی مخالف بنا دیا تھا۔ صورت دیکھتے ہی بہت بگڑے۔ حق کی آواز سے کان بہرے کرلئے۔ اور چاروں طرف سے ان پر ڈھیلے اور پتھر برسانے لگے۔ نہایت ہی سختی کے ساتھ پتھروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور خدا کا پیغام سنانے کا صلہ سنگ ساری کی شکل میں مل رہا تھا۔ مگر ان کے پائے استقلال کو کسی طرح لغزش نہ ہوتی تھی۔ اتنے میں ایک پتھر پنڈلی میں آکے لگا۔ اور پاؤں لہو لہان ہو گیا۔ اس پر بھی وہ اپنا فرض تبلیغ ادا کر رہے تھے۔ گویا ہدایت خلق کی لذت کے آگے کسی درد دکھ کی تکلیف محسوس نہ ہوتی تھی۔ لیکن تھوڑی دیر میں پاؤں کے زخم سے سیروں خون بہ گیا۔ اور ناتوانی اس درجے تک بڑھی کہ قریب تھا گر پڑیں۔ تب وہ اپنے خادم کے سہارے ایک نخلستان میں جاکرکے بیٹھ گئے کہ ذرا دم لے لیں۔

اب تشنگی کا زور تھا اور لب خشک تھے۔ سامنے ایک کنواں نظر آیا۔ اٹھ کے گرتے پڑتے اس کے پاس گئے۔ کہ اس سے پانی کھینچ کے پیاس بجھائیں ناگہاں ایک یہودی سر پر آموجود ہوا اور کہا "یہ کنواں میرا ہے۔ تم پانی لینے والے کون؟" انھوں نے بجائے اس کے کہ اپنا نام بتائیں اسے اپنا شعار بتایا۔ اور کہا "لا الہ الا اللہ" یہ کلمہ سنتے ہی یہودی پہچان گیا۔ مارے غصے کے آگ بگولا ہو گیا اور بولا "تم کو میں اپنے کنویں سے پانی نہ لینے دوں گا" اگرچہ سخت مایوسی اور نہایت ہی تکلیف کا عالم تھا۔ مگر صبر کیا۔ اور پھر نخلستان میں واپس آکے کھجوروں کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اس وقت اگرچہ بڑی مصیبت میں مبتلا تھے۔ اور نہایت ہی نازک گھڑی تھی۔ مگر یہاں اکیلے بیٹھے تو خدائے تعالیٰ کی طرف جان و دل سے متوجہ ہو کے دعا کی کہ "خدایا میری قوم کو ہدایت کر۔ یہ جانتے نہیں ہیں کہ حق کیا ہے" مطلب

یہ تھا کہ یا الٰہ العالمین اگرچہ انہوں نے میرے ساتھ بڑی سنگدلی و بیرحمی کی اور مجھے سخت ترین ایذا پہنچاتی ہے۔ مگر اس کی سزا میں توان پر عذاب نہ کر۔ بلکہ انہیں چشم بینا عطا کرتا کہ مجھے پہچانیں اور میری بات سنیں۔

جس عرب تاجر نے یہ واقعات بیان کئے تھے۔ اس سے استفانوس نے پوچھا "تم کو یہ مفصل حالات کیونکر معلوم ہوئے؟" اس نے کہا "خود انکے دشمن ان سب باتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ فرق اتنا ہے۔ کہ میں نے آپ سے ایک غیر شخص بن کے عبرت کے لہجے میں بیان کئے۔ اور اہل مکہ ان کو خوش ہو ہو کے اور بڑھا بڑھا کے مسخرہ پن کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے مبالغوں ہی کی وجہ سے شک میں پڑ کے میں اس نوجوان زید سے جا کے ملا جو ان نئے پیغمبر کے ہمراہ طائف میں گیا تھا اور اس کی زبان سے یہ واقعات سُنے۔ اور جس طرح اس نے مجھ سے بیان کئے تھے۔ اسی طرح میں نے آپ سے بیان کر دیے"۔

استفانوس کا معمول تھا کہ ان عربی رسول کا جو نیا واقعہ سنتا اسی دن جا کے بحیرا سے بیان کر دیتا۔ چنانچہ یہ واقعات بھی بیان کئے۔ اور ان کو سن کے بحیرا میں ایسا عظیم الشان جوش پیدا ہوا۔ جیسا کہ کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔ اور اس طرح گویا اسکی زبان سے کوئی اور قوت کہلا رہی ہے زور وشور سے چلایا "یہ ہے سچا ناموس الٰہی! یہ ہے پیغمبر برحق! نہ درد دُکھ کا خیال ہے۔ نہ بھوک پیاس کی فکر ہے نہ جان کا خوف ہے۔ نہ دشمنوں کا ڈر ہے تکلیف میں مصیبت میں۔ ایذا پہونچنے میں۔ یاس و نا امیدی میں بس یہی آواز نکلتی ہے کہ خدا ایک ہی اور اس سچائی اور حق نمائی کی مزاحمت میں جو لوگ آزار پہونچاتے۔ مارتے پیٹتے اور جان لینے کے درپے ہیں ان کے حق میں بجائے بد دعا یا انتقام کی آرزو کے یہ دعا کی جاتی ہے کہ خداوندا ان کی ہدایت کر۔ اور میرے ساتھ اگر یہ لوگ ایسا سخت اور ظالمانہ سلوک کرتے ہیں تو یہ ان کی ناواقفیت و نادانی ہے"۔

استفانوس "مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی جب ان رسول پر بڑے بڑے بہادر اہل مکہ ایمان لا چکے ہیں تو پھر بغیر ان کو ساتھ لئے وہ اکیلے دشمنوں میں کیوں چلے جاتے ہیں؟ مناسب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی مخالف گروہ میں پند و نصیحت

سکے لئے جائیں تو اپنے جان نثار دوستوں اور عقیدت کیشوں کو ہمراہ لیتے جائیں۔"
بحیرا:۔ آہ! تم کو نہیں معلوم کہ اظہار حق کی اذیت میں کتنی بڑی روحانی لذت ہے۔ تمہارے نزدیک بے شک یہ مناسب ہے مگر ایک سچے پیغمبر کے نزدیک ہرگز مناسب نہیں۔ اگر ان لوگوں کو یہ رسول اپنے ہمراہ لے جاتے تو ہر جگہ تبلیغ کا انجام قتل و خونریزی ہو۔ طائف میں اگر حمزہؓ اور عمرؓ کے ایسے جنگجو رفیق ہمراہ ہوتے۔ تو پیغمبر جن لوگوں کو پیام حق پہونچاتا ان میں سے دو چار سرکشی کی وجہ سے ضرور مارے جاتے یا زخمی ہوتے اور یہ اس شخص کو کیونکر گوارا ہو سکتا جو صرف یہ چاہتا ہے کہ ان کی ہدایت ہو۔ اور یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ انہیں کسی قسم کی ایذا پہونچے! جہاں تک مجھے اس ناموس الہی کے حالات معلوم ہوئے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب اس میں اتنی قوت ہے کہ اگر اپنے تمام رفیقوں اور موحدوں کو وعظ و نصیحت کے وقت ساتھ لے لیا کرے تو کسی کی مجال نہ ہو کہ اس کے ساتھ برا سلوک کرے۔ مگر وہ اس دنیوی قوت و وجاہت سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور لوگوں کی ہدایت۔ تبلیغ حق۔ اور پند و نصیحت کیلئے جب گھر سے نکلتا ہے اکیلا ہی نکلتا ہے۔"
استفانوس:۔ بیشک اس کی یہی وجہ ہے اور میرے دل سے یہ شبہ دور ہو گیا مگر ابھی ایک اور شبہ باقی ہے۔ اسے بھی حضرت مٹا دیں تو پھر مجھے اس شخص کے سچے ناموس الہی ہونے میں شک باقی نہ رہے۔"
بحیرا:۔ وہ کون سا شبہ ہے؟"
استفانوس:۔ اس شخص نے جو اپنی نبوت اور توحید الہی کا مدعی ہے ایک دولت مند بیوہ سے شادی کر لی جو کھلی دنیا پرستی ہے۔ اب ان کی بیوی کی وفات کے بعد چاہیے تھا کہ باقی زندگی کو رہبانیت اور نفس کشی میں صرف کرتا۔ لیکن نہیں۔ دو مہینے ہوئے مجھے ایک عرب سے معلوم ہوا کہ اس نے پہلی بی بی کے مرنے کے دو ہی مہینے بعد ایک اور بیوہ عورت سے شادی کر لی اور اسی قدر نہیں ایک نہایت ہی کم سن کنواری لڑکی سے بھی نکاح کیا ہے جو ابھی رخصت کرانے کے قابل بھی نہیں ہے۔"

بحیرا:- تم کو اس کا بھی پتہ لگا کہ یہ دونوں بیویاں کون ہیں؟ کیسی ہیں؟ اور کیوں ان سے نکاح ہوا؟"

استفانوس:- "ان میں سے پہلی کی نسبت تو میں سنتا ہوں۔ کہ سودہ نام ایک سانولی ستم رسیدہ بیوی ہیں۔ جو بالکل تنگدست اور شکستہ حال تھیں۔ ان کے شوہر فقط اس وجہ سے کہ مسلمان ہو گئے تھے۔ بڑی بے رحمی کے ساتھ دشمنوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ان کے پیچھے پر قریش طرح طرح کے ظلم کرتے تھے۔ اور ان کا کوئی والی وارث نہ تھا۔ مگر دوسری ایک خوبصورت نابالغ لڑکی کے ساتھ عقد کرنا تو مجھے بہت کھٹکتا ہے۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ اس لڑکی کے والد نے اپنے خلوص اور اپنی دوستی کا ثبوت دینے کے لئے خود ہی اصرار کرکے شادی پر مجبور کیا۔"

بحیرا:- شادی و نکاح کے متعلق ہمارے یہاں خصوصاً راہبوں اور اسقفوں میں جو رائیں قائم ہو گئی ہیں۔ وہ بالکل نئی اور مسیح کے بعد کے ایجاد کی ہوئی ہیں۔ ہمارے آقا مسیح نے اگرچہ شادی نہیں کی مگر کسی کو شادی کرنے سے منع بھی نہیں کیا۔ اور نہ یہ کہا کہ شادی کوئی بری چیز یا اتقا و زہد کے خلاف ہے۔ یہ اور بات ہے کہ خود ان کو شادی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ پرانے تمام رسول جو خدا کا پیام پہونچانے کو دنیا میں آئے سب نے شادیاں کیں۔ آدم اپنی بیوی حوا کو جنت ہی سے دنیا میں لائے۔ نوح کی بیوی تھیں۔ ابراہیم کی بیوی تھیں۔ اسمٰعیل و اسحٰق کی بیویاں تھیں۔ یعقوب و یوسف کی بیویاں تھیں۔ موسیٰ و ہارون کی بیویاں تھیں۔ داؤد و سلیمان کی بیویاں تھیں اور ان کے بعد بھی شاذ و نادر ہی کوئی نبی گزرا ہے۔ جو بیوی والا نہ ہو۔ اور جب ان سب کی بیویاں موجود تھیں تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ یہ انبیا کی سنت قدیم ہے اور ان پیغمبر کو تو جو خاندانی دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں لوگوں سے تعلقات بڑھانے اور بذریعہ قرابت ہمدرد و دوست پیدا کرنے کی غرض سے متعدد شادیاں کرنے کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہمارے یہاں راہبوں نے بے شک

تعلق نکاح کو نا مذموم بتایا ہے۔ مگر میں نے اس رائے کو کبھی نہیں پسند کیا۔ لیکن اس مسئلہ کا اصلی راز اس وقت کھلے گا۔ جب ماہ بہ اس رسول سے مل کے اس کی تعلیم سے بہرہ یاب ہوگا۔ اور ہمیں بتائے گا کہ توحید و رسالت کے ساتھ اس کی اخلاقی تعلیم کیا ہے۔ ہم ابھی اندھی کوٹھڑی میں ہیں۔ اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ حق کیا ہے"۔

استفانوس:۔ "لیکن مجھے تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کہ ایک عابد و زاہد شخص جو خدا سے لو لگائے بیٹھا ہو شادی کر کے دنیوی لذتوں میں پڑ جائے"۔

بحیرا:۔ "تم خود کہہ چکے ہو کہ جس بیوہ کے ساتھ اس پیغمبر نے شادی کی وہ انتہا درجے کی مظلوم ستم زدہ دکھیا اور بے والی و وارث تھی۔ ایسی کی خبر گیری نہ کرنا گناہ ہے؟"

استفانوس:۔ "مگر میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا بغیر نکاح کے خبر گیری ممکن نہ تھی؟"

بحیرا:۔ "خیر اب جانے دو۔ تمہارے اس شبہہ کو میں نہیں رفع کر سکتا۔ ماہ بہ کو اس پیغمبر کے پاس پہونچنے دو۔ وہ آسانی سے رفع کر دے گا"۔

اس کے بعد بحیرا اپنی ریاضت میں مصروف ہوگیا۔ اور استفانوس اٹھ کے اپنے حجرے میں آیا۔ اتنے میں شام ہوگئی۔ گرجے کا گھنٹہ بجا۔ اور استفانوس حجرے سے اتر کے نماز پڑھانے کے لئے گرجے میں گیا۔

چاندنی رات تھی۔ اور عالم بہار پر تھا۔ نماز کے بعد استفانوس چاندنی کی بہار دیکھتا ہوا اپنی خانقاہ کے باغ کے پھاٹک پر گیا۔ اور ریگزار عرب کے چٹیل میدان پر چاروں طرف نظر دوڑانے لگا کہ کوئی ادھر سے آتا تو نہیں ہے اتنے میں جرس کاروان کی آواز کان میں آئی۔ بالو کے سعید تودوں کے درمیان میں سے ایک قافلہ آتا دکھائی دیا۔ اور وہ ٹھہر گیا۔ کہ قافلے کے گزرنے کا تماشا دیکھے۔

یہ عربوں کا قافلہ تھا۔ جو یمن سے چلا تھا۔ اور راستے میں مختلف قبائل کے سیاحوں اور تاجروں کو لیتا ہوا ارض شام کو جا رہا تھا۔ تقریباً دو ہزار اونٹ تھے۔ سب اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹیاں پڑی تھیں۔ اور

ان کے نغمے پر حُدی خوان نغمہ سرائی کر رہے تھے۔ اس نغمے نے سارے قافلے کو اس قدر رازِ خود رفتہ کر دیا تھا۔ کہ اونٹ اور ساربان دونوں مست تھے۔ جھومتے ہوئے جا رہے تھے۔ اور قدم گھنٹیوں کی لے پر پڑتے تھے۔ ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اور قافلے کے اونٹوں کا سلسلہ نہیں ختم ہوا۔ استفانوس نے اس دلکش تماشے کو بڑے لطف سے دیکھا۔ اور دل میں کہا "اس قوم کی یہی ادا خدا کو پسند آئی ہے۔ کہ ہدایت و اصلاح کا سلسلہ اس سے شروع کیا۔ ورنہ رومیوں کی تہذیب۔ یونانیوں کے علم و فضل۔ یہود کی قدامت و خداشناسی۔ اور مسیحیوں کی نفس کشی و عبادت کے مقابل ان وحشی لوٹیروں اور ان جاہل بت پرستوں کی اتنی وقعت نہیں ہو سکتی۔ کہ روحانی تعلیم اور تبلیغ دین کا کام ان لوگوں سے لیا جائے۔ ان میں بہت سے ایسے ہونگے۔ جو اس ہاشمی رسول کے حالات سے خوب واقف ہوں گے اس کے دوست بھی ہوں گے۔ اور دشمن بھی ہوں گے مگر افسوس مجھے پتہ نہیں لگ سکتا کہ ان میں سے کون کہاں کا ہے اور کس خیال کا ہے۔ مگر یقین ہے کہ یہ لوگ بُصریٰ میں منزل کریں گے۔ اور چند روز وہاں ضرور قیام کریں گے۔ میں کل ہی جا کے ان لوگوں سے ملوں گا۔ اور بہت سی نئی باتیں معلوم ہو جائیں گی"۔

یکایک ایک ساربان نے گاتے گاتے رُک کے اس سے کہا۔ "حضرت بحیرا راہب کی خانقاہ یہی ہے۔ یا آگے بڑھ کے ہے؟"

استفانوس "وہ خانقاہ یہی ہے"۔

ساربان "اور ان کے مرید اور نائب استفانوس بھی یہیں رہتے ہیں؟"

استفانوس "استفانوس میرا نام ہے اور میں یہیں رہتا ہوں"۔

ساربان "(خوش ہو کے) تو آپ ہی حضرت بحیرا کے نائب اور یہاں کے کنیسے کے امام ہیں؟"

استفانوس "ہاں میں ہی ہوں"۔ یہ سنتے ہی ساربان نے آ کے اس کا ہاتھ چوم لیا۔ اور کہا "مجھے آپ سے ملنے کے لئے بُصریٰ میں منزل کرنے کے بعد واپس آنا پڑتا۔ خوب ملاقات ہو گئی"۔

استفانوس: "کیا تم بھی مسیحی ہو؟"

ساربان: "میں مسیحی تو نہیں ہوں۔ مگر آپ کے لیسے پاک دل راہبوں اور دیندار مقتداؤں کا ادب ضرور کرتا ہوں۔ لیکن آپ سے ملنے کی یہ ضرورت ہے کہ میں جب شہر یثرب سے روانہ ہو کے وادی القریٰ میں پہونچا تو رات کے اندھیرے میں ایک شخص منہ لپیٹے ہوئے آیا۔ اور التجا کی کہ اس کی ایک چھوٹی سی پوٹلی لے کے یہاں آپ کو پہنچا دوں۔ میں نے ذرا تامل کیا تو اس نے ایک فارسی ریال میرے ہاتھ میں دیا اور کہا" اسے اس کی اجرت سمجھئے۔ مگر پوٹلی کو مہربانی کرکے ضرور پہنچا دیجئے"۔ ریال کے لالچ میں میں نے پوٹلی تو لی۔ مگر راستے بھر پچھتاتا آیا۔ اسلئے کہ اگر قافلہ بصریٰ میں نہ ٹھہرا تو مجھے فقط اس پوٹلی کیوجہ سے قافلے کو چھوڑ دینا پڑیگا۔ اب یہاں قریب پہونچ کے معلوم ہوا کہ قافلہ یہاں نہیں ٹھہریگا۔ بلکہ دمشق سے پہلے کہیں قیام نہ کرے گا۔ اور خود مجھے یہاں قیام کرنے کی ضرورت نہ تھی"۔ یہ کہتے ہی وہ دوڑ کے اپنے اونٹ کے پاس گیا۔ جو آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کے کجاوے میں سے ایک پوٹلی کھول کے واپس آیا۔ اور اس کو استفانوس کے ہاتھ میں دے کے کہا۔ "رخصت۔ اب میں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا" اور قبل اس کے کہ استفانوس کچھ جواب دے بھاگا چلا گیا۔

استفانوس کو یقین آگیا۔ کہ اس پوٹلی میں ماہ بہ کے خط کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اور قافلے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ اس پوٹلی کو لے کے اپنے حجرے میں آیا۔ اور اسے کھول کے دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ واقعی ماہ بہ کا خط ہے جو کھجور کے پتوں پر لکھا ہوا ہے۔ اور پتے ایک ڈورے میں ترتیب وار منسلک کر دیے گئے ہیں۔ فوراً اسے لے کے اپنے مرشد بحیرا کے پاس گیا۔ اور اس نئے خط کے آنے کی اطلاع دے کے پڑھنا شروع کیا۔

ساتواں خط

مرشدی و مولائی مجھے بہت دنوں سے اس سرچشمۂ ہدایت کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا تھا۔ جس سے سیراب ہونے کی تمنا و آرزو میں ہر قسم کی تکلیفوں

کو میں راحت سمجھتا۔ اذیت میں مزہ پاتا۔ ذلت پر فخر کرتا۔ اور مصیبت کو خوشی کے ساتھ جھیلتا ہوں۔ لیکن اس ہفتہ میں میرے آقا شمعون کو جو یوشع کے نام سے بھی کبھی کبھی یاد کئے جاتے ہیں یثرب سے اپنی بیٹی ہروڈیہ کا خط ملا۔ جس نے اُسے بہت پریشان اور متردد کر دیا میں اکثر ان باپ بیٹیوں کی خط و کتابت سے حتی لامکان واقف ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ امر میرے مذاق کے خلاف ہے کہ کسی کے معاملات میں دخل دوں۔ مگر اس مراسلت میں چونکہ اکثر باتیں مکے کے نبی برحق کے متعلق ہوتی ہیں۔ اس لیے اس کے حالات کا پتہ لگانے کی مجھے فکر رہتی ہے لیکن اب کی یہ خط آیا تو شمعون نے اسے سب سے چھپایا۔ بی بی اور بھائی تک سے تذکرہ نہ کیا۔ جن سے کسی نہ کسی طرح مجھے بھی واقعات کا پتہ لگ جاتا تھا لیکن اس کے ساتھ میں اپنے آقا کے دل پر ایک بار سا پاتا تھا۔ اور جب دیکھتا وہ ملول و متفکر نظر آتے۔ آخر نہ رہا گیا اور پرسوں میں ان سے پوچھ بیٹھا کہ "آپ کو تردد کس بات کا ہے ؟"

اس موقع پر آسا میں اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہاں کے اور تمام یہود تو حسب معمول میری توہین کرنا۔ مجھے مارنا۔ میرے منہ پر تھوکنا ثواب و عبادت سمجھتے ہیں۔ مگر خود میرے آقا شمعون کو مجھ سے محبت سی ہو گئی ہے۔ اور یہاں میرے حال پر اگر کوئی مہربان ہے تو وہی ہیں۔ اپنی قوم اور اپنے مذہب والوں کے سامنے تو ان کا بھی وہی سلوک ہوتا ہے۔ جو اوروں کا ہے۔ مگر تنہائی میں وہ مجھ سے ہمدردی کرتے۔ مجھ پر بھروسا کرتے اور محبت و شفقت کی باتیں کیا کرتے ہیں اور اسی وجہ سے مجھے اتنی جرأت ہو گئی کہ ان سے ایسی بات دریافت کر بیٹھا۔ میرے سوال پر انہوں نے کہا۔ "ماہ یہ مجھے اپنی بیٹی کے متعلق اندیشہ ہے کہ اپنے مذہبی جوش اور اپنی ضد سے وہ کسی آفت میں نہ مبتلا ہو جائے۔ پرسوں اس نے لکھا ہے۔ کہ مکے کے وہ پیغمبر اب یہاں یثرب میں آنے والے ہیں —" یہ سنتے ہی میں بے اختیار چونک پڑا۔ اور پوچھ بیٹھا "یثرب میں آنے والے ہیں!"

شمعون۔ (میری حیرت پر متعجب ہو کے) "ہاں آنے والے ہیں۔ مگر تمہیں

اس پر کیوں حیرت ہوئی؟"

میں "کچھ نہیں میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ وہ یہاں آئے تو شاید میں بھی ان کو کبھی دیکھ سکوں"

شمعون "پہلے سب واقعات تو سن لو پھر ان کے آنے پر خوش ہو لینا ہرڈ دیکھتی ہے کہ تین سال ہوئے یثرب کے چھ آدمی حج کے لئے مکہ میں گئے اور اس نئے پیغمبر کی باتیں سن کے اس کے جال میں پھنس گئے۔ اس کے دوسرے برس وہ چھیوں شخص اپنے اور چھ دوستوں کو ساتھ لے کے گئے ڈھونڈھ کے اس پیغمبر سے ملے۔ اس کی باتیں سنیں معتقد ہوئے بیعت کر کے اس کا کلمہ پڑھا اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کے یہ اقرار کیا کہ ہم خدا کو ایک جانیں گے۔ جوا نہ کھیلیں گے۔ ہمیشہ سچ بولیں گے۔ حرام کاری و زنا سے بچیں گے۔ دختر کشی نہ کریں گے۔ اور حق کی باتوں میں محمد کی پیروی کریں گے" ان لوگوں نے یثرب میں واپس آ کے تمام ہم وطنوں کو اس پیغمبر کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا۔ اور جن باتوں کی پیروی کا اقرار کیا تھا اوروں کو بتائیں اور اکثر نے قبول کیا کہ یہ سب باتیں ماننے کے قابل ہیں۔ غرض ان لوگوں نے اہل یثرب کی محفلوں میں بیٹھ بیٹھ کے اس شخص کی علانیہ تعریفیں کرنا شروع کیں اور اس قدر ثنا و صفت بیان کی کہ بہت سے لوگ ان کے ہم خیال ہو گئے۔ اور بعد والے برس میں حج کعبہ کے موقع پر یثرب کے پچھتر آدمی مکہ میں گئے۔ کسی تنہائی کے مقام میں اس پیغمبر سے ملے اور سب کے سب اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ اسی قدر نہیں ان لوگوں نے اس نبی سے کہا کہ اب آپ یثرب میں آ کے ہدایت شروع کریں۔ ہم ہر امر میں آپ کا ساتھ دیں گے۔ اور جاں نثاری سے باہر نہ ہوں گے۔ اس کے بعد وہ سب لوگ رخصت ہو کے واپس روانہ ہوئے۔

اتفاقاً مکہ والوں کے کسی جاسوس کو یہ سب حالات معلوم ہو گئے۔ اس نے فوراً جا کے اہل شہر کو خبر دی۔ جو سخت برافروختہ ہوئے اور اہل یثرب کے پڑاؤ کی طرف چلے کہ جو لوگ اس مدعی نبوت کے کہنے میں آ گئے ہیں ان کو سمجھا بجھا کے مخالف بنا دیں۔ مگر وہاں پہونچ کے دیکھا تو حاجیان یثرب کا قافلہ کوچ کر چکا

تھا۔ ناکام ونامراد واپس آئے۔ مگر جوش عداوت اس قدر زیادہ تھا کہ گھروں میں نہ بیٹھا گیا۔ اور آخر صنم پرستان مکہ کا ایک زبردست لشکر مرتب ہو کے چلا کہ یثربی قافلے کو یثرب نہ پہونچنے دے۔ یا تو انہیں اس پیغمبر کا دشمن بنا دے اور یا اس میں سے ہر شخص کو قتل کر ڈالے۔

یہ لوگ اس تیزی سے کوچ کرتے ہوئے چلے کہ راستہ ہی میں قافلہ یثرب کو پالیا۔ اور بلا تامل لڑائی چھیڑ دی وہ تعداد میں بہت کم تھے۔ مجبوراً لڑنے لگے مگر تھوڑی ہی دیر میں لڑ بھڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنی بستی کی راہ لی سنا ہے۔ ان کے ایک معزز سردار کو اہل مکہ پکڑ لے گئے تھے۔ مگر مکہ میں پہونچے تو بعض ذی فہم بزرگان قوم نے کہا اس شخص کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اہل مدینہ تمہارے دشمن ہو گئے تو ہمارے تاجرانہ قافلوں کے لئے شام کا راستہ مخدوش ہو جائے گا۔ اس اندیشہ سے خائف ہو کے اس معزز یثربی عرب کو تو اہل مکہ نے چھوڑا دیا۔ مگر اس وقت سے وہ پیغمبر اور اس کے معتقدوں کے اور زیادہ دشمن ہو گئے۔ مسلمانوں کو خوب جی کھول کے ستانا شروع کر دیا۔ اور سب نے دل میں ٹھان لی کہ ان کے وطنی مدعی نبوت کو اہل یثرب میں جو کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ اس کا انتقام یوں لیں کہ خاص مکہ کے مسلمانوں کو پریشاں کرتے کرتے زندگی سے عاجز کر دیں۔

درمیان میں چند روز سے ان لوگوں کا جوش مخالفت دھیما پڑ گیا تھا۔ لیکن اب پھر یک بیک وہ جوش تازہ ہو گیا اور ان پیغمبر صاحب کو نظر آ گیا کہ اب میری اور میرے پیروؤں کی جان خطرے میں ہے پہلے انکے چچا حامی و مددگار رہے تھے اب وہ بھی نہ رہے دولت مندی بی کے خاندان والوں کا تھوڑا بہت دباؤ تھا۔ اب دنیا میں کوئی ہمدرد و معاون نہ رہا۔ ان پر ایمان لانے والے غربا خصوصاً ان میں سے وہ جوان کے عزیز اور دوست تھے وہ البتہ لڑنے اور جان دینے کو تیار ہو گئے مگر سارے شہر والوں کے مقابلے میں ان بیچاروں کی کیا ہستی ہو سکتی ہے حمزہؓ اور عمرؓ سارے شہر کی مخالفت کی بھی پروا نہیں کرتے لیکن یہ اندیشہ روز بروز زیادہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو حمایت دین کی

کوشش میں قیمتی جانیں بھی ضائع ہو جائیں جو نئے پیغمبر کی دس بارہ سال
کی دعوت و تبلیغ کا سرمایۂ ناز ہیں ۔

بہر حال جب اُس پیغمبر کو اہل مکہ سے کسی ہمدردی و اصلاح کی امید نہ باقی
رہی اور وہاں رہنے میں اندیشہ ہی اندیشہ نظر آیا۔ تو اُس نے اپنے اوپر ایمان
لانے والے مسلمانوں کو حکم دے دیا ۔ کہ مکہ چھوڑ کے یثرب چلے جائیں اس لئے
کہ اہل یثرب نے مہمان نوازی کا وعدہ کیا ہے ۔ اور امید ہے کہ اُن کی مدد سے اس
نئے دین کی اشاعت بڑی کامیابی کے ساتھ ہو سکے گی ۔

اپنے ہادی سے اجازت پاتے ہی مسلمان بھاگ بھاگ کے یثرب کو جانے
لگے ۔ مگر اہل مکہ کی عداوت اس قدر بڑھی ہوئی ہے ۔ کہ وہ لوگ مسلمانوں کو اپنے
شہر سے نکل کے کہیں جانے بھی نہیں دیتے ۔ اور ڈرتے ہیں کہ کسی اور جگہ بیٹھ
کے یہ لوگ قوت نہ پکڑ لیں ۔ جیسا کہ اُن کے ارض حبش میں چلے جانے کا نتیجہ
ہوا تھا ۔ بہر حال وہ باہر جانے میں بھی مسلمانوں کے مزاحم ہوتے ہیں ۔ اور
مسلمان چھپ چھپ کے اور ایک ایک دو دو کر کے مکہ سے نکلتے اور بھاگ
کے ارض مقدس یثرب میں چلے آتے ہیں ۔ یونہیں رفتہ رفتہ چند روز میں سب
مسلمان یثرب میں چلے آئے ۔ فقط وہی چند مخصوص لوگ رہ گئے ہیں ۔ جو اپنے
ہادی کو چھوڑ کے تنہا جانا گوارا نہ کر سکے ۔ یا جنہیں اُن پیغمبر خدا نے اپنی رفاقت کے لئے
روک لیا ہے ۔ اُن کے سوا کوئی مسلمان مکہ میں باقی نہیں رہا ۔

اپنی بیٹی کے خط کا یہ مضمون بتا کے میرے آقا نے کہا ۔ اُن واقعات سے معلوم
ہوتا ہے کہ وہ نیا پیغمبر مکہ جس کے تم مشتاق ہو عنقریب خود ہی یثرب میں آ
جائیگا ۔ اور اگر ایسا ہوا تو میری بیٹی ہروڈیہ کے لئے بڑا خطرہ ہے جو انتقام کی
دھن میں اب تک وہیں پڑی ہے ۔ اور سمجھتی ہے کہ اُس کا منگیتر الوب کسی نہ کسی
تدبیر سے اُسے مار ڈالیگا ۔ لیکن جو واقعات ہروڈیہ کو اس پیغمبر کی دشمنی میں
پیش آ چکے ہیں اُن سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ اُس پیغمبر کا
وہ کچھ بگاڑ نہ سکے گی اور خود نقصان اُٹھائیگی ۔

اپنے آقا کی یہ گفتگو سن کے میں نے کہا ۔ آپ اس معاملے میں اگر میری

رائے پوچھتے ہیں تو میں بالکل آپ کے ہم خیال ہوں۔ میرے اعتقاد میں یہ پیغمبر جھوٹا نہیں بالکل سچا ہے۔ اور سچائی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ ہر برائی کو برائی اور خوبی کو خوبی کہتا ہے کبھی کسی کو ایسی بات کا اُس نے حکم نہیں دیا جو بری یا بداخلاقی یا خلاف دانائی کہی جا سکے لیکن یہود میں سے کوئی شخص آپ کے خیالات سے اتفاق نہ کریگا۔

شمعون۔ بیشک میرے تمام ہم مذہب یہی چاہتے ہیں کہ ہروڈیا اسی دُھن میں لگی رہے۔ اور جب تک اس پیغمبر کو قتل نہ کرالے دم نہ لے۔ بلکہ جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ پیغمبر یثرب میں آنیوالا ہے سارے اسرائیلیوں میں عجیب جوش پیدا ہوگیا ہے اور چاہتے ہیں کہ وہ جلد یہاں آجائے۔ میں نے پوچھا۔ کیوں؟ میرے آقا نے کہا۔ اس لئے کہ یثرب اور اس کے گردو نواح میں تھوڑے سے بت پرست ہیں۔ باقی تمام اسرائیلی ہیں۔ یہودیوں کی قوت یہاں بہت زیادہ ہے انہیں کی حکومت ہے اور انہیں کا اثر۔ آس پاس کے تمام باغ اور قلعے خاص یہود کے قبضہ میں ہیں ان میں جو یک بیک یہ خیال پیدا ہوا کہ یہاں کے کمزور بت پرست ایک نئے دین کے بانی کو اپنا مقتدا اور پیغمبر مان کے یہاں بلاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ساری حکومت اور قوت اُسی کے ہاتھ میں دیدیں۔ تو اس خیال سے وادی القریٰ سے لے کے یثرب و خیبر تک کے تمام اسرائیلی اُس شخص کے دشمن اور خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ یہاں پہنچتے ہی اُس مدعی نبوّت کی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ انہوں نے ہروڈیہ اور اُس کے منگیتر الیوسبا کو اور رشوہ دینا شروع کر دی ہے تاکہ اسی بہانے سے اُس اپنے رقیب حکومت کی زندگی کا چراغ گل کریں۔ بہ ظاہر اسباب یہود میں اتنی قوت ہے۔ کہ انہیں اور ان کے ساتھ ہروڈیہ کو اپنے مقصد میں ضرور کامیابی حاصل ہو جائے۔ لیکن میں نے جب سے وہ واقعات سُنے ہیں جو ہروڈیہ کو مکے میں پیش آئے تھے۔ کسی طرح سے یقین نہیں آتا کہ دنیا کی کوئی قوت بھی اُس شخص کو ضرر پہنچا سکے گی۔ اس لئے کہ اُس کی تائید غیب سے ہوتی ہے۔ اور کوئی روحانی قوت اُس کا ساتھ دے رہی ہے۔

میں نے اپنے آقا سے کہا کہ آپ کا اندیشہ بالکل بجا ہے اور گو کہ ابھی میں قطعی رائے قائم نہیں کر سکتا لیکن بظن غالب یہی کہہ سکتا ہوں کہ اس پیغمبر کے راستے میں جو شخص آ کے مزاحم ہو گا ذلیل و نامراد رہے گا۔ اور زیادہ ضد کرے گا۔ تو خود نقصان اٹھائے گا۔

شمعون ۔ میں نے یہ واقعات تم سے فقط مشورہ لینے کے لئے نہیں بیان کئے بلکہ تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ تم وفاداری کے ساتھ اس کے انجام دینے کا وعدہ کرو۔

میں ۔ آپ مجھے ہر امر میں وفادار پائیں گے۔

شمعون ۔ تمہارے ذہن میں ہو گا کہ میں نے تمہیں زبردستی اپنا غلام بنالیا۔ اور میں نے اور میرے تمام عزیزوں اور دوستوں نے تم پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ جو تم کو بھول نہیں سکتے۔ ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں کسی کام کو بھیجوں اور تم آزادی پاتے ہی بھاگ کھڑے ہو یا دشمنی کرو۔

میں ۔ میں پھر یہی کہتا ہوں کہ آپ مجھے وفادار پائیں گے اور اگر میرے اس وعدے کا آپ باور نہ کرتے ہوں تو آزما کے دیکھ لیں۔

شمعون ۔ تمہارے بڑھاپے۔ تمہاری پختہ مغزی و تجربہ کاری اور نیز تمہارے اخلاق و عادات سے جن کا تجربہ ہو چکا ہے مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے بدعہدی نہ کرو گے۔ اس لئے کہ تمہاری ہر بات کو میں نے ہمیشہ سچ پایا ہے۔ خیر تو اب میں چاہتا ہوں کہ تم یثرب میں جا کے ہر وڈیہ سے ملو۔ اور جس طرح بنے سمجھا بجھا کے اُسے یہاں واپس لے آؤ۔ اور اگر تمہاری کوشش سے وہ بغیر کسی شرط کے ایوب کے ساتھ شادی کر لے تو بہت ہی اچھا ہو۔

میں ۔ مجھے آپ کا حکم بجا لانے میں عذر نہیں مگر صاحبزادی نے جب آپ کا کہنا نہ مانا تو میرا کہنا کیوں ماننے لگیں ؟

شمعون ۔ میں نے بذات خود اُسے منع نہیں کیا بلکہ اپنے ہم مذہب لوگوں اور عزیزوں کے خیال سے بظاہر میں بھی وہی کہوں گا۔ جو اور سب کی رائے ہے۔ لیکن تم کو اتنی اجازت دیتا ہوں۔ کہ اُس سے تنہائی میں کہہ دینا

کہ میری بھی یہی رائے ہے جو تمہاری ہے۔ اول تو مجھے یقین ہے کہ تمہارے سمجھانے سے وہ سمجھ جائے گی۔ اور اس کے ساتھ جب تمہاری زبانی اُسے معلوم ہوگا کہ میری بھی یہی مرضی ہے تو فوراً واپس چلی آئیگی۔

میں۔ اگر آپ کا خیال ہے تو جس دن کہئے یثرب چلا جاؤں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ یہود مجھے کس نگاہ سے دیکھتے۔ اور میرے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ اور یہ حضور ہی کی اس عنایت کا نتیجہ ہے۔ کہ مجھے عیسٰے بن مریم قرار دیا گیا۔

شمعون۔ بیشک یثرب کے یہود بھی تمہارے ساتھ وہی سلوک کرینگے جو یہاں کے اسرائیلی کرتے رہے ہیں مگر مجھے امید ہے کہ ہمارے سلوک کی طرح اُن کے سلوک کو بھی تم برداشت کر لوگے۔ مگر ہیرو ڈیہ کو تمہارے ساتھ ایسا اُنس ہوگیا ہے کہ ظاہر میں تمسخر سے تمہیں جتنا چاہے ستالے مگر دل میں تم سے محبت کرتی ہے اور تمہاری سچائی اور راست بازی کی معترف ہے۔ اس لئے تم تین ہی چار روز کے اندر چلے جاؤ۔"

میں نے فوراً تعمیل حکم کا وعدہ کیا۔ اور اسی بنا پر آج میں یثرب کے ارادے سے جا رہا ہوں۔ اتفاق سے آج ہی شام کو جانے والا ایک قافلہ مل گیا۔ اور یہ عریضہ میں خدمت والا میں روانہ کر سکا۔ ارض یثرب میں جا کے جو کچھ حالات معلوم ہوں گے۔ اگر موقع ملا۔ تو ان کو وہیں سے لکھ بھیجوں گا۔ لہٰذا اب اشتیاق قدمبوسی کا اظہار کر کے جناب سے رخصت ہوتا ہوں۔

متلاشی حقیقت ماہ بہ

ایک ضدی اور متعصب عرب

یہ خط سنانے کے بعد استفانوس اور بحیرا دونوں کچھ دیر تک خاموش رہے گو یا دونوں کسی خلاف توقع امر کے پیش آنے پر متحیر و متعجب تھے۔ آخر استفانوس

نے حیرت کا قفل توڑا۔ اور اپنے عابد و مرتاض مرشد کی طرف دیکھ کے حیرت کے لہجے میں کہا۔ کیا وقت آگیا ہے کہ اُس خاموش ولی زکریا کی پیشین گوئی پوری ہو؟

بحیرا۔ آثار تو ایسے ہی ہیں۔

استفانوس۔ جو چیز ہونے والی ہوتی ہے۔ خدا اس کا سامان خود ہی کر دیتا ہے۔ ایک طرف تو یہ سنا جاتا ہے۔ کہ وہ پیغمبر عرب مکہ چھوڑ کے یثرب میں آنے والے ہیں۔ دوسری طرف ہمارا دوست ماہ بہ جو ظالم و بے رحم یہود کا غلام ہے اور جسے کسی راہگیر سے بھی بات کرنے کی اجازت نہیں اُس کا وہی سنگدل آقا خود ہی اُسے یثرب میں بھیجتا ہے۔

بحیرا۔ (ریاضت کی سرخ اور اُبلی ہوئی آنکھوں سے اپنے مرید پر ایک تیز نگاہ ڈال کے) اور یہ دونوں باتیں کیوں ہیں؟ اس لئے کہ خدا کی مرضی میں ہے۔ کہ ماہ بہ یثرب میں اس پیغمبر آخرالزمان سے ملے۔ جیسا کہ اُس سے پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا؟"

استفانوس۔ لیکن یہ بات البتہ خوفناک ہے کہ اس پیغمبر کے ورود کا خیال آتے ہی یہود میں شورش پیدا ہوگئی ہو۔ اور جس طرح مکے میں وہاں کے صنم پرست اِس داعی توحید کو ستاتے تھے۔ یثرب میں وہاں کے اسرائیلی اُسے پریشان کرینگے۔

بحیرا۔ (کمال جوش سے) اُن سے کہہ دو کہ جتنا ستایا جائے ستائیں۔ مگر حق کی آواز سب کے شور و ہنگامے پر غالب آئیگی۔ خدا کی مرضی ہے کہ پیغمبر کے راستے میں ہر جگہ اور ہر وقت طرح طرح کے خطرے پیدا ہوں۔ وہ سب کو ہٹا کے اُن پر غالب آئے۔ اور ساری دنیا کو اپنی دعوت حق کا پیغام پہنچا دے۔

استفانوس۔ مگر ظاہر میں تو اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ مبادا ہر وڈیہ اور اُس کے ہم مذہبوں کے ہاتھ سے ان موحد رسول کو کسی قسم کا آزار نہ پہنچ جائے۔

بحیرا۔ (جوش اور طیش سے) ہر ڈیبہ کے باپ شمعون کو تو اپنی بیٹی اور اس کے دوستوں کے لئے خطرہ نظر آتا ہے۔ مگر تمہارے دل سے یہ دھڑکا نہیں جاتا کہ کہیں حق کو باطل سے شکست نہ ہو جائے۔ آہ شمعون کا ایمان تمہارے ایمان سے زیادہ مضبوط ہے اسی سبب سے میں کہہ رہا ہوں کہ تم ابھی اس قابل نہیں ہو کہ ایک سچے داعی حق کی رفاقت کر سکو۔

استفانوس۔ حضور کا ارشاد بجا و درست ہے۔ واقعی میں اس حق کو نہ ادا کر سکتا۔ ان رسول صاحب کے رفقا نے جیسے مظالم برداشت کر کے حق رفاقت ادا کیا ہے اور کسی سے نہ ہو سکتا۔ افسوس اہل مکہ نے ایک ایسے زبردست اور سچے ہادی کی قدر نہ کی۔

بحیرا۔ نہ بھی قدر کریں گے اور ساری دنیا قدر کرے گی۔

استفانوس۔ اپنے ہاتھ سے کھو کے قدر کی تو کیا؟

ان باتوں کے بعد استفانوس مرشد سے اجازت لے کے اپنے حجرے میں واپس آیا لیکن اب اُس کے دل پر مکی شہزادہ پیغمبر کا اس قدر اثر پڑ گیا تھا کہ ہر وقت دل میں انہیں کا خیال رہتا۔ دوسرے دن ابھی پہر دن بھی نہ آیا ہو گا اور وظیفہ صباحی سے فارغ ہوا تھا۔ کہ کان میں جلاجل کی آواز آئی۔ اور معلوم ہوا کہ خانقاہ کے قریب سے کوئی قافلہ گزر رہا ہے۔ فوراً اُٹھ کے دوڑا۔ اور پھاٹک پر پہنچ کے دیکھا کہ عربوں کا ایک قافلہ بصریٰ کی طرف جا رہا ہے۔ گرد کارواں بن کے ساتھ ہو لیا۔ اور اس دھن میں چلا۔ کہ ان دشت نوردان عرب میں کوئی مکے کا تاجر ہو۔ تو اُس سے مل کے کچھ اور حالات دریافت کرے۔

بُصریٰ کے اندر داخل ہو کے جب قافلہ ایک میدان میں ٹھہر گیا تو وہ ہر ہر ساربان کے پاس جا کے حالات دریافت کرنے لگا۔ پوچھتے پوچھتے ایک نوجوان شخص سے دو چار ہوا۔ جو خاص قریشی اور مکے کا رہنے والا تھا۔ اور اپنا نام عتبہ بتاتا تھا۔ عتبہ نے ایک نصرانی راہب کو اپنے سامنے دیکھ کے ادب سے سر جھکایا۔ اور نہایت اخلاق سے کہا۔ آیئے بیٹھیے۔

مشرکین مکہ کی یہ حالت تھی کہ اگرچہ بت پرستی پر قائم تھے۔ مگر اپنے مذہب کی کمزوری کو بھی دل میں محسوس کرتے تھے۔ علاوہ بریں اُن کے دلوں میں ضعیف الاعتقادی نے طرح طرح کے اوہام پیدا کر دیئے تھے اور ان اوہام کا تقاضا یہ تھا کہ ہر مذہب کے مقتداؤں اور ہر قسم کے کاہنوں کی نہایت ادب کرتے۔ کبھی اُن سے اپنی تمناؤں اور ہوسوں کے مطابق دعائیں کراتے۔ کبھی اُن کی غیب دانی کا یقین کر کے اپنی زندگی کے مشکلات حل کرتے۔ کبھی اُن سے اپنے مریضوں کا علاج کراتے۔ اور کبھی اُن کے فیصلوں سے اپنے باہمی جھگڑے طے کرتے۔ بہرحال جوشِ عقیدت اُنہیں ہر بُرے بھلے اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے سامنے زمین بوس کراتا۔

اسی خیال سے عتبہ نے استفانوس کے آگے سر جھکا دیا۔ اور پوچھا۔ آپ نے تو یقین ہے کہ قدیم آسمانی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا۔ اور ہستی کے راز اور اُس عالم کے رموز و اسرار سے واقف ہوں گے جو ہماری نظر سے مستور مگر ہم پر حاکم و متصرف ہیں؟

استفانوس۔ ہاں میں نے قریب قریب تمام آسمانی کتابیں اور انبیائے سلف کے صحیفے پڑھے ہیں۔ اگر آپ کا کوئی کام مجھ سے نکل سکے تو میں خوشی سے اُس کو انجام دوں گا۔

عتبہ۔ میں مکے کا رہنے والا ہوں۔ اور ہماری قوم بت پرست اور دین ابراہیمی کی پیرو ہے۔ ہمارے معبد کعبے کا تمام بت پرستان عرب احترام کرتے ہیں۔ اور ہم کو اس پر ناز ہے کہ اس پرانے معبد کے ہم ہی خادم و محافظ ہیں۔ سینکڑوں برس سے ہم اسی کیش و آئین پر چلے آتے ہیں۔ مگر فی الحال ہماری قوم میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے۔ جس نے ہماری یکرنگی و یکجہتی میں فرق ڈال دیا۔ اور چاہتا ہے کہ ہم سب اپنے آبا و اجداد کے تمام رسوم اور بزرگانِ سلف کے طور طریق کو چھوڑ کے بے دین ہو جائیں ہم نے ہزار سمجھایا۔ طرح طرح کا لالچ دلایا۔ مخالفت و عداوت کی۔ غرض کوئی بات نہیں اُٹھا رکھی۔ مگر وہ اپنی ضد نہیں چھوڑتا۔

بہت سے لوگ اُس کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ اور اُس کا زور روز بہ روز بڑھتا ہی جاتا ہے۔

استفانوس۔ وہ کہتا کیا ہے؟

عتبہ۔ مہمل و بیہودہ باتیں کرتا ہے۔ جن کو ہم کبھی کان لگا کے سننے بھی نہیں مگر وہ مجنونوں کی طرح پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اور بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے۔ انبیائے سلف کے مذہب پر وہی ہے۔ اور پرانی کتابوں سے اپنے عقیدوں اور اپنی نبوت کی دلیلیں نکال نکال کے پیش کرتا ہے۔ ہم لوگ اُمی و جاہل ہیں۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ اور سوا اس کے کہ دلیلوں میں اُس سے قائل ہو جائیں کوئی بات نہیں بن پڑتی۔

استفانوس۔ بے شک اگر وہ لکھا پڑھا ہے تو جاہل لوگ اُس سے بحث نہ کر سکتے ہوں گے۔

عتبہ۔ پڑھا لکھا تو وہ بھی نہیں ہے مگر خدا جانے کیونکر اُسے اگلی کتابوں کے حالات معلوم ہو گئے کہ جو کچھ کہتا ہے اُن کتابوں میں بھی نکل آتا ہے۔

استفانوس۔ میں اُس شخص کے حالات پہلے بھی سُن چکا ہوں لیکن آج تک پتہ نہیں لگا کہ آپ لوگوں میں اور اُس میں اختلاف کیا ہے۔ کیا وہ کسی بُری بات کی تعلیم دیتا ہے؟

عتبہ۔ ہمارے اُس کے اختلاف میں بُرے بھلے کا ذکر نہیں۔ اور نہ ہم نے اُسے کوئی بُری بات کہتے سُنا۔ اصلی اختلاف یہ ہے۔ کہ وہ ہمارے دیوتاؤں کو بُرا کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ سوا ایک خدائے رب الارباب کے اور کسی کو نہ مانو۔ نہ کسی کو سجدہ کرو۔ نہ کسی کے آگے سر جھکاؤ۔ نہ کسی سے ڈرو۔ اور نہ کسی کا کہنا مانو۔ یہ باتیں ہم کیونکر منظور کر سکتے ہیں؟ ہمارے بزرگوں اور آبا و اجداد کے وقت سے جو باتیں ہوتی آئی ہیں۔ ان کو ہم کیسے بھلا سکتے ہیں؟

استفانوس۔ تو کیا تمہارا اعتقاد ہے۔ کہ تمہارے دادا ابراہیم بت پرست تھے؟"

عتبہ۔ بیشک ہمیں اس کا یقین ہے وہ بُت پرست نہ ہوتے تو ہمیں اپنے بزرگوں اور باپ داداؤں سے یہ مذہب نہ ملتا۔

استفانوس۔ تو تم کبھی اپنی قوم اس نئے ہادی سے بحث نہ کر سکو گے تمام کتب آسمانی گواہی دے رہی ہیں کہ ابراہیم موحد و خدا پرست تھے۔ اور بت پرستی کو برا سمجھتے تھے۔

عتبہ۔ خیر حضرت ابراہیم کا چاہے جو مذہب ہو۔ لیکن ہمیں اپنے بزرگوں سے جو دین و مذہب ملا ہے۔ اُسی کو ایک نئے مبتدع شخص کے کہنے سے کیوں چھوڑ دیں؟

استفانوس۔ (مسکرا کے) اس کا جواب تو کھلا ہوُا ہے۔ اس لئے اپنے اس مذہب کو چھوڑ دو کہ وہ غلط ہے۔ اور خدا کی تعلیم و ہدایت کے خلاف ہے رہا یہ کہ ایک نئے مبتدع شخص کے کہنے سے کیوں چھوڑو۔ اس کا جواب بھی ظاہر ہے۔ کہ ہر پیغمبر ہر ہادی اور ہر مصلح ہمیشہ نیا اور مبتدع ہی ہوُا ہے۔ تمہاری یہ ضد کہ ہم اپنے مروّجہ طریق کو نہ چھوڑیں گے میری سمجھ میں نہیں آتی۔

عتبہ۔ آپ چونکہ مکہ میں نہیں گئے ہیں۔ اور ہمارے جھگڑوں سے دور ہیں اس لئے آپ کو نہیں نظر آسکتا کہ اس شخص کی وجہ سے ہم میں کتنا بڑا جھگڑا پیدا ہو گیا ہے۔ اور آپ ہی پر موقوف نہیں۔ دور کا جو شخص ہماری مصیبت کو سُنتا ہے اُسی شخص کی طرفداری کرتا ہے۔ آپ چند روز ہم میں آ کے رہیں۔ تو آپ کو نظر آئے۔ کہ اس شخص کی وجہ سے ہم کیسی آفت میں پھنس گئے ہیں؟

استفانوس۔ مَیں تو یہ سمجھتا ہوں۔ کہ اگر تم لوگ تعصب کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا کے اور اپنے دلوں سے ضد اور ہٹ کو دور کر کے اس اصول پر عمل شروع کر دو۔ کہ جو حق بات بتائی جائے چاہے کسی کی زبان سے ہو وہ فوراً مان لی جائے۔ اور جو چیز باطل نظر آئے۔ اُس کو فوراً چھوڑ دیا جائے۔ تو کوئی جھگڑا نہ باقی رہے۔ اور ساری آفتیں دُور ہو جائیں۔

عتبہ۔ تو آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جو کچھ کہتا ہے کتب آسمانی کے مطابق ہے۔

استفانوس۔ مَیں علی العلوم تو یہ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کہتا ہے لیکن ہاں اُس کے اِس قول کی مَیں البتہ تصدیق کرتا ہوں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ بت پرست نہ تھے۔

عتبہ۔ خیر آپ اُس کی چاہے تصدیق کریں یا طرفداری ہم اُس شخص کو تو سچا نبی نہ مانیں گے۔ اُس نے ہماری قومیت بگاڑ دی۔ ہمارے گھر برباد کر دیئے۔ ہمارے عزیزوں میں یہاں تک کہ ماں بیٹوں اور میاں بیویوں میں بھی تفرقہ ڈال دیا ہے۔ ہم نے اُس شخص کے بچانے کی بہت کوشش کی۔ حد سے زیادہ طرح دی لیکن وہ اپنی حرکتوں اور آزار رسانیوں سے باز نہیں آتا۔ نتیجہ یہ ہونیوالا ہے کہ ہم سب ایک دن نرغہ کرکے اُسے مار ڈالیں گے۔ پھر ساری پیغمبری اور اصلاح رکھی رہ جائیگی۔

استفانوس۔ (سہم کے) ایسا غضب نہ کرنا۔ یہ خدا کے معاملات ہیں اور ایسے لوگوں کے ساتھ عالم غیب میں ایک بہت بڑا انتظام رہا کرتا ہے۔ جو دنیا کے تمام منصوبوں پر غالب آجاتا ہے۔ اگر تم نے ایسی جرأت کی تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم کو کسی قسم کا سخت نقصان نہ پہنچ جائے۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسےؑ۔ داؤدؑ۔ اور عیسےؑ علیہم السلام کی مخالفتوں کا کیا انجام ہوا؟۔ قوم لوطؑ۔ قوم عادؑ۔ اور قوم ثمودؑ کی عداوتوں کے انجام کو یاد کرو۔ اور خدا سے ڈرو۔

عتبہ۔ ایسی ہی مثالیں نہ دیجئے۔ یہ شخص ہم میں پیدا ہوا۔ ہم ہی میں پل کے بڑا ہوا۔ ہماری ہی صحبتوں میں اُس نے ہوش سنبھالا۔ ایسے شخص کو ہم نہ نوحؑ و ابراہیمؑ کا ہم مرتبہ مان سکتے ہیں۔ نہ موسیٰ و عیسٰی کا۔ اور نہ کسی اور ہادیِ دین کا۔

استفانوس۔ سب پیغمبر اور ہادی تمہارے اسی شخص کی طرح اپنی قوم اور اپنے لوگوں میں پیدا ہوئے۔ اور انہیں کے درمیان میں پل کے

بڑے ہوئے تھے۔ کوئی آسمان سے اُتر کے نہیں آیا تھا۔

عتبہ۔ وہ سچا پیغمبر سہی مگر ہم اُسے نہ مانیں گے۔ اس کی امید نہ رکھئے کہ آپ کے کہنے سننے اور سمجھانے سے ہم اس کے طرفدار ہو جائیں گے۔ فی الحال ہمیں اندیشہ ہو گیا ہے کہ اُس شخص کا فتنہ بڑھ نہ جائے۔ کئی برس ہوئے اسکے ساتھیوں نے ملک حبش میں جا کے پناہ لی تھی۔ ہمارے لوگوں نے وہاں جا کے ان لوگوں کو نکلوانا چاہا تو جس طرح آپ سنی سنائی باتوں پر اُس شخص کی طرفداری کر رہے ہیں اُسی طرح وہاں کے بادشاہ نجاشی نے بھی اُس کی رعایت کی طرفداری کی اور ہمیں بالکل ناکامی ہوئی۔ اب سُنا ہے کہ یثرب نام ایک شہر کے بہت سے لوگ اُس کے مرید اور معتقد ہو گئے ہیں۔ اور اُس کے مریدوں نے بھاگ بھاگ کے وہاں جانا شروع کیا ہے۔ اور کیا عجب کہ خود یہ شخص بھی ہمارے پنجے سے نکل کے وہاں جانے کا ارادہ کرے۔ لیکن ہم اُسے اتنی مہلت ہرگز نہ دیں گے۔ وجہ یہ کہ آج تک ہم نے یثرب والوں کو کبھی اپنے رُتبے کا نہیں پایا۔ ہم خاص مکہ کے رہنے والے اور سارے عرب کے لوگوں سے زیادہ شریف اور افضل و اعلیٰ ہیں۔ یہ شخص اگر وہاں پہنچ گیا تو اہل یثرب اس کے طرفدار ہو جائیں گے۔ اور نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اول تو ہمیں اہل یثرب سے لڑنا پڑیگا جن کو ہم اپنے برابر کا اور اپنا ہم رُتبہ نہیں تسلیم کرتے۔ اور دوسرے یثرب والے ہمارا شام آنے کا راستہ روک دیں گے۔ اس لئے کہ ان سفروں میں ہمیشہ ہمیں انہیں کے شہر اور انہیں کی سرزمین میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔

استفانوس۔ انہیں دشواریوں کا خیال کر کے میں تمہیں صلاح دیتا ہوں۔ کہ اس پیغمبر کی مخالفت چھوڑ دو۔ اور اُس کے دوست بن جاؤ

عتبہ۔ یہ تو قیامت تک نہ ہوگا۔ ہم اول تو یہی کوشش کریں گے۔ کہ یہ شخص مکہ چھوڑنے سے پہلے ہی مار ڈالا جائے۔ لیکن اگر زور نہ چلا اور یہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ تو ہم یثرب میں بھی اُس کا رہنا دشوار کر دیں گے۔

استفانوس۔ وہاں اس پر تمہارا کیا زور چل سکے گا؟
عتبہ۔ وہاں اصل میں یہود کا زور ہے۔ جن کو امید پیدا ہو گئی ہے۔ کہ یثرب اور اُس کے اطراف میں جو چند پرانے بت پرست باقی رہ گئے ہیں اُن کو بھی فنا کر کے اس علاقے کے حکمران بن جائیں۔ اس شخص کا جانا خواہ مخواہ اُنہیں ناگوار گزرے گا۔ اسی خیال سے ہم نے وہاں کے یہود سے تعلقات پیدا کرنا شروع کر دیے ہیں۔ اور ارادہ ہے۔ کہ انہیں اندر ہی اندر اس کے قتل پر ابھار دیں۔ بلکہ یہ تدبیر اُس شخص کی جان لینے کو زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ اگر ہم لوگوں کے ہاتھ سے اس کا خون ہو گیا تو اس کے قبیلے والے ہم سے انتقام لینا چاہیں گے۔ اور یہود کو اختیار ہے۔ کہ اپنی ذمہ داری پر جو چاہیں کریں۔
استفانوس۔ تم کو اپنے کاموں کا اختیار ہے مگر تمہیں پہلے سے ہوشیار کئے دیتا ہوں کہ ساری یہ کارروائی نہایت خطرناک ہے۔ تم سب زک اٹھاؤ گے۔ اور آخر میں اُسی کو فتح اور کامیابی حاصل ہو گی۔ مجھے کتب آسمانی سے پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ کہ یہ شخص جو تم میں پیدا ہوا ہے۔ سچا ناموس الٰہی اور خاص خدا کا بھیجا ہوا رسول ہے۔ اُس کی تعلیم تمام تعلیموں پر اور اُس کا دین تمام دینوں پر غالب آ جائے گا۔ اس لئے کہ تمام انبیائے سلف اور خود حضرت مسیح ابن مریم اُس کے آنے کی خبر دے گئے ہیں۔
عتبہ۔ (طیش کے ساتھ) اب آپ نے اُس شخص کی طرفداری کا جامہ پہن لیا ہے۔ تو میں بھی صاف کہے دیتا ہوں۔ کہ اس شخص کی نبوت اور اُس کی مجنونانہ باتوں کو چاہے ساری دنیا مان لے۔ اور تمام ملوک ارض اُس کے آگے سر جھکا دیں مگر نہ مانیں گے اور ہرگز نہ مانیں گے۔ میں نے آپ کا ادب واحترام اس خیال سے کیا تھا۔ کہ آپ کو ایک تارک الدنیا نصرانی اور خداشناس راہب تصور کرتا تھا۔ لیکن میری

امید کے خلاف آپ اس شخص کے طرفدار نکلے جس سے ہم کو سخت نفرت و عداوت ہے۔ اس لئے میں اب آپ کا بھی دشمن ہوں۔ اور آپ کی جو قدر و منزلت میرے دل میں تھی سب جاتی رہی۔

استفانوس۔ (مسکرا کے) میں نے یہ تمہارے ہی بھلے کو کہا تھا۔

عتبہ۔ جی ہاں ہمارے ہی بھلے کو وہ شخص بھی کہا کرتا ہے۔ پہلے پہل جب اُس نے اپنی لامذہبی کو ظاہر کیا ہے تو اس کا یہ عنوان ہوا تھا۔ کہ ہمارے شہر میں صفا نام ایک پہاڑ ہے اور معمول ہے کہ جس کسی کو عام اہل شہر سے کوئی ضروری اور اہم بات کہنا ہوتی ہے یا کسی امر کی اشاعت منظور ہوتی ہے تو سب لوگوں کو وہیں بلا کے جمع کرتا ہے۔ اور اپنا منشا اُن کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی طرح اُس شخص نے ہم سب کو ایک بڑی اہم ضرورت کے دھوکے میں رکھ کے کوہ صفا پر بلایا۔ ہم چونکہ پہلے اُس پر بھروسہ رکھتے تھے۔ اور اُسے اعلیٰ درجے کا امانت دار خیال کرتے تھے۔ چلے گئے۔ جب سب لوگ جمع ہو چکے تو اس نے بلندی پر کھڑے ہو کے کہا "اے آل غالب (یہ ہمارے ایک قدیم مورث کا نام ہے) مجھے تم کیسا سمجھتے ہو؟ جھوٹا یا سچا؟" ہم سب نے کہا۔ سچا اور امین۔ اُس نے کہا۔ اگر یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمنوں کا ایک لشکر عظیم پڑا ہے۔ جو عنقریب تم پر آ پڑیگا۔ تو تم مان لوگے؟ سب نے جواب دیا۔ بے شک مان لیں گے۔ ہم سے یوں دھوکے دھوکے میں قبولوا کے اُس نے کہا۔ تو مرنے کے بعد جو وقت آنے والا ہے اُس سے ڈرو۔ اپنے کفر کو چھوڑو۔ بُت پرستی سے باز آؤ۔ اور اسی سلسلہ میں اپنی نئی نئی باتوں اور اپنے نئے دین کے عقیدوں کو ظاہر کرنے لگا۔ جن کو سُن کے ہمیں بڑا طیش آیا۔ اور بعض لوگوں کو تو اس قدر غصہ آ گیا تھا۔ کہ اگر اُس کے عزیزوں سے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو یہ قصہ اُسی دن تمام ہو گیا تھا۔ یہ میں نے اس لئے کہا کہ آپ کی طرح وہ بھی یہی کہتا ہے۔ کہ ہمارے

ہی فائدے کے لئے وہ نیا دین سکھاتا ہے جب ہم اُس کے فقروں میں نہ آئے تو بھلا آپ کے فقرے میں کیا آئیں گے ؟

استفانوس نے کچھ اور کہنا چاہا۔ مگر عتبہ نے روک دیا۔ اور کہا۔ بس آپ تشریف لے جائیں۔ ہم آپ کی نصیحت ماننا کیسا اُسے سُننا بھی نہیں چاہتے۔ بحیرا کا صادق العقیدہ مرید اُس ضدی عرب کی برافروختگی دیکھ کے بغیر اس سے رخصت ہوئے واپس چلا آیا۔ مگر دل میں تعجب کر رہا تھا کہ یہ جاہل بدوی کس قدر ضدی اور متعصب ہے۔ یہی سوچتا ہُوا اپنی خانقاہ میں آیا۔ اور اپنے پیر سے مل کے ساری سرگذشت بیان کر دی۔

بحیرا۔ اسی شخص کی باتوں سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اس عربی پیغمبر کو کیسے ناسمجھ اور بے عقل دشمنوں سے سابقہ پڑا ہے۔ اور توحید کی اشاعت میں اُسے کیسی کیسی دشواریاں پیش آ رہی ہوں گی۔

استفانوس۔ بیشک ایسا ایک شخص بھی بلائے بے درماں ہوتا ہے۔ اور جب مکہ میں ایسے ایسے بہت سے جاہل موجود ہیں تو واقعی اُن میں حق کی آواز بلند کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

بحیرا۔ اُس شخص کے حالات سُن کے ایک اور بات میرے خیال میں آتی ہے جس سے یہ راز کھل جاتا ہے۔ کہ خدا نے کس مصلحت سے اپنے اس آخری ناموس کو بجائے دیگر ممالک اور دوسری قوموں کے ارض عرب اور قوم عرب میں ظاہر کیا۔ اگلے تمام پیغمبروں کے حالات پڑھو۔ اور اُن کے واقعات پر غور کرو۔ معلوم ہو گا۔ کہ ہر پیغمبر اُسی سرزمین میں ظاہر ہُوا۔ جو سب سے بڑا کفرستان تھی۔ اور اُسی قوم میں بھیجا گیا جو دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ ضدی اور متعصب اور کج فہم تھی۔ نوحؑ کو دیکھو۔ اور اُن کی قوم کو دیکھو۔ ابراہیمؑ کو دیکھو۔ اور اُن کے وطن والوں کی سنگدلی کو دیکھو۔ موسےٰ کو دیکھو۔ اور فرعون اور قبطیوں کی حالت کا اندازہ کرو۔ مسیح کو دیکھو۔ اور

ارض مقدس کے یہود کو دیکھو۔ یہ سب اپنے اپنے زمانے کے سخت ترین لوگ تھے۔ اسی طرح خدا نے اِس پیغمبر کو اُس قوم میں مبعوث کیا۔ جو آج کل کی تمام قوموں سے زیادہ بے عقل اور ضدی ہے جو نہ کسی بات کو سمجھتی ہے نہ مانتی ہے۔ اور بالکل سلف کی اُن اُمتوں کے مماثل ہے جن پر خدا کا سخت ترین عذاب نازل ہُوا تھا۔

استفانوس۔ بے شک اہل مکہ ہمارے مسیحا کے عہد کے یہود بیت المقدس سے بہت مشابہ ہیں۔

بحیرا۔ فقط اُنہیں سے نہیں قوم نوح۔ قوم لوط۔ قوم موسیٰ سے بھی۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اُنہیں قوموں کی طرح اس متعصب و بداخلاق قوم پر بھی خدا کا عذاب نہ نازل ہو جائے۔

استفانوس۔ اب دیکھیں ماہ بہ کا خط کب آتا ہے؟

بحیرا۔ اب کی اُسکی تحریر سے شاید معلوم ہو کہ ہمارا دوست کب اِس پیغمبر سے ملا اور اس کی زیارت کا اُس پر کیا اثر پڑا۔ اور غالباً ماہ بہ کی یہی آخری تحریر ہو گی۔ جو ہمیں مطمئن کر دیگی۔ یہ شک کا باریک پردہ جو ہماری آنکھوں پر پڑا ہُوا ہے۔ ہٹ جائیگا۔ اور صاف نمایاں ہو جائے گا کہ یہ شخص سچا ناموس الٰہی ہے۔ یا نبوت کے پردے میں دنیوی عروج حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

استفانوس۔ اگر یہ مدعی نبوت وطن سے نکال دیا گیا۔ اہل وطن نے اُس کی رسالت نہ مانی اور غیر لوگوں میں جا کے زندگی بسر کرنی پڑی تو ایسی حالت میں آپ اسکی نسبت کیا خیال کرینگے

بحیرا۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ ایسی حالت میں اُس شخص کے دعووں کی سچائی کی مجھے زیادہ تصدیق ہو جائیگی۔ وطن میں ناکام ہو کے دوسروں کی اطاعت سے بامراد ہونا تو خاص انبیا کی پہچان ہے۔ پیغمبروں میں سے کون ایسا گزرا ہے۔ جو گھر سے نکالا نہیں گیا؟ ابراہیمؑ وطن چھوڑ کے ارض فلسطین میں آئے۔ اور کامیاب ہوئے۔ یوسفؑ غلاموں کی طرح باپ کے گھر سے نکلے اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ موسیٰؑ مصر سے بھاگ کے مدائن میں رہے تو نبوت ملی۔ اور جب اپنے وطن مصر کو خیرباد کہہ دی۔ تب قوم بنی اسرائیل کو کامیابی

اور آزادی نصیب ہوئی۔ اسی طرح ہمارے ہادی و مولا مسیح نے جب اپنا وطن ناصرہ چھوڑ دیا تو خدا کی خلقت کے ہادی و نجات دہندہ بن سکے۔ پیغمبروں کو ہمیشہ جلا وطنی ہی باعث کامیابی ہوا کی ہے۔

استفانوس اپنے خیال میں ان چیزوں کو شان پیغمبری کے خلاف تصور کرتا تھا بحیرا کے اس جواب نے اُسے خاموش و مطمئن کر دیا جس کے بعد وہ اُٹھ کے اپنے حجرے میں گیا۔ اور کچھ کھا پی کے نیچے اترا۔ اور خانقاہ کے باغ میں ٹہلنے لگا

ترک وطن

اُس وقت ظاہر میں تو وہ گلگشت میں مصروف تھا۔ مگر اصل میں اُس کے خیالات ارض حجاز اور خاک بطحا میں ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ نبی آخر الزماں کی مظلومانہ صورت اور اہل مکہ کا جوش و خروش اُس کی نظر کے سامنے تھا اور دل میں کہہ رہا تھا کہ خدا ان لوگوں کی ہدایت کرتا۔ اور وہ اپنے ہادی کی قدر جانتے آخر اُن خیالات کی بدولت خاک عرب نے اُس کے دل میں ایک کشش پیدا کی۔ ٹہلتے ہی ٹہلتے باغ کے حدود سے نکل کے جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ گویا ارض حجاز کو وہ دو ہی چار میل کی مسافت پر جانتا ہے۔ اور پیغمبر عرب کی زیارت کے شوق میں ناپیدا کنار صحرائے عرب میں وہ قدم مارتا چلا جاتا ہے دل میں کہتا ہے جس شخص کی نسبت ہمارے ولی کامل مرشد بحیرا کو پیغمبر حق ہونے کا گمان ہے وہ یقیناً اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اور سب کام چھوڑ کے اُسی کی خدمت میں حاضر ہو کے آستان بوس ہونا چاہیے۔

خانقاہ سے بُصریٰ کی طرف جانا اور بات تھا۔ اُدھر امن و امان تھا۔ اور آبادی کے قریب ہونے کے باعث کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ مگر جنوبی صحرا قزاق بدوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ بڑے بڑے قافلے تو اپنے مسافروں کی کثرت کی وجہ سے چلے آتے۔ مگر کسی شخص کا یکہ و تنہا اس دشت بے گیاہ میں داخل ہونا زندگی سے ہاتھ دھونا اور موت سے دوچار

ہونا تھا۔ اس لئے کہ ابنائے بادیہ اپنے شکار یعنی اکیلے دکیلے کے لوٹنے مارنے کے لئے جابجا پھیلے رہتے۔ اور اُن کے ہاتھ سے کسی کا بچ کے نکل آنا منجملہ محالات تھا۔

یہ بھی نہ تھا کہ استفانوس ان اندیشوں سے واقف نہ ہو۔ اُس کو نصف صدی کے قریب زمانہ اسی قرب وجوار میں بسر ہو چکا تھا۔ اور ہزاروں واقعات سُن چکا تھا جن میں غریب رہ نورد نہایت بے رحمی سے لوٹے مارے گئے اور پتہ بھی نہ چلا کہ کیا ہو گئے۔ مگر نہیں اُس کے دل پر کوئی ایسی زبردست کشش قابض تھی۔ اور کوئی ایسا جذبہ اُس کے دماغ پر متصرف تھا۔ کہ نہ کسی بات کا اندیشہ تھا۔ نہ خطرہ۔ نہ کوئی فکر تھی۔ اور نہ کسی قسم کا تردد۔

ناگہاں ایک وحشت ناک صورت والا صحرائی سامنے آیا۔ اور راستہ روک کے کھڑا ہو گیا۔ استفانوس نے داہنی طرف سے دب کے نکلنا چاہا تو اُس نے اُدھر بڑھ کے بھی روکا۔ اور تلوار کھینچ کے کہا۔ لا تیرے پاس جو کچھ ہے ورنہ سر خاک پر لوٹتا ہو گا۔

استفانوس نے حیرت سے اُس کی صورت دیکھی۔ عالم استغراق سے چونکا۔ اور کہا۔ میرے پاس جو کچھ ہے لے لو۔ مجھے کسی چیز کے دینے میں تامل نہیں۔ مگر میری جان نہ لو۔

بدوی۔ ایں! تو بزدل بھی ہے۔ خیر تو نامرد کے ارض عرب میں زندہ رہنے کی ضرورت نہیں۔

استفانوس۔ نہیں۔ مَیں بزدل نہیں ہوں۔ مجھے جان دینے میں بالکل تامل نہیں۔ مگر اتنی مہلت دو۔ کہ ارض حجاز میں جا کے خدا کے نئے پیغمبر کے قدم چوم آؤں۔ پھر مجھے مار ڈالنا۔

بدوی۔ خوب۔ اس صابی کا تو معتقد ہے جس نے اہل مکہ میں سخت ہنگامہ پیدا کر رکھا ہے؟ اب کی سال حج میں مَیں بھی وہاں گیا تھا۔ اور اُس مجنون شخص کو بھی دیکھا تھا جسے تو پیغمبر جانتا ہے۔

استفانوس - تم نے اُسے دیکھا ہے! بڑے خوش نصیب ہو۔ بتاؤ تم نے کیا دیکھا؟ اُس کی زبان سے کیا سنا؟ اور اُسے کیسا پایا؟

بدوی - مَیں نے فقط اس قدر دیکھا کہ مکے کے باہر بیرونی قبائل عرب کے پڑاؤ میں ایک مجنون سا شخص لوگوں کو مخاطب کر کر کے کچھ کہتا ہے مگر اُس کے ساتھ مکے کے بہت سے جوان اور لڑکے غل مچا کے کہہ رہے ہیں کہ خبردار اس کی بات نہ سننا۔ یہ مجنون ہے۔ اور بے دین۔ اپنے جی سے جوڑ کے باتیں بتاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ خدا کا پیام ہے۔ ہم نے خوب جانچ لیا۔ یہ کوئی سچی بات نہیں کہتا۔ ہمارے دیوتاؤں کو بُرا کہتا ہے۔ اور ہمارے دین کا دشمن۔ ان سب لوگوں کے شور و غل میں اُس کی کوئی بات ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ اور مَیں نے دل میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے یہ کوئی مجنون ہے جسے لوگ پریشان کرتے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں سے سُنا کہ اُس نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے اور چاہتا ہے کہ سب لوگ اُس کے معتقد اور پیرو ہو جائیں۔ اب آج یہ دیکھ کے مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ ایک نصرانی راہب اُس کی زیارت کے شوق میں بُصریٰ سے پاپیادہ چل کھڑا ہوا ہے۔ اس کے حالات مجھ سے زیادہ میرا ابن عم صفوان بن محل لخمی جانتا ہوگا۔ جو کل ہی مکے سے آیا ہے۔ اور بنی مخزوم میں اُس کی شادی ہوئی ہے جو خاص مکے میں رہتے ہیں۔

استفانوس - اور آپ کا کیا نام ہے؟

بدوی - مَیں حنظلہ بن نمر لخمی ہوں۔

استفانوس - میں ایک غریب الوطن اور بے خانماں مسافر ہوں اور خوشی سے اپنے یہ سب کپڑے اتار دوں گا۔ اگر تم مجھے لے چل کے اپنے چچازاد بھائی صفوان سے ملا دو۔

حنظلہ - اب تم ہمارے مہمان ہو۔ اس لئے مجھے تمہاری کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ آج چل کے ہمارے خیموں میں رہو جو قریب ہی ہیں۔ وہاں صفوان سے تمہاری ملاقات ہو جائیگی۔ اور تم اُس سے مل کے خوش ہو گے۔ اس لئے کہ وہ غسانیوں کی صحبت میں نصرانی ہو گیا ہے اور بت پرستی کو بُرا بتاتا ہے

استفانوس۔ میں اُس سے مل کے بہت خوش ہوں گا اور تمہاری اس عنایت کے عوض میں تم کو بہت کچھ دوں گا۔

حنظلہ۔ تو کیا تم مفلس نہیں ہو؟ اگر یہ صحیح ہے تو تمہارے پاس جو کچھ ہوگا میں چھین لونگا اور تمہیں یہیں مار کے ڈال جاؤں گا۔

استفانوس۔ میرے مفلس ہونے میں شک نہ کرو۔ اور نہ میرے پاس کچھ ہے کہ تمہارے ہاتھ آئے۔ لیکن ہاں وادیٔ بحیرا کی خانقاہ میں میرا اتنا اثر ہے۔ کہ تمہیں وہاں سے جتنا روپیہ کہو دلوا سکتا ہوں۔

حنظلہ۔ ہم خانقاہوں اور عبادت و ریاضت کرنے والوں سے روپیہ نہیں لیتے۔ خیر اب چلو تم کو اپنے بھائی صفوان سے ملا دوں۔ یہ کہہ کے وہ شاہراہ عام سے کٹ کے ایک طرف مڑا۔ اور استفانوس اُس کے ساتھ ہوا تھوڑی دیر کے بعد دونوں بالو کے ٹیلوں میں گھسے۔ اگرچہ ریگ رواں کے ان متحرک تودوں کے درمیان میں گھسنا بہت خطرناک تھا۔ مگر حنظلہ نہایت بیباکی کے ساتھ ایسے راستے پر جا رہا تھا جس سے اُس کے قدم خوب آشنا تھے۔ دیر کے بعد تودوں سے گزر کر وہ ایک کوہستان میں داخل ہوا۔ جس کی نیچی نیچی پہاڑیوں کا سلسلہ یہاں سے شروع ہو کے مشرق کی طرف خدا جانے کہاں تک چلا گیا تھا۔ اور پہاڑیوں میں داخل ہونے کے بعد وہ ایک بلند سنگستانی تختہ زمین پر پہنچا۔ جس کے کنارے پر ایک پہاڑی میں سے ایک سوما جاری تھا۔ اور اُس کا پانی رس رس کے پتھروں کے ایک قدرتی حوض میں جو کئی چٹانوں کے اکٹھا ہو جانے سے بن گیا تھا جمع ہوتا رہتا تھا۔ اور کسی جگہ زمین کے نہ کھلے ہونے کے باعث جذب ہونے سے محفوظ رہتا۔ یہ چشمہ والا پہاڑ کبھی بجلی گرنے سے چٹخ گیا تھا۔ اُس کی زمین۔ چند درخت کھجور اور ببول کے اُگ آئے تھے۔ اتفاقاً ایک لخمی شخص کا اِدھر سے گزر ہوا۔ اُس نے اپنے اونٹ کے لئے ببول کا درخت کاٹنا شروع کیا۔ کلہاڑی اتفاق سے چٹان پر پڑ گئی۔ جس سے پتھر کی ایک چیٹا اُکھڑ گئی۔ اور اُس سے پانی کا سوما جاری ہو گیا۔ جو عربوں کے لئے

ایک دولت لازوال ہے۔ وہ چار روز میں وہ قدرتی حوض جو قریب تھا لبریز ہوگیا۔ اور پانی اُس سے چھلک کے بہتا ہوا پہاڑوں کے نیچے گیا اور دشت کی ریتلی زمین میں ایک نخلستان پیدا ہوگیا۔ اُس لخمی شخص نے اپنے قبیلہ کے دس بارہ خاندانوں کو لا کے یہاں بسا دیا۔ جب سے اُن کے خیمے یہاں نصب ہوگئے۔ اور بنی لخم کی ایک چھوٹی شاخ ارض بنی غسان میں آ کے آباد ہوگئی۔

استقانوس ان خیموں اور اُس مقام کی شادابی کو دیکھ کے خوش ہوا۔ اور حنظلہ سے کہا "واہ! معلوم ہوتا ہے تمہاری راحت رسانی کے لئے خدا نے جنت کا ایک چھوٹا قطعہ زمین پر لا کے رکھ دیا ہے۔"

حنظلہ "اس دولت پر سو برس سے ہمارے قبیلے والے قابض ہیں۔ شاہان بنی غسان نے کئی بار چاہا کہ اس بقعۂ رحمت کو ہم سے چھین لیں۔ مگر ہم سب جان دینے پر تیار ہوگئے۔ اور وسط عرب میں جو ہمارے حلیف قبائل آباد ہیں وہ ہماری مدد کو آمادہ ہوئے۔ اس وجہ سے آج تک ہم ہی اس شاداب قطعہ زمین اور اُس چشمۂ ماء معین کے مالک و وارث ہیں۔" یہ کہتے ہی ایک خیمے کے پاس پہنچ کے اُس نے آواز دی۔ "یا ام مالک۔" آواز سنتے ہی ایک ادھیڑ عورت خیمے سے نکلی۔ ایک اجنبی کو شوہر کے ساتھ دیکھ کے اُس نے چادر میں منہ چھپا لیا۔ اور بولی "ابو مالک مجھے کیوں بلایا؟"

حنظلہ۔ (اس لئے کہ اُس کی کنیت ابو مالک ہے۔ اور یہ عورت اُس کی بیوی ہے) خدا نے آج ہمیں ایک اچھا مہمان دیا ہے۔ تمہاری مرغیوں کے انڈے ہوں تو اُن کو اُبال لو۔ اور بھیڑیوں کا تھوڑا سا دودھ دوھ لاؤ۔ جو کی روٹی موجود ہی ہے۔ رات کو ہم اُن کے لئے اپنی ایک بکری ذبح کریں گے۔"

ام مالک نے مرحبا کہہ کے اپنے مہمان کا خیر مقدم ادا کیا۔ اور شوہر کا حکم بجا لانے کے لئے روانہ ہوئی۔ اُدھر حنظلہ نے استقانوس

کو برابر والے دوسرے خیمے میں لے جا کے اپنے بھائی صفوان سے ملایا۔ اور کہا۔ یہ ہمارے مہمان ہیں۔ اُس پیغمبر کے بڑے معتقد ہیں جو مکے میں پیدا ہوا ہے۔ اور اُس کے حالات سننے کے لئے میرے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں۔

صفوان۔ میرے پاس آئے ہوتے تو میرے ہی مہمان ہوتے۔

حنظلہ۔ اب تو میں نے ان کو اپنا مہمان بنالیا۔

صفوان۔ بگڑ کے تمہیں کیا حق تھا کہ میرے مہمان کو اپنا مہمان بنالو؟

حنظلہ۔ یہ حق کہ میں ہی اُن کو لایا ہوں۔

صفوان۔ لانے اور راستہ بتانے سے کوئی کسی کا مہمان نہیں ہو جاتا۔

حنظلہ۔ اب تو یہ میرے مہمان ہو گئے۔ اور کوئی ان کو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔

صفوان۔ (تلوار کھینچ کے) میں اپنے مہمان کو بزور شمشیر چھینوں گا۔ ساتھ ہی حنظلہ نے بھی تلوار کھینچ لی۔ اور دونوں بھائی لڑنے لگے۔ استفانوس نہایت ہی متحیر تھا۔ اور جب دیکھا کہ میرے مہمان بنانے کے شوق میں دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں تو ارادہ کیا کہ دونوں کے بیچ میں پڑ کے فیصلہ کرادے اور یہ کہتا ہوا بڑھا کہ اگر آپ ایسی خونخوار لڑائی لڑینگے تو میں کسی کا مہمان نہ ہوں گا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ درمیان میں آئے۔ حنظلہ کی ایک کاری تلوار صفوان پر پڑ گئی جو زخمی ہو کے پیچھے ہٹا۔ ناتوانی کے ساتھ زمین پر بیٹھ گیا۔ اور بولا۔ بس میرا کام تمام ہو چکا۔ اور میرے بعد تم کو اختیار ہے کہ اس نیک مہمان کو اپنے خیمے میں لے جا کے رکھو۔ ساتھ ہی حنظلہ نے تلوار میان میں کی اور بھائی کے زخم کو کُرتہ ہٹا کے دیکھا۔ دایاں شانہ آدھے سینے تک کٹ گیا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ پھیپھڑے اور کلیجے کو بھی کسی قدر صدمہ پہنچ گیا ہے آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا۔ بھائی مجھے اپنے مہمان کے جیتنے کی اتنی خوشی نہ ہوگی جتنا صدمہ آپکے زخمی ہونے سے ہوا۔ اب تمام قبیلے والے مرد اور عورت۔ لڑکے اور لڑکیاں جمع تھے۔ اور اُس خلاف اُمید واقعے پر

افسوس کر رہے تھے۔
صفوان ۔ کوئی صدمے کی بات نہیں تم خوش ہو اس لئے کہ مجھے اپنی جان جانے کا اتنا صدمہ نہیں ہے جتنا اس مہمان کے چھن جانے کا ہے۔
استفانوس ۔ مگر میں اپنی نامرادی کو کس کے آگے رووں ؟ میں تو آپ ہی کے پاس فقط اس لئے آیا تھا ۔ کہ آپ سے حجاز کے نئے پیغمبر کے حالات سنوں ۔
صفوان ۔ مضائقہ نہیں ۔ اب میں اس حیثیت سے آپ کی خاطر اور تواضع کرونگا کہ آپ میرے بھائی کے مہمان ہیں ۔
استفانوس ۔ لیکن آپ کو تو ایسا زخم آیا ہے ۔ کہ آپ کا اُس سے جانبر ہونا دشوار ہے ۔
صفوان ۔ بے شک زخم کاری ہے اور میں زندہ نہیں بچ سکتا ۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ابھی دو تین دن جیوں گا ۔ کل اور پرسوں نہیں مر سکتا ۔ اور اُس وقت تک اپنے ہوش میں بھی رہوں گا (اپنی بی بی سے) ام الہول ۔ مجھے اپنے خیمے میں لے چلو ۔ اور میرے بستر پر لٹا کے اُس کے برابر اپنا اونٹ کے بالوں کا عمانی کمبل بچھا دو ۔ اور اپنے شوہر کے بھائی کے ان معزز مہمان کو لے جا کے اُس پر بٹھاؤ ۔ تاکہ میں ان کی خواہش پوری کروں ۔ فوراً حنظلہ اور ام الہول صفوان کو اُٹھا کے خیمے کے اندر لے گئے ۔ اور استفانوس کے بیٹھنے کا انتظام کرنے لگے ۔

استفانوس ان لوگوں کی وحشیانہ ہمدردی اور بہائم کی سی مہمان داری پر متحیر تھا ۔ اور صفوان کی جان جانے پر متاسف ۔ اس سے زیادہ تعجب اُسے صفوان کے طرز عمل پر تھا ۔ کہ جس بھائی نے جان لی اُسی کے مہمان کی خاطر داشت میں یہاں تک مصروف ہے کہ اپنی جان جانے بھی خیال نہیں ۔ اتنے میں ام الہول نے آکے کہا ۔ اندر چل کے بیٹھیے ۔ اور وہ اُس کے ساتھ جا کے زندگی سے مایوس صفوان کے برابر بیٹھ گیا ۔ لیکن بیٹھا ہی تھا کہ حنظلہ کی بیوی اُم مالک نے آکے اُس سے کہا ۔ کھانا تیار ہے ۔ پہلے چل

کے کھا لیجئے۔ پھر اطمینان سے بیٹھ کے باتیں کیجئے گا۔

استفانوس۔ میں صفوان سے باتیں کرنے کے بعد کھاؤں گا۔

ام مالک۔ نہیں پہلے کھا لیجئے۔ شاید آپ اپنے میزبان حنظلہ کے کہنے سے کھائیں گے تو میں انہیں بلائے لاتی ہوں۔ وہ اپنے کپڑوں سے خون دھونے کے لئے حوض پر گئے ہیں۔ یہ کہتی ہوئی وہ چلی گئی۔ اور صفوان نے کہا۔ یہی مناسب ہے کہ آپ پہلے کھا لیں پھر آ کے مجھ سے باتیں کریں۔ میں اطمینان دلاتا ہوں کہ ابھی نہ مروں گا۔ اور نہ اتنی جلدی بیہوش ہونگا۔ کہ آپ سے باتیں کرنے کا موقع نہ ملے۔

ام الہول۔ آپ اگر جلدی کھا لیں گے تو اپنے میزبان پر احسان بھی کریں گے۔ حنظلہ کے خیمے میں آج اُتنا ہی کھانا ہے کہ اُن کا مہمان پیٹ بھر لے۔ وہ دونوں میاں بیوی اور اُن کے بچے رات کو کھائیں گے۔ جب بکری ذبح ہوگی۔ اُن کے بچے کل سے بھوکے ہیں: کھانے کے لئے منہ کر رہے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ جو کچھ غذا موجود ہے اُسے کھائیں۔ ام مالک نے اُنہیں بہلا پھسلا کے ایک دوسرے عزیز کے خیمہ میں بھیجدیا ہے اور چاہتی ہے کہ آپ کھانا کھالیں۔ تو انہیں واپس بلائیں۔

یہ سنتے ہی استفانوس اُٹھ کے حنظلہ کے خیمے میں گیا۔ اور ام مالک سے کہا اپنے بچوں کو لایئے تو میں کھاؤں۔ حنظلہ اور ام مالک دونوں نے بہت عذر کیا۔ اور آخر میں لڑنے تک کو تیار ہوگئے مگر استفانوس نے ایک سماعت نہ کی آخر بچے آئے جن کو دستر خوان پر ساتھ بٹھا کے کچھ استفانوس نے کھایا۔ کچھ اُنہیں کھلایا۔ کھانے سے فارغ ہوتے ہی استفانوس فوراً اُٹھ کے پھر صفوان کے خیمے میں گیا اور کہا۔ اب آپ اُن پیغمبر کے حالات بیان کریں۔

صفوان۔ میرے دوست میں نے جو کچھ دیکھا ہے سچ سچ بلا کم و کاست بیان کر دونگا۔ آپ یقین جانیں کہ ایک مرنے والا شخص جھوٹ نہ بولیگا۔ میں بطحائے مکہ کے اُس نئے پیغمبر کے بارے میں نہایت حیران ہوں کہ کیا خیال کروں اُسے سچا پیغمبر مانوں یا نہ مانوں؟ اگر یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ شخص آج تک کسی معاملے میں

جھُوٹ نہیں بولا۔ ہمیشہ ہموطنوں اور عزیزوں کا خیر اندیش اور خالص ہمدرد رہا اور اب بھی جتنی باتیں کہتا ہے وہ دل کو لگتی ہوئی۔ عقل و مصلحت کی رو سے سچی۔ ہمارے اصلی عقائد کے مطابق۔ اور نہایت ہی اچھی اور قابل قبول ہوتی ہیں تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اُسے سچّا نبی مان لوں۔ اور جب اس بات کا خیال آتا ہے کہ اُس نے اپنے قبیلے بلکہ اپنی قوم اور اپنے مذہب میں ایک تفرقۂ عظیم ڈال دیا ہے۔ پرانی معاشرت اور عربی قومیت کی بنیاد متزلزل کر دی ہے۔ ساری قوم ایک طرف ہے اور وہ ایک طرف۔ سب کو کافر و مشرک بتاتا ہے سب کو دوزخ کا کُندہ کہتا ہے۔ اپنی ضد میں مجنونوں کی سی حرکتیں ظاہر کرنے لگتا ہے اور جب اپنے شہر والوں پر زور نہیں چلتا تو غیر لوگوں کو جا جا کے بہکاتا ہے تو اُس کی طرف سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ اُس کے دشمنوں کا ساتھ دیجئے۔ اور یہی میں نے کیا۔ اگرچہ اس کا بار اس وقت تک میرے دل پر ہے کہ بے وجہ میں نے اُس کے دشمنوں کی طرفداری کی۔

مگر اب اہل مکہ بہت ہی حیران ہیں۔ اس لئے کہ وہ اُن کے ہاتھ سے نکل گیا اور ہوا یہ کہ ہم لوگوں کو خبر نہ ہوئی اور یثرب کے بہت سے لوگ اُس کے معتقد ہو کے اپنے شہر میں اُس کے نئے دین کی اشاعت کرنے لگے۔ اور جب اُن کی جماعت بڑھی تو اُنھوں نے اُس شخص کو اپنے وہاں بلانا شروع کیا۔ مگر اُس نے بعوض خود جانے کے اُن اہل مکہ کو جو اُس کے دین کو قبول کر چکے تھے۔ یثرب چلے جانے کا حکم دے دیا۔ ہم نے اس کی بھی روک کی۔ کہ اس ارادے سے کوئی باہر نہ جانے پائے۔ لیکن ہماری بندش کارگر نہ ہوئی اور سینکڑوں خاندان مکہ چھوڑ کے چلے گئے۔ یہاں تک کہ یک بیک یہ نظر آیا کہ مکہ اُجاڑ ہوا جاتا ہے۔ اور جدھر دیکھیے سناٹا پڑا ہے۔ اپنی یہ تباہی اور بے بسی دیکھ کے اہل مکہ کو بڑا غصہ آیا۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ اگر چند اور خاندان چلے گئے تو ہمارا شہر ہی تباہ ہو جائیگا۔ اور یہ ساری بلا اسی مدعی نبوت کی وجہ سے ہمارے شہر پر نازل ہوئی ہے۔ آخر سب نے اپنی پرانی انجمن میں جو دار الندوہ کے نام سے مشہور ہے۔ جمع ہو کے اس امر میں مشورہ کیا۔ اور بڑی بحث و تکرار

کے بعد بہ اتفاق یہ طے ہو گیا۔ کہ اُس شخص کو مار ڈالنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اب سوا اُس کی جان لینے کے اور کوئی علاج نہیں باقی ہے۔

اب یہ بحث پیدا ہوئی۔ کہ اُس شخص کو قتل کون کرے؟ ہر شخص ایک نئی بات کہتا تھا آخر ابو جہل نام ایک رئیس مکہ نے جو اسی شخص کا چچا تھا۔ یہ تجویز پیش کی کہ ہر قبیلہ میں سے ایک ایک آدمی چن لیا جائے وہ سب ایک ہی وقت میں اُس کے مکان کا محاصرہ کر لیں پھر سب اندر گھس کے ایک ہی ساتھ اُس پر حملہ کریں تاکہ قتل کی ذمہ واری سب قبیلوں پر بٹ جائے اور کوئی ایک شخص خون کا ذمہ وار نہ قرار دیا جا سکے۔

اس قرار داد کا حال اُس شخص کے چند اُن دوستوں کو جو مکے میں باقی تھے معلوم ہوا تو وہ سب جان نثاری پر تیار ہو گئے۔ اور اُس کے مکان کی حفاظت کرنے لگے۔ مگر سنتا ہوں۔ خود اُس نے ان سب لوگوں سے بُلا کے کہہ دیا۔ "تم میری فکر نہ کرو۔ مجھے کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ خدا نے میری نگہبانی کا وعدہ کیا ہے۔ اس لئے تم میرے حال پر چھوڑ دو۔"

اس کے بعد یوم موعود آیا۔ جس روز قریش نے نرغہ کر کے اُس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس دن اس نے یہ کاروائی کی۔ کہ اپنے بچھونے پر ایک کمسن بھائی علی رضؓ کو لٹا دیا۔ اپنی عبا اُس پر ڈال دی اور اپنے ایک رفیق ابو بکر رضؓ کو ساتھ لے کے اُسی کے گھر سے نکلا۔ ایک دن کا کھانا ساتھ لیا۔ اور جو لوگ راستہ روکے ہوئے تھے اُن کی آنکھوں میں خاک جھونک کے مکے سے نکل گئے۔ ایک شخص نے جاتے دیکھ لیا تھا۔ چونکہ اکیلا تھا اس لئے کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی مگر دوڑ کے اہل مکہ کو خبر کی کہ تم گھر گھیرے کھڑے ہو۔ اور وہ شخص نکل گیا انہوں نے کھڑکیوں میں سے جھانک کے دیکھا اور اُسے بیوقوف بنانے لگے کہ محمد تو دیکھو وہ بچھونے پر لیٹے ہوئے ہیں تم نے کیسے دیکھا؟" اُس شخص نے قسم کھائی۔ کہ میں نے انہیں کو باہر جاتے دیکھا ہے وہ ہرگز یہاں نہیں ہو سکتے اس پر برافروختہ ہو کے سب لوگ بھڑ بھڑا کے اندر گھس پڑے۔ بچھونے کے قریب پہنچے تو علی رضؓ اُٹھ بیٹھے۔ اور کہا۔ "کیا ہے؟" "محمد (صلعم) کی جگہ علی رضؓ کو دیکھ کے سب ہکا بکا رہ گئے۔ پھر ڈانٹ کے پوچھا "محمد (صلعم) کہاں ہیں؟" علی رضؓ نے کہا میں کیا جانوں کہاں ہیں؟ کیا تم نے مجھے اُن کی حراست پر مقرر کیا تھا جو مجھ سے پوچھتے ہو؟" آخر جب کوئی تدارک نہ چلا۔ تو

سب نے علی رضہ کو گرفتار کر لیا مگر ابوجہل نے کہا وہ علی رضہ کے پکڑنے سے کیا۔ اصل؟ انہیں چھوڑ دو۔" چنانچہ علی رضہ کو سب نے چھوڑ دیا اور اُس پر نہائیت ہی برہم ہوئے کہ جس شخص کی جان لینے کے لئے ایسا زبردست بندوبست کیا گیا تھا وہ ہاتھ سے نکل گیا۔ دوسرے دن سب نے ابوبکر رضہ کے گھر پر یورش کی۔ اُن کو نہ پایا اُن کے بچوں وغیرہ کو مار مار کر پوچھا کہ بتاؤ۔ دونوں کہاں گئے ہیں مگر کچھ پتہ نہ لگا۔

اب سب نے طیش میں آ کے اشتہار دیدیا۔ کہ جو شخص محمد (صلعم) یا ابوبکر رضہ کو زندہ پکڑ کر لائے گا یا اُن کے سر کاٹ کر لائے اُسے سو اونٹ انعام دئے جائیں گے۔ اس اشتہار کی وجہ سے مکے بھر میں گھر گھر تلاشی لی گئی۔ اطراف کی تمام گھاٹیاں۔ پہاڑیاں اور کھوہ اور غار ڈھونڈنے لگے مگر کچھ سراغ نہ لگا کہ وہ دونوں کیا ہوئے اہل مکہ مایوس ہو کے بیٹھ رہے لیکن اب سب کو خیال ہے کہ یہ شخص اُن کی گرفت سے نکل کے یثرب میں پہنچ جائے گا۔ اور اگر وہ یثرب میں پہنچ گیا۔ تو پھر اُس پر زور چلنا دشوار ہے۔ اس لئے کہ اہل یثرب اور مفرورین مکہ کی جماعت سے مل کر ایسی قوت پیدا ہو جائے گی۔ جس پر غالب آنا نہائیت دشوار ہے۔

اسی قدر واقعات گزرے تھے۔ کہ میں یہاں چلا آیا اور اب چونکہ مرنے کا وقت آگیا ہے۔ اس لئے پریشان ہوں۔ کہ کیا کروں؟

استفانوس "۔ اور سب اگر تمہارے اُس نئے مدعی نبوت کی صداقت و راستبازی کا اثر ہے تو میں بھی اتنی تصدیق کرتا ہوں کہ کتب آسمانی میں جس ناموس الٰہی کی بشارت دی گئی ہے اُس کی سب علامتیں اس پر صادق آتی ہیں۔ اور یہ وہی ہے جس کی بشارت مسیح ؑ دے گئے تھے"

صفوان "آپ نے اُن بشارتوں کو خود دیکھا ہے؟"

استفانوس "میں نے بھی میرے پیشوا نے بھی جن سے بڑا کوئی ولی دنیا میں نہیں ہے اور تمام حقیقت شناس لوگ اُسی ناموس کی تلاش میں تھے"

یہ سنتے ہی صفوان پر عجیب اثر پڑا۔ بولا میں اپنی گمراہی پر نادم ہوں اور اب مرتے وقت آپکو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ" اور یہ کہتے ہی اس نے جان دے دی۔

ضروری اطلاع
اِس کتاب کے علاوہ ہمارے ہاں سے ہر قسم کے
ناول و قصہ جات و تعلیمی کتب بازار سے بارعایت
نرخوں پر مل سکتی ہیں۔ براہِ راست آرڈر
بھیج کر خرید فرماویں ٭
ملنے کا پتہ:۔
شیخ محمد حسین غلام حسین تاجرانِ کتب
کشمیری بازار۔ لاہور

سستی کتابیں ملنے کا پتہ:-
شیخ محمد حسین غلام حسین تاجران کتب
کشمیری بازار۔ لاہور
معزز حضرات:- آرڈر آنے پر فوراً مال
سپلائی کیا جاویگا جو کتب کتبخانہ میں حاضر نہ ہوگی بازار سے
خرید کر بارعایت نرخوں پر روانہ کی جاویگی۔ آزمائش شرط ہے ایک
دفعہ کے کاروبار سے معلوم ہوجاویگا۔ ضرور خدمات حاصل
کریں۔ بیوپاری صاحبان کو خاص کمیشن دی جاویگی۔
مینجر فرم ہذا
نوٹ
ہمارے ہاں سے ہر ایک قسم کی کتب یعنی تعلیمی علمی ادبی
اخلاقی ناول وقصہ جات اپنی طبع شدہ ہر وقت تیار مل
سکتے ہیں۔ آرڈر بھیجکر مشکور فرماویں۔